حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ ـــــ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیۃ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد نمبر ۳

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہ

استاذ الحدیث دار العلوم کراچی

ناشر:

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-540513
061-519240

E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب............ ''ملفوظات حکیم الامت'' جلد ۳
باہتمام........... محمد اسحٰق عفی عنہ
تاریخ اشاعت.............جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
مطبع.......... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
☆ دارالعلوم رحیمیہ پیر کالونی نمبر 1 فیضی علی روڈ ملتان
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

فہرست مضامین جلد ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ ا ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

آزادی کی وبا اور اصلاح کا طریقہ

(ملفوظ ۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل آزادی ہو گئی ہے یہ مرض نیچریوں میں ہے جو منہ میں آیا بک دیا جو جی میں آیا کر لیا حالانکہ دین بدون وحی کی اتباع کے سلامت نہیں رہ سکتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب کے بھی آزاد خیالات ہیں حضرت کے یہاں آ کر امید ہے کہ ان کے خیالات درست ہو جائیں اگر اجازت ہو تو ان کو مشورہ دیا جائے فرمایا کہ ایسا مشورہ دینا مفید نہیں اگر دوسرے کے مشورے سے آئیں گے تو شاید نکال دیئے جائیں اصلاح ہوتی ہے جبکہ خود طلب ہو بدون اپنی طلب کے اصلاح نہیں ہوا کرتی یہ مسلمہ مجربہ مسئلہ ہے آپ ہرگز مشورہ نہ دیں اگر وہ خود آنا چاہیں آئیں میں چند شرائط کے ساتھ اجازت دیدونگا اس وقت امید ہے کہ شاید اصلاح ہو جائے ان کے دماغوں میں جو فرعونیت بھری ہوئی ہے۔ اس کا علاج ضابطہ ہی کے برتاؤ سے ہوتا ہے میں ایک مرتبہ ضلع مراد آباد کے ایک قصبہ میں مدعو کیا گیا وہاں پر ایک وعظ بھی ہوا قبل وعظ ایک جنٹلمین صاحب علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ میں آپ سے کچھ عرض کر سکتا ہوں میں نے کہا کہ ضرور کر سکتے ہیں کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو علی گڑھ والوں سے نفرت ہے میں نے سوچا کہ اگر کہتا ہوں کہ ہاں تب تو تعصب کا شبہ ہوگا اور اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک طرح کی چاپلوسی ہے جو واقع کے بھی خلاف ہے حق تعالیٰ نے دل میں ایک بات ڈالی میں نے کہا ان کی ذات سے تو نفرت نہیں افعال سے نفرت ہے کہا کہ وہ کیا افعال ہیں میں نے کہا کہ ہر فاعل کے افعال جدا ہیں کہنے لگے مثلاً میرے کیا

افعال ہیں میں نے کہا کہ بعض تو بین ہیں (ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی جن کے اظہار کی ضرورت نہیں کہنے لگے کہ وہ بین کونسے افعال ہیں میں نے کہا کہ مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں اور تنہائی میں بھی بدون باہمی مناسبت کے ظاہر کرنا نافع نہیں اور مناسبت کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز میرے پاس رہئے تا کہ آپ کو مجھ پر اعتماد ہو جاوے کہ یہ خیر خواہی اور ہمدردی سے کہہ رہا ہے اور مجھ کو یہ اطمینان ہو جاوے کہ آپ خلوص سے پوچھ رہے ہیں سمجھ گئے پھر سوال نہیں کیا۔ غرض ان متکبروں کی رعایت کی ضرورت نہیں تجربہ کی بات ہے کہ رعائتی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہر بات اصول کے ماتحت ہونا چاہیئے ان ہی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ اول یہ دیکھ لیا جائے کہ مخالف کو اپنی رائے فاسد پر جزم ہے یا تردد ہے اگر جزم ہے تو ہم گفتگو نہ کریں گے کہ محض فضول ہے اور اگر تردد ہے تو بیشک گفتگو کریں گے لیکن اس صورت میں بھی گفتگو سے پہلے قدر موانست کی ضرورت ہے تا کہ باہمی اعتماد ہو ورنہ سب کیا کرایا بیکار جاویگا اس کی مثال طبیب کی سی ہے کہ ایک نسخہ لکھا اگر مریض کو اعتماد نہیں تو کہہ دے گا کہ ٹھیک نہیں پھر دوسرا لکھا اس کو بھی کہہ دیا کہ ٹھیک نہیں تو طبیب ان کا غلام ہے کہ بیٹھا ہوا نسخے کو استعمال کر کے دیکھے پھر آگے چلے (اس طرح نفع ہوتا ہے اور اگر یہ نہیں تو کیوں وقت بھی بیکار کھویا مولانا رومی اسی امتحان کی ضرورت کو فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں رایک زمانے خاک باش

یہ تو طالب میں شرطیں ہیں نیز مصلح میں بھی بڑی شرط ہے کہ حکیم ہو طالب کی حالت کے موافق علاج کرے ایک رئیس کا واقعہ ہے کہ ان کو داڑھی چڑھانے کا مرض تھا تو محض اس خیال سے کہ پانچ وقت وضو میں داڑھی کھولنی چڑھانی پڑے گی نماز نہ پڑھتے تھے ایک حکیم بزرگ نے ان سے کہا کہ تم نماز پڑھا کرو خواہ بلا وضو ہی پڑھ لیا کرو یہ نماز نہ تھی تشبہ بالمصلی تھا دو چار وقت تو انہوں نے ایسے ہی پڑھی پھر خیال ہوا کہ کیا واہیات ہے کہ نماز پڑھی بھی اور بلا وضو بس وضو بھی کرنے لگے۔ یہ ہیں حکیمانہ تدابیر۔

انسان ہونے کے معنی:

(ملفوظ ۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا اگر انسان انسان ہو جائے تو پھر یہ سب کچھ ہے اور انسان کے معنی یہ ہیں کہ صحیح تعلق پیدا ہو جائے حق تعالیٰ کے ساتھ یہ ہی جڑ ہے سب کی۔

بندہ کی طلب اور اس کی مثال:

(ملفوظ ۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا عادۃ اللہ یہی ہے۔ کہ بدون طلب کے کچھ

نہیں ہوتا اس طرف سے طلب ہو پھر اس طرف سے سب ہی کچھ ہوتا ہے اس پر میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ بچے کو باپ بچاس قدم کے فاصلے پر کھڑا کر کے اس کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اس بچہ نے ابھی کھڑا ہونا سیکھا ہے چل نہیں سکتا مگر باپ کے ہاتھ پھیلانے پر وہ اس طرف آنے کے لئے حرکت کرتا ہے مگر گر جاتا ہے اب باپ دوڑ کر آغوش میں لے لیگا جو مسافت یہ بچہ سال بھر میں بھی قطع نہ کر سکتا وہ باپ کی حرکت سے ایک منٹ میں طے ہوگئی خلاصہ یہ ہے کہ طلب شرط ہے پھر کام تو سب اسی طرف کے چاہنے سے ہوگا اور اگر طلب نہیں تو عدم طلب پر تو یہ فرماتے ہیں کہ اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْن۔

اعتماد بڑی چیز ہے

(ملفوظ ۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب کام اعتماد پر ہوتے ہیں اگر اعتماد نہ ہو تو کوئی کام بھی نہ ہو مثلاً اگر مریض کو طبیب پر اعتماد نہ ہو کبھی کام نہیں چل سکتا اعتماد بڑی چیز ہے عدم اعتماد سے ہمیشہ پریشانی ہی رہے گی مثلاً طبیب مریض سے کہے کہ تم صحت یاب ہو گئے یہ کہے کہ نہیں یا طبیب کہے کہ مرض باقی ہے مریض کہے کہ نہیں ایسی حالت میں سوائے پریشانی کے اور کیا ہوگا۔

راہ سلوک میں تدقیق کی ممانعت

(ملفوظ ۵) ملقب بہ مشی الطریق مع نفی التدقیق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کام میں لگنا چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ نفع کا ہونا بھی اس کو معلوم ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ بچہ کم سن ہے اور باپ اس کی طرف سے بنک میں روپیہ جمع کر دے تو وہ بچہ مالک ہو جاوے گا۔ مگر مالک ہونے کے لئے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں جب آمدنی تقسیم ہونے لگے گی اس وقت معلوم ہو جاوے گا اس طرح عمل کا نفع یہاں اگر سمجھ میں نہیں آیا وہاں آخرت میں سمجھ لو گے یہاں تو کام میں لگے رہو نفع برابر واقع ہو رہا ہے وہاں دیکھو گے اور تم یہاں ہی نفع کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو کیا دنیا کے نفع کے واسطے کام کر رہے ہو جو دنیا میں نفع کے طالب ہو جہاں کے لئے کام کر رہے ہو وہاں اس کا نفع دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ خزانہ بھر پور ملے گا یہاں کے نفع کے متلاشی تو کفار ہوتے ہیں جن کو آخرت میں کوئی امید نہیں ان کی مطلوب اور محبوب محض دنیا ہی ہے ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا اسی لئے کفار کی کوشش دنیا کے لئے ہے اور آخرت کے لئے محض معطل اور مومن اس کے برعکس مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

انبیاء درکار دنیا جبری اند   کافران درکار عقبیٰ جبری اند
انبیاء راکار عقبیٰ اختیار   کافران را کار دنیا اختیار

(حضرت انبیاء علیہم السلام دنیا کے کاموں میں جبری ہوتے ہیں اور کافر لوگ آخرت کے کاموں میں جبری ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آخرت کے کاموں میں اپنے کو مختار سمجھ کر ان کاموں کی کوشش فرماتے ہیں اور کافر لوگ دنیا کے کاموں کو اپنے اختیار میں سمجھ کر اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔)
ان کی مرغوب آخرت ہے ان کی مرغوب دنیا ہے اپنی اپنی مرغوب پر زور لگا رہے ہیں بس اپنے مقصود کے لئے کام کرتے رہو ثمرہ کو نہ دیکھو ورنہ اگر ساتھ کی ساتھ اسکو بھی دیکھو گے کہ کچھ ثمرہ مرتب ہوا یا نہیں تو بس کام ہو چکا پھر تو وہ مثال ہوگی جیسے چکی پیسنے والی ہر چکر گھمانے کے بعد یہ دیکھا کرے کہ کس قدر آٹا نکلا تو بس ہو چکا کام اور پس چکا آٹا کام کرنے والوں کی تو شان ہی اور ہوتی ہے ان کو تو والہانہ کام ہی کرنا چاہیئے اسی کو فرماتے ہیں ۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　　خیرہ یوسف وارے باید دوید

(اگرچہ ظاہر میں کوئی راستہ معلوم نہیں ہوتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے)
یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں دیکھا کہ دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں اٹھکر دوڑ پڑے اپنا کام کیا بس اس ارادہ اور نیت کی برکت سے دروازے خود بخود کھل گئے اور آپ صاف باہر نکل آئے اسی طرح تم چلو تو جو کچھ برے بھلے ہو آگے تو بڑھو خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا اور وہاں خریدار نام کا بھی محروم نہیں رہتا ایک بڑھیا سوت کی انٹی لے کر یوسف علیہ السلام کو خریدنے چلی کسی نے پوچھا کہاں جا رہی ہو کہا کہ یوسف علیہ السلام کو خریدنے اس نے کہا کہ ان کی قیمت کے لئے تو شاید عزیز مصر کا خزانہ بھی کافی نہ ہو تم کیا ایک سوت کی انٹی لے کر چلی ہو بڑھیا کہتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا آپ ہی بتلایئے کہ کونسا زرثمن اس کے پاس تھا مگر نیت اور ارادہ تو تھا تو تم بھی نیت اور ارادہ کیساتھ کام لگو سوال جواب میں مت پڑو زیادہ تدقیق وتعمق کی ضرورت نہیں اتباع کی ضرورت ہے افسوس ہے کہ دو وقت کھانا کھانے میں باورچی پر تو اعتماد کریں کہ اس نے کھانے میں زہر نہیں ملایا اور اپنے خیرخواہوں پر اعتماد نہ ہو ان سے قیل وقال کی جاوے اس تدقیق میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو دیکھا جاوے کہ ہمارا عمل کامل ہے یا ناقص اگر ناقص ہوا تو بددل ہو کر ہمت ہار دی صاحبو معلوم بھی ہے۔ کہ عمل میں جس کمال کے تم منتظر ہو کہ کوئی نقص نہ ہو وہ کمال تو صرف ذات پاک ہی کے ساتھ خاص ہے ورنہ اس ذات کے سامنے تو انبیاء بھی کامل نہیں اور کسی کا تو کیا منہ ہے کہ کامل ہونے کا دعویٰ کرے یا منتظر ہو اس کے سامنے تو جو کامل بھی ہوگا وہ ناقص ہی ہوگا یہ ہی بڑی رحمت ہے کہ ہم ناقص ہی ہیں محروم تو نہیں اور اگر کمال

کے درپے ہو گئے اور وہ ممکن نہیں تو کیا نتیجہ ہوگا اس آدھی روٹی سے بھی محروم ہو جاؤ گے بس یہ ہوگا کمال کی ہوس کا نتیجہ کہ پہنچنے والے پہنچ گئے یہ ابھی اس میں ہیں کہ سڑک کیسی ہے اس میں گڑھے ہیں یا صاف ہے سڑک پر درخت آم کے ہیں یا سیب کے ارے تجھے کیا کہیں کے ہوں تو اپنے کام میں لگ تو اپنی راہ طے کرتا کہ منزل مقصود پر پہنچے ہم تو ہر حال میں ناقص ہی رہیں گے ہمارا علم بھی ناقص عمل بھی ناقص نظر بھی ناقص ان تحقیقات میں کیا رکھا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

کار کن کار بگذر از گفتار　　اندریں راہ کار باید کار

(کام کرو قیل وقال کو چھوڑ دو۔ کہ اس راستہ میں عمل ہی مقصود ہے)

کیا نہ کروں مگر شیخ کی تقلید شرط ہے اس طریق میں بدون تقلید کے کام چل نہیں سکتا قیل وقال وفکر تحقیق سے کچھ کام نہیں چلتا تقلید محض کی ضرورت ہے، اسی کی برکت سے کسی وقت تحقیق بھی نصیب ہو جاتی ہے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کئے جاؤ سب سمجھ میں آ جائے گا سب تسلی ہو جائے گی کیسی عجیب اور جامع تعلیم ہے حضرت حاجی صاحب کے یہاں بڑی لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی مختصر اور پر مغز تعلیم ہوتی تھی۔

دھن اور دھیان:

(ملفوظ ۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیہاتی لوگوں کو دیکھ لیجئے کہ ان لوگوں کی گفتگو ناقص ہوتی ہے مگر سادگی کی وجہ سے ناگوار نہیں ہوتی اسی طرح ہمارے اعمال ہماری یاد سب ناقص ہے لیکن اس میں اگر خلوص ہو حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اسی کو قبول فرما لیتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

ایں قبول ذکر تو از رحمت است　　چوں نماز مستحاضہ رخصت است

(تمہارے ذکر کا قبول ہو جانا صرف رحمت کی وجہ سے ہے۔ جیسے استحاضہ والی عورت کی نماز۔ کہ ناقص ہے مگر نماز ہو جاتی ہے)

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ،

ہر کجا پستی است آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا دردے دوا آنجا رود،　　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

(اپنی عقل اور سمجھ کو تیز کرنا سلوک نہیں ہے حق تعالیٰ کا فضل تو اسی کی دستگیری فرماتا ہے جو شکستگی پیدا کرے۔ جہاں پستی ہوتی ہے پانی وہیں جاتا ہے۔ جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہیں

جاتا ہے۔ جہاں درد ہوتا ہے۔ دوا وہیں جاتی ہے۔ جہاں مرض ہوتا ہے شفا وہیں جاتی ہے)
اہل تحقیق یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر عمل کا بھی زیادہ حصہ نہ ہو مگر اس طرف کی دھن ہی لگائے رکھو نہ معلوم کس وقت فضل ہو جائے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

(ایک لمحے کے لئے اس شاہ سے غافل مت ہو ممکن ہے کہ وہ توجہ فرما دیں اور غفلت کی وجہ سے تمھیں خبر بھی نہ ہو۔

اور اگر اس میں بھی کوتاہی ہو جائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑے کہ کوتاہی کیوں ہوئی اس کے تدارک کے لئے **اللھم اغفرلی** پڑھ کر کام میں لگجائے اگر اسی کے افسوس میں رہا تو وقت ہی بیکار کھویا کیونکہ ماضی کی فکر بھی تو اپنی ہی یاد ہے ان کی یاد نہ ہوئی اسی کو فرماتے ہیں۔

ماضی و مستقبلت پردہ خداست
(گزشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے)

یہ فکر تو اپنا ہی مطالعہ ہوا اپنے ہی طواف میں لگ گئے کما قال العارف الرومی ؎

چوں بطوف خود بدی خود مرتدی چوں نجانہ آمدی ہم باخودی،

(جب تک اپنے طواف اور اپنی فکر میں لگے رہو گے۔ اس راہ کے مرتد رہو گے اور جب مقصود کو پہنچ جاؤ گے تو خود ہی باخود ہو جاؤ گے۔)

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

طالب کے لئے طریق نفع

(ملفوظ ۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس کو کسی پر اعتماد ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ جو تدبیر بتلائے اس پر عمل کرے خاموش رہے دن میں جو سنا کرے رات کو دل میں جمانے کے لئے اس کو سوچا کرے یہ طرز تو نافع ہے اور یہ طرز مربیانہ ہے اور ایک طرز ہے مناظرانہ تو مناظرانہ میں تو مولوی صاحب جنہوں نے سائل کو یہاں بھیجا تھا مجھ سے زیادہ ماہر ہیں وہاں جاؤ اور اگر مربیانہ طرز سے استفادہ مقصود ہے تو جو ہم کہیں وہ کرو باقی چق چق بق بق سے کچھ حاصل نہیں۔

ہمیں اسلام کی ضرورت ہے اسلام کو ہماری نہیں:

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی مسلمان ہو تو اسلام کو کیا فخر ہاں خود اس کو فخر ہو کہ ہمیں اسلام میں قبول کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں جبلۃ بن ایہم غسانی حضرت عمرؓ کی خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا جسکے پاس تعم کا اتنا سامان تھا کہ ہرقل کے پاس بھی نہ تھا۔ ایک بار طواف کر رہا تھا لنگی کا پلہ لٹک رہا تھا وہ کسی غریب آدمی کے پیر کے نیچے دب گیا جبلہ جو آگے بڑھا لنگی کھل گئی اس کو غصہ آیا اور اس کے ایک طمانچہ مارا اس نے حضرت عمرؓ کے اجلاس میں فریاد کی آپ نے بدلہ کا حکم دیا اس نے مہلت مانگی اور شب کو مرتد ہو کر چلا گیا مگر حضرت عمر فاروقؓ کو افسوس نہیں ہوا کیونکہ وہ حق پر تھے بلکہ ایک مدت کے بعد اس کو افسوس ہوا اور ظاہر بھی کیا کہ کاش میں حضرت عمرؓ کے فرمانے پر قصاص پر راضی ہو جاتا تو کیا اچھا ہوتا ایک قاصد اسلامی سے یہ بھی کہا کہ میں پھر مسلمان ہو کر آ سکتا ہوں بشرطیکہ ایک تو اپنے بعد مجھ کو خلافت دیدیں اور اپنی بیٹی سے شادی کر دیں قاصد اسلامی نے کہا کہ خلافت مل جانے کا تو میں وعدہ کرتا ہوں مگر بیٹی دینے کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ پیام پہنچا دونگا جب آپ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا بھی کیوں نہ وعدہ کر لیا مگر جس وقت جواب دینے کے لئے وہاں آدمی پہنچا سامنے سے اس کا جنازہ آ رہا تھا اسلام کے فخر نہ کرنے پر ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس کے ہزاروں عاشق ہوں اور ایک سے ایک حسین ہو اگر ان عاشقوں میں سے ایک بدشکل بوڑھا نکل جاوے تو کیا محبوب کو افسوس ہوگا مگر آجکل کم سمجھ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر باوجاہت شخص کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کو لئے لئے پھرتے ہیں ارے کیوں اس کا دماغ خراب کیا اس کے مسلمان ہونے پر فخر کرنے سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے انتظار میں منہ کھولے بیٹھے تھے ورنہ اس میں فخر کی کیا بات ہے اور ابھی تو جب تک ایک معتد بہ زمانہ نہ گذر جائے بگڑ جانے کا بھی اندیشہ ہے کیوں اس قدر اچھلتے پھرتے ہو حق تعالیٰ ایسے ہی ناز کے باب میں فرماتے ہیں **لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین** کیونکہ اب تو اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلمان ہوئے اور پھر مرتد ہو گئے تو ایسی حالت میں تم کس خبط میں پڑے اسلام تو بزبان حال کہتا ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

(اس مال و حشمت پر) اترامت وقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس کا دل چاہے آوے اور جس کا دل چاہے چلا جاوے اس دربار میں کوئی پکڑ دھکڑ نہیں ہے) اور ایسے

ہی موقع کے لئے فرماتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

(بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ جتلاؤ کہ ہم نے خدمت کی　　اور اس کے احسان مند ہو کر　اس نے تم سے خدمت لے لی۔۱۶)

ایک پادری کا واقعہ ہے کہ وہ میرے پاس کانپور میں مسلمان ہونے آیا اور یہ کہا کہ کچھ روپیہ جمع کر دیا جائے تاکہ میں اس سے کوئی تجارت کرسکوں اور کسی سے احتیاج ظاہر نہ کرنا پڑے میں نے کہا سنئے اگر اسلام کو حق سمجھ کر قبول کرتے ہو تو الٹا تم سے فیس لینے کا حق ہے اور اگر یہ نہیں تو ہم نے روپیہ دے کر کیوں خراب کیا بیچارا تھا مخلص گو مفلس تھا کہنے لگا کہ وہ ایک مستقل درخواست تھی شرط نہ تھی اور اسلام قبول کرلیا اور پھر روپیہ کا نام بھی نہ لیا ایسی درخواست کے جواب کا یہی طرز ہونا چاہیئے۔

دامن اسلام کی وسعت

(ملفوظ ۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص قادیانی ہونا چاہتا تھا یہ پہلے مسلمان تھا پھر آریہ ہوا پھر عیسائی پھر مسلمان ہوا اب قادیانی بننا چاہتا تھا مگر ان لوگوں نے اس کو لینے سے انکار کر دیا اس خیال سے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر یہ پھر پھر گیا تو لوگوں کو قادیانی مشن میں شبہات پیدا ہو جاویں گے دیکھئے اس سے حق و باطل کے تفاوت کا پتہ چلتا ہے اسلام میں اگر ہزار بار آ جائے لے لیں گے اس کو ایسی بیہودہ بدنامی کی پرواہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر انچہ، ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ،

(تو اگر کافر ملحد۔ بت پرست بھی ہے تب بھی توبہ کر لے تو ہماری درگاہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے اگر سو مرتبہ بھی توبہ توڑ چکا ہے تو پھر دل سے توبہ کر لے ہم قبول کرلیں گے۱۶)

محبت حق کی لذت اور اس کے حصول کا طریقہ

(ملفوظ ۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں بستی کا ایک شخص حج کو گیا واپسی پر وطن کے لوگوں نے وہاں کے حالات دریافت کرنا چاہے اس پر کہا کہ خلاصہ بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کسی مسلمان کو وہاں نہ لے جائے کمبخت بدنصیب نے یہ خلاصہ بیان کیا اسی سلسلہ میں حج کے متعلق ایک حکایت بیان کی کہ ایک غریب اور ایک امیر میں حج کے متعلق گفتگو ہوئی امیر صاحب چونکہ

بڑی خوش عیشی سے گئے تھے۔ اور غریب بیچاروں کو ٹوٹی پھوٹی حالت میں دیکھا تھا اس کے متعلق امیر صاحب کہنے لگے کہ تم لوگ بے بلائے جاتے ہو کیونکہ تم پر حج فرض نہیں اس لئے تمھاری بے قدری ہوتی ہے اور ہم بلائے ہوئے جاتے ہیں اس لئے ہماری قدر ہوتی ہے اس غریب نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ وجہ یہ ہے کہ تم تو مہمان ہو اس لئے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے اور ہم گھر کے آدمی ہیں گھر والوں کے ساتھ اسی طرح بے تکلفی کا معاملہ کیا جاتا ہے بات تو بڑے کام کی کہی ایسا کلام اہل محبت ہی کا ہو سکتا ہے وہ ہر حالت میں خوش رہتے ہیں بخلاف غیر اہل محبت کے وہ ذرا ذرا مصائب اور تکالیف پر چیخ پکار مچا دیتے ہیں حضرت لقمان کی حکایت ہے ان کی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے مگر ولایت متفق علیہ ہے یہ ایک کسی رئیس کے باغ میں ملازم ہو گئے ایک روز وہ رئیس اپنے باغ کی سیر کو گیا دیکھا کہ باغ میں ککڑی کے چھوٹے چھوٹے پھل لگے ہوئے ہیں حضرت لقمان سے کہا کہ ایک ککڑی توڑ لاؤ یہ توڑ لائے رئیس نے تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا جب آقا نے منہ میں رکھا تمام منہ کڑوا ہو گیا آقا نے کہا کہ بندہ خدا اس قدر تلخ چیز کو جو مثل زہر کے معلوم ہوئی تو کھا گیا اور تیوری سے بھی محسوس نہ ہو سکا کہ یہ تلخ ہے حضرت لقمان نے جواب دیا کہ جس آقا کے ہاتھ سے ہزار ہا قسم کی نعمتیں قسم قسم کے ذائقوں کی کھائیں ہوں اگر آج اس کے ہاتھ سے ایک تلخ چیز کھالی تو کیا اس پر منہ بناتا اس کو منہ پر لاتا اسی طرح خدا کے ساتھ جو مسلمان کا تعلق ہے اس کی یہی شان ہونا چاہیے اور صاحب اللہ کی تو بڑی شان ہے ایک آوارہ عورت سے کسی کو تعشق ہو جائے اس میں گوارہ ناگوار سب کچھ سہتا ہے اور زبان پر حرف شکایت نہیں لاتا۔ جان مال جاہ سب ہی کچھ فدا کر دیتا ہے۔ یہ سب محبت کے کرشمے ہیں اسی ہی لئے کہا کرتا ہوں خصوص جدید تعلیم یافتوں کو جنکو دوسری اصطلاح میں نئی روشنی والے کہا جاتا ہے کہ تمھارے تمام اعتراضات اور شبہات کا پہاڑ محض محبت حق کے نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے سامنے ہے محبت پیدا کرو تمام شبہات اور اعتراضات خود بخود ایک دم میں کافور ہو جائیں گے رہا محبت کے پیدا کرنے کا طریق سو وہ اہل محبت کی صحبت ہے بدون اس کے کام بننا مشکل ہے اور گو ان شبہات کے ازالہ کا دوسرا طریق ہے تحقیق قالی مگر اس میں اور محبت میں جو تفاوت ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک جنگل میں بہت ہی کچھ جھاڑ جھنکاڑ کھڑے ہیں ایک شخص ان کو صاف کر کے زراعت کرنا چاہتا ہے اب اس کے صاف کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ درانتی لے کر جائے اور ایک ایک درخت خار دار کو کاٹے اس پر جو مشکلات کا سامنا ہوگا ظاہر ہے

اور پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ممکن ہے اس صاف کرنے ہی میں اتنا وقت لگ جائے کہ زراعت کی فصل ہی ختم ہو جاوے۔ یہ حالت تو قال وقیل کی ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ دیا سلائی لے جا کر ہوا کے رخ کھڑے ہو کر اس کو گھس کر جھاڑ کر دکھلائے اور گھر آ کر سو رہے صبح کو دیکھے گا کہ جنگل صاف ہے بلکہ وہی جلا ہوا کھاد کا کام دیگا یہ حال آتش محبت کی ہے اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ ان شبہات اور اعتراضات سے جو قلب لبریز ہے اسمیں حضرت حق کی محبت کی آگ پیدا کراو اور پیدا کرنے کا طریق بھی ابھی بتا چکا ہوں کہ اہل محبت کی صحبت ہے وہ دیا سلائی ان کے پاس ہے اس کے مل جانے کے بعد تم کو محض گھس کر لگا دینا ہوگا پھر اس کے سامنے کسی خس وخاشک کا ٹھیرنا مشکل ہوگا پھر تو یہ حالت ہوگی جیسے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ روشن ہوتا ہے۔ تو جز معشوق کے اور سب کو آگ لگا دیتا ہے)

تیغ لا در قتل غیر حق براند　　　درنگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت　　　مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

لا کی تلوار غیر حق کو قتل کرنے کے لئے چلا اور پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہا (ظاہر ہے کہ الا اللہ رہ گیا (اور یہی مقصود تھا) عشق کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جو شرکت غیر حق کو بالکل جلا دینے والا ہے۔ ۱۶)

قوت کی مدار حق پر ہے شخصیت پر نہیں

(ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بھائی اکبر علی مرحوم ایک زمانہ میں بسلسلہ ملازمت بریلی میں تھے وہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر مسلمان تھے ان ڈپٹی صاحب نے چند آریونکی جو ایک مناظرہ کے جلسہ میں آئے تھے اظہار بے تعصبی کی غرض سے دعوت کی شہر میں شور مچ گیا کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے ایک شخص بھائی کے پاس آئے اور کہا کہ آج ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا بھائی نے دریافت کیا کہا کہ فلاں ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے بھائی نے جواب دیا کہ یہ تو کوئی حادثہ نہیں اگر یہ صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اندر خبیث مادہ پہلے سے موجود تھا سو ایسے خبیث کا اسلام سے نکل جانا ہی اچھا ہے آپ کو کیا فکر ہوئی اور آپ کو دوسروں کی تو فکر ہے اپنے اسلام کی تو خبر لیجئے ان کی داڑھی بھی کٹی تھی اور بھائی نے یہ بھی کہا کہ تم اپنے کو بڑا مسلمان سمجھتے ہو یاد رکھو اگر بریلی میں ایک بھی حقیقی مسلمان ہوتا تو آج تمام بریلی مسلمان ہوتی اس پر وہ شخص گھبرا کر کہنے لگا کہ کیا فلاں مولوی صاحب بھی مسلمان نہیں بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ایسے مسلمان ہیں کہ اگر اس وقت صحابہؓ میں

سے کوئی آجاویں تو سب سے پہلے ان پر جہاد کریں خیر یہ تو اس شخص کو جواب دیدیا مگر فرصت کے وقت بھائی ان ڈپٹی صاحب سے ملے اور واقعہ کی حقیقت دریافت کی انہوں نے کہا کہ کیا واہیات ہے محض لغو بات ہے کہ میں آریہ ہو گیا ویسے ہی اخلاقاً اس دعوت کے قصہ کا تو البتہ مجھ سے صدور ہو گیا پھر ان ڈپٹی صاحب نے بھائی سے مشورہ کیا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے یہ بات تو بڑی بدنامی کا سبب بن گئی۔ یہ خبر اور مقامات میں بھی شہرت پائے گی (مزاحاً حضرت والا نے فرمایا کہ بریلی سے یہ ریل دور دور جائے گی) بھائی نے کہا العلاج بالاضداد مولویونکی دعوت کرو اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور مولویونکی دعوت کی اور مجمع میں کھڑے ہو کر توبہ کی تب شہر میں اس کا چرچا بند ہوا اور مسلمانوں کو اطمینان ہوا اس واقعہ سے لوگوں کا یہ مذاق بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی قوت کا مدار لوگوں کی شخصیتوں پر سمجھتے ہیں اسی لئے ڈپٹی صاحب کے انقلاب کی کسقدر فکر ہوئی حالانکہ اسلام کی قوت کا مدار حق پر ہے نہ کہ کسی مخلوق پر اسلام کی قوت خارج سے نہیں داخل سے ہے اور عوام کا تو یہ مذاق ہے ہی غضب تو یہ ہے کہ خواص بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ اپنے ایک معمول کے متعلق ایک مولوی صاحب کا مشورہ عرض کرتا ہوں وہ معمول ہے کہ میں عورت کو اور مریض کو تو سفر میں بھی مرید کر لیتا ہوں محض اس خیال سے کہ عورت اہل الرائے نہیں اور مریض قابل رحم ہے مگر تندرست کو اور مرد کو انکار کر دیتا ہوں سفر ختم ہونے پر یا تو وطن میں آ دیا خط و کتابت کر وا سکے متعلق ایک مولوی صاحب نے مجھ کو مشورہ دیا کہ کسی سے انکار نہ کیا کرو سب کو مرید کر لیا کرو اس سے جماعت بڑھے گی میں نے کہا کہ مولانا کیا حق ان چیزوں کی قوت کا محتاج ہے کچھ معلوم بھی ہے کہ حق میں وہ قوت ہے کہ اگر ایک شخص حق پر ہو اور سارا عالم اس کا مخالف ہو تو وہ ضعیف نہیں اور اگر یہ شخص حق پر نہیں سارا عالم اس کا معتقد ہو وہ شخص ضعیف ہے اس میں کچھ بھی قوت نہیں۔

ایک صاحب کی بے قاعدگی پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۳) ایک مولوی صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں خادم تو ہوں مگر غلام نہیں طریقہ اور سلیقہ سے اگر مجھ سے خدمت لی جائے آدھی رات بھی خدمت کے لئے موجود ہوں گی مگر بے ڈھنگے پن اور بے قاعدگی سے میں خدمت کرنے سے معذور ہوں دوسرے بہت مشائخ کی دکانیں کھلی ہیں وہاں جاؤ آخر وجہ کیا میں کیوں غلامی کروں خود خادمیت ہی کا نام کیا تھوڑا ہے اسی کے حقوق کا ادا ہونا کوئی معمولی بات نہیں سو غلامی کی کہاں فرصت فلاں مولوی صاحب کے متعلق میں نے عزم کر لیا تھا۔ کہ اگر انہوں نے اپنے خیال کی اصلاح کر لی تو خیر ورنہ ان سے کوئی

تعلق نہ رکھوں گا مگر خیر انہوں نے معذرت کر لی میں نے درگذر کیا بہر حال میں تو اپنی طرف سے کسی کو الجھانا نہیں چاہتا میری جو حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے اور جو بات ہے وہ صاف ہے یہ ہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی سلیقہ اور طریقہ سے خدمت لیں اینچ پیچ نہ کریں پھر مجھ کو خدمت سے کوئی عذر نہیں۔

بھوک ہڑتال کا شرعی حکم

(ملفوظ ۱۴۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بھوک ہڑتال نئی ایجاد ہے فرمایا کہ یہ خود کشی کے مترادف ہے۔ اگر موت واقع ہو جائے گی تو وہ موت حرام ہو گی اور بزدلی پر بھی دال ہے کہ آئندہ آنے والے مصائب سے گھبرا کر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ (مزاحاً فرمایا نر نہیں رہتے مادہ بن جاتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بھوکے مر گئے تو کسی کا کیا حرج ہوا اور کسی کو کیا نقصان پہنچا جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے ایک فاتر العقل لیڈر گاندھی نے اپنے اتباع کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ بیویوں کے پاس جانا چھوڑ دو آئندہ نسل بند ہو جاوے گی اور جو موجود ہیں یہ مر جائیں گے پھر اہل حکومت کس پر حکومت کریں گے یہ عاقل ہے بدفہم بدعقل اسی پر لوگ اس کی بیدار مغزی کے قائل ہیں بات یہ ہے کہ ان معتقدین کی جماعت بھی ان امور میں اس سے کم نہیں اس مشورہ کی تو بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کی بھینس چور لے گئے جا کر دیکھا کہ رسا موجود تھا تو پکار کر کہتا ہے کہ لے جاؤ مگر باندھو گے کاہے میں یہ ہی حالت ان عقلاء کی ہے حکومت کا مدار خاص نسل پر سمجھتے ہیں جیسے اس شخص نے بھینس باندھنے کا مدار خاص رسے پر سمجھا ایسے بیدار مغزوں سے تو وہ گنوار ہی اچھے جو اپنا مطلب اور مقصد تو مفید طریقہ پر نکال لیتے ہیں ایک گنوار کا قصہ ہے کہ ایک تحصیلدار کو ایک تحصیل میں کئی برس کا عرصہ تعینات ہوئے ہو گیا تھا عام برتاؤ اہل معاملہ سے ان کا اچھا نہ تھا مگر حکام کو انہوں نے مسخر کر رکھا تھا اس لئے کسی کی شکایت کا اثر نہ ہوتا تھا اس گنوار نے اس کا تبادلہ کرانا چاہا صاحب کلکٹر کے بنگلے پر پہنچا کلکٹر نے پوچھا کیسے آئے کہا کہ ایک بات پوچھوں ہوں کہ موروثی کسے کہیں ہیں صاحب نے کہا کہ اگر بارہ سال تک کسی کے قبضہ میں زمین رہے وہ موروثی ہو جاتی ہے پھر اس کو کوئی چھوڑا نہیں سکتا کہا کہ ہوں بڑے غضب ہو گئے کلکٹر نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہا کہ فلاں تحصیلدار کو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے ایک سال اور باقی ہے موروثی ہونے میں اگر یہ بھی پورا ہو گیا تو پھر نہ تیرے باپو سے جا اور نہ میرے باپو سے جا کیسی ترکیب سے کام لیا کلکٹر سمجھ گیا اور تحصیلدار کا تبادلہ کر دیا۔

وقت اور موقع ضائع کر دینا نقصان دہ ہے

(ملفوظ ۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دوسروں پر الزام لگاتے ہیں اپنی حالت کو نہیں دیکھتے رات دن کے معاملات میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ موقع کو خود ضائع کر دیتے ہیں پھر ان کے بس کا کام نہیں رہتا یہاں ہی پر قصبہ میں بازار میں چوک ہے حکام نے مسلمانوں سے کہا تھا اس کو بنوا لو مگر نہ بنوایا ہندوؤں نے بنوالیا قبضہ کر لیا۔

سیاسی لوگوں کے مشورے

(ملفوظ ۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے نرے مشوروں سے کام نہیں چلتا جو اہل علم سیاسیات میں کھڑے ہوئے ہیں اس میں ایک بڑا ضعف تو یہی ہے کہ عوام سے امید اطاعت نہیں دوسرے اگر یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اب انکا کہنا مانیں گے اور مخاطبین اور اطاعت کا مادہ ہے تب بھی اہل علم کا براہ راست یہ کام نہیں بلکہ اس وقت بھی دنیا کے جو بڑے ہیں اہل مال اہل جاہ وہی ان کاموں کو انجام دیں البتہ اہل علم سے جائز ناجائز کو پوچھ لیا کریں غرض اہل علم کا جو اصلی کام ہے جائز ناجائز کا بتلانا وہ ان سے لیا جائے یہ اصلی بات ہے اور حکام کے مقابلہ میں جہاں ناکامی ہوئی اس کا اصلی سبب بے اصولی سے کام کرنا ہے امیر شاہ خان صاحب نے ایک بات بہت اچھی بیان کی کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کا مقابلہ سلطنت ہی کر سکتی ہے امام حسینؓ کا کیسا تقدس ہے کہ حضورؐ کے نور سے ان کو خاص تلبس مگر یزید کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک جنٹلمین صاحب یہاں پر آئے تھے مجھ سے کہا کہ تم تحریکات میں شریک کیوں نہیں ہوئے میں نے کہا کہ اس میں ایک کسر ہے کہا کیا میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی امیر المومنین نہیں کہا کہ ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بنتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مشاہیر علماء لیڈر میرے امیر المومنین ہونے پر دستخط کر دیں اور ایک یہ کہ سب مسلمان اپنی تمام املاک میرے نام ہبہ کر دیں خواہ وہ روپیہ ہو یا زیور ہو باغات ہوں یا جائیداد کیونکہ میں اگر مالک اموال کا نہ ہوا تو ہر کام کے لئے چندہ مانگنا پڑے گا سو میں بھیک مانگنے والا امیر المومنین نہیں بنونگا اور بھی چند شرائط بیان کئے گئے یہ شرائط اس لئے ہیں کہ بدون قوت کے محض کاغذی امیر المؤمنین ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیر المؤمنین ہوں کل کو اسیر الکافرین بس رہ گئے اپنا سا منہ لے کر بڑے دعوے کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ کہ پانچ منٹ میں اپنا ہم خیال بنالونگا۔

کافروں کا ذکروشغل تجویز کرنا غلط ہے

(ملفوظ ۱۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے بزرگ بعض موہوم مصلحتوں سے ہندو کو بھی ذکر شغل کی تعلیم کر دیتے ہیں کہ اس سے اسلام سے قرب ہو جاویگا مگر یہ خیال محض غلط ہے بلکہ اس میں اور بعد ہو جائے گا اس لئے کہ کیفیات کے لئے اسلام شرط نہیں وہ غیر مسلم کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اگر ایسا ہو گیا تو اس کو یہ دھوکا ہو جاوئیگا کہ وہ کیفیات کو قرب سمجھ کر قرب کے لئے اسلام کو شرط نہ سمجھے گا اچھا خاصہ الحاد راسخ ہو جائے گا جلال آباد میں ایک ہندو رئیس میرے وعظ میں شریک ہوا بعد وعظ تصوف کی تعلیم حاصل کرنا چاہی میں نے صاف کہدیا کہ اس کے لئے پہلی شرط اسلام ہے پھر وہ اس طرف رجوع نہیں ہوا مگر آج کل ایسے بھی پیر پیدا ہو گئے ہیں کہ مسلمان ہو کر بھی وہ طریق کے لئے اسلام کو شرط نہیں سمجھتے انا اللہ وانا الیہ راجعون ایسا طریق شیطانی طریق ہے جس میں اسلام شرط نہیں اس پر بڑا فخر ہے کہ فلاں ہندو ہمارا مرید ہے اگر یہی بات ہے کہ مقبولیت کے لئے اسلام شرط نہیں تو خود پیر صاحب ہی کیوں داخل اسلام ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں کیا عجیب فلسفہ ہے حقیقت میں نرا سفہ ہے یقیناً بدون اسلام قبول کئے ہرگز واصل الی المقصود نہیں ہو سکتا اور اصل غلطی یہی ہے کہ مقصود ہی کے سمجھنے میں گڑ بڑ ہو رہی ہے بہت لوگوں نے محض کیفیات و کشف و کرامات ہی کو مقصود بنا رکھا ہے یہی سرے سے غلط ہے طریق تو اعمال ہیں اور مقصود رضائے حق ہے اب بتلایئے کہ اس کے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں یہ ہے طریق کی حقیقت جو میں نے اس وقت بیان کی اس کے علاوہ سب شیطانی راہ ہے جس میں مخلوق کو پھنسا کر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اور یہ طریق تو دقیق چیز ہے جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں خواہ ہندو ہو یا عیسائی ان کو ظاہری علوم سے بھی اصلا مناسبت نہیں میرا مشاہدہ ہے تجربہ مختلف لوگوں سے گفتگو ہوئی سفر میں حضر میں کافی رسمی علوم سے بھی کورے ہیں قطعاً مناسبت نہیں یہ تو مسلمانوں ہی کا حصہ ہے بات یہ ہے کہ علم بدون نور فہم کے حاصل نہیں ہو سکتا اور نور فہم بدون اسلام اور تقوی کے حاصل ہونا محال ہے۔ ایک ہندو بہت بڑا سرکاری افسر ہے اس نے ایک مسلمان کے ہاتھ میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ میں اپنے مذہب کے طریق پر بہت کچھ پوجا پاٹ کر چکا مگر کسی طرح اطمینان میسر نہیں ہوتا مجھ کو حق کی تلاش ہے میں نے کہلا بھیجا ہے کہ کثرت سے اہدنا الصراط المستقیم پڑھا اور دعا کیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جائے گا اور ایک یہ بات کہلا کر بھیجونگا کہ جیسے تم نے اپنے مذہب کے طریق پر پوجا پاٹ کر کے دیکھا اور اطمینان میسر نہیں ہوا اسی طرح اسلامی تعلیم کے طریق پر عبادت کر کے دیکھو خواہ

امتحان ہی کے طور پر سہی اگر اطمینان نہ ہو تو پھر ہم سے کہنا مولانا رومی اسی کو فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش　　　آزمون رایک زمانے خاک باش

برسوں تک تو سخت پتھر رہا ہے امتحان کے لئے چند روز کے لئے خاک بن کر دیکھ لے۔۱۲)

گو اس صورت میں محض صورت ہی صورت ہوگی مگر اس میں بھی برکت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ صاحب صورت تو پھر معنی سے قریب ہے خود نام میں بھی برکت ہے دیکھیئے کھٹائی میں تو یہ اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کے نام میں اثر نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

از صفت وز نام چہ زاید خیال　　　واں خیالت ہست دلال وصال

(کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے اور اس کا نام لینے سے کیا پیدا ہوتا ہے یہی کہ اس چیز کا خیال پیدا ہو جائے مگر یہ خیال ہی اکثر موجب وصال ہو جاتا ہے۱۲)

غرض کبھی صورت پر بھی اس قدر فضل ہو جاتا ہے کہ کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ تو حقیقی کریم ہیں مجازی کریموں کو دیکھ لیجئے اگر ان کے پاس کنجڑا اصلی خربوزہ لیجاتا تو چار آنے ملتے لیکن اگر مٹی کا بنا کر لیجائے تو دو روپیہ مل جاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ چاہیئے صورت ہی ہو مگر نیت عجز و نیاز ہو اسپر بھی فضل ہوتا ہے۔ دعویٰ و ناز نہو بلکہ بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو کیونکہ اس نے طریق کو معظم تو سمجھا تب ہی تو تشبہ اختیار کیا اور یہی راز ہے تشبہ بالکفار کے مذموم ہونے کا کہ وہ علامت ہے کفر اور کفار کی عظمت کی اس لئے حدیث جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم کیونکہ بغیر اعتقاد عظمت کے تشبہ نہیں ہوسکتا اور کفار کی عظمت کا اعتقاد ہے حرام۔ اسی طرح حضرات صوفیہ کا یہ فرمانا کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو اس کی بناء یہی ہے کہ اس متشبہ کے قلب میں اس جماعت کی عظمت ہے اس لئے اس کی بھی قدر کرو کیا ٹھکانہ ہے ان حضرات کی عمیق نظر کا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مقبول بندوں کی وضع اختیار کرو شکل بناؤ دوسری ایک اور بات اسی وقت ذہن میں آئی کیا جناب رسول ﷺ کا جی نہیں چاہے گا کہ میری امت میرے طرز پر رہے اہل محبت کے لئے تو یہی کافی ہے خواہ کچھ بھی فائدہ نہ ہوتا لیکن اگر یہ درجہ حاصل نہ ہوا اور فائدہ ہی مطلوب ہو تو ہی نیت سے اختیار کرلو تب معلوم ہو کہ کیا برکت ہوتی ہے قبل عمل محض عقل سے حقیقت کا ذہن میں آنا مشکل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شرائع کی مصلحتیں عمل اختیار کرنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے طبیب کامل کے نسخہ کی خاصیتیں بعد (استعمال ہی کے معلوم ہوتی ہیں۔

شریعت کو عقلی مصالح پر مقدم رکھنا

(ملفوظ ۱۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کا کوئی طرز ہو میرا تو یہ مسلک ہے کہ شریعت کو مصالح پر مقدم رکھتا ہوں میرے یہاں مصالح پیس دیئے جاتے ہیں کیونکہ مصالح کو جتنا پیسا جائے سالن زیادہ لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو دیکھئے جب حضور اقدس آپ ﷺ کی وفات ہوئی طرح طرح کے فتنے کھڑے ہوئے ان میں ایک جماعت مانعین زکوٰۃ کی پیدا ہوگئی کہ باوجود دعویٰ اسلام کے زکوٰۃ سے انکار کرنے لگے ایسے وقت میں مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا اعلان فرمادیا ایسے خطرناک وقت میں کسی مصالح پر بھی عمل نہ فرمایا بلکہ حضرت عمرؓ کے عرض کرنے پر بھی کہ اس وقت ان سے جنگ مصلحت نہیں یہ ہی فرمایا کہ میں ضرور ان سے قتال کرونگا حتیٰ کہ اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو تنہا مانعین زکوٰۃ سے جہاد کروں گا جو چیز جناب رسول ﷺ کے زمانہ میں جاری تھی اس کو بند ہوتے دیکھ کر میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا کہ کیا ٹھکانا ہے اس قوت قلبی کا اس واقعہ کی یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ تمام عرب پر ھبیت چھا گئی کہ کوئی بڑی قوت ضرور ان کی پشت پر ہے باوجود اس کے کہ مدینہ لشکر اسلامی سے اس وقت خالی تھا کیونکہ کچھ لشکر مرتدین کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا گیا کچھ شام کو روانہ کر دیا گیا تھا یہ ہے ان حضرات کی قوت ایمانیہ اب یہ مصلحت رعب عام کی قبل وقوع کیسے معلوم ہوتی غرض دین کے مقابلہ میں مصلحتیں کوئی چیز نہیں حقیقت میں وہ دین کی مصلحت نہیں بلکہ اپنی مصلحتیں ہیں سو یہ مصلحت پرستی ہوئی خدا پرستی نہ ہوئی چھوڑ دان مصلحتوں کو ان میں کیا رکھا ہے خصوص اہل علم کو تو ہرگز اس طرف نظر نہ کرنا چاہیئے ان کا مذہب تو یہ ہونا چاہیئے۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند وخم طرہ یارے گیرند

(میری تو یہ رائے ہے۔ کہ سب لوگ سارے (غیر ضروری) کام چھوڑ کر ایک محبوب سے تعلق پیدا کرلیں (یعنی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا)

اور دنیوی مصالح تو کیا چیز ہیں ان کا تتبع اور اتباع تو بالکل ہوا پرستی ہے بزرگوں نے تو دینی حکم واسرار میں خوض کرنے اوران کو تفحص کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں اسرار اور مصالح کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی کا اتباع نہیں مصالح کا اتباع ہے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ فلاں مسئلہ اس طرح کیوں ہے میں نے جواب دیا کہ تم تو ہم سے خدائی احکام کی حکمتیں پوچھتے ہو جہاں رسائی بھی مشکل ہے ہم تم سے تمہاری ہی

ترکیب بدنی کے متعلق پوچھتے ہیں آسان ہے کہ یہ ناک سامنے ہی کیوں ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ اس سوال میں الحکمت ہے کہ خود تمہاری کیا حکمت اسی طرح ایک شخص نے لکھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے اس پر انہوں نے غیر جوابی خط لکھا اور لکھا کہ علماء کو اس قدر خشک نہ ہونا چاہیئے اگر جوابی خط ہوتا تو میں جواب لکھتا کہ جاہلوں کو اس قدر تر نہ ہونا چاہیئے کہ جس سے بالکل ڈوب ہی جائیں متکبروں کے ساتھ یونہی پیش آنا چاہیئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خرد ماغ ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کو یہ معلوم کرا دیا جائے کہ علماء بھی اسپ تاغ ہیں جزاء سیئة سیئة مثلها۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

بدون اعمال صالحہ کے فضل کی امید رکھنا حماقت ہے

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ فضل و رحمت کے نصوص سنکر معصیت پر دلیر ہو گئے ہیں بیشک نجات کا مدار تو فضل ہی پر ہے مگر یہ اعمال بھی تو فضل ہیں بدون اعمال کے توقع رکھنا بالکل ایسا ہے جیسے یہ سنکر کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے اور ان سے حوا علیہ السلام پیدا ہوئیں اور حضرت مریم علیہ السلام سے بدون شوہر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے یہ سنکر نکاح نہ کرنے اور اولاد کا متوقع رہے۔

وہم بری بلا ہے

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ وہم خود ایک مستقل مرض ہے مومن خان شاعر رمضان شریف میں جس مسجد میں تراویح پڑھتے تھے ایک ڈوم بھی نماز پڑھنے آتا تھا اس نے خان صاحب سے کہا کہ جس سورت کا نام نہیں لیا کرتے (مراد سورہ یسین) وہ جس روز آوے بتلا دیجو میں اس روز نہ آوں گا یہ وہم اس پر سوار تھا کہ مرنے کے وقت ہی اس کو سناتے ہیں اور اس کے بعد مر جاتا ہے خان صاحب نے ایک روز اس سے کہا ارے مجھ کو کہنا یاد نہیں رہا وہ تو رات پڑھی گئی بس اس نے سب سے ملنا جلنا اور خطا قصور معاف کرانا شروع کر دیا دوسرے تیسرے روز مر گیا۔

حصول بصیرت کے لئے فضول کلام کا ترک

(ملفوظ ۲۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کو بیٹھے بیٹھے کچھ زیادہ بولنے کا شوق معلوم ہوتا ہے سوال چاہے ضروری ہو یا غیر ضروری اس کی پرواہ ہی نہیں مولوی صاحب اب تو ضرورت اس کی ہے کہ قیل وقال چھوڑ کر مولانا رومی کے قول پر یا شاید اور کا قول ہو عمل کر و فرماتے ہیں۔

جملہ اوراق و کتب درنارکن   سینہ راز نور حق گلزار کن

(ساری کتابوں کو آگ لگا دو سینہ کو نور حق سے گلزار بنالو (یعنی صرف علوم ظاہری بغیر نور باطن کے کارآمد نہیں ہیں)

اہل علم کو دو مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں ایک تو کتابوں کا ختم کرنا پھر دوسری معنے کو ختم کرنا یعنی بھلا دینا میں آپ کو ایک نہایت مفید اور کارآمد مشورہ دیتا ہوں جو تجربہ کی بناء پر ہے وہ یہ کہ چند روز اگر آدمی خاموش رہے تو بصیرت پیدا ہو جاتی ہے بدون چند روز خاموشی اختیار کئے بصیرت نہ ہوگی اور اپنی اصلاح کے لئے کسی کو تجویز کرنے میں کسی طرف رائے قائم نہیں کر سکتا اگر کی بھی تو وہ قابل اعتماد نہ ہوگی یہ اس وقت میں نے آپ کو نہایت مفید مشورہ دیا ہے بشرطیکہ آپ اس کی قدر کریں اور اسکو آپ اپنا دستور العمل بنائیں۔

نفلی عبادات میں کمی زیادتی شیخ کے مشورہ سے ہونی چاہئے

(ملفوظ ۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تلاوت قرآن اور کثرت نوافل سب سے افضل عبادت ہے اور یہ مقاصد ہیں ان ہی دو چیزوں کی صلاحیت کے لئے طریق میں ذکر و شغل کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ سب مقدمات ہیں اور ان میں شیخ کی بھی ضرورت ہے اس لئے کہ اس میں بعض اوقات کچھ خطرات بھی پیش آتے ہیں اور مقاصد میں کوئی خطرہ نہیں پھر یہ دونوں ذکر اللہ پر بھی مشتمل ہیں ان دونوں کی بھی روح اعظم ذکر ہی ہے وہ خود ان میں مضمر ہے باقی مستقل اذکار مثلاً سبحان اللہ، یا لا الہ الا اللہ ان سب سے تلاوت قرآن و نماز افضل ہے نماز اور قرآن کی آجکل کے اکثر مشائخ کے دل میں وقعت وعظمت نہیں تمام زور ذکر پر دیا جاتا ہے حالانکہ ان میں ایک اور لطیف فرق بھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی ذکر زیادہ کرتا ہے اسمیں عجب پیدا ہو جاتا ہے اور نماز اور تلاوت قرآن سے عجب کم پیدا ہوتا ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اکثر عوام ذکر کو خواص کا فعل سمجھتے ہیں اور نماز و تلاوت قرآن کو عوام کا فعل سمجھتے ہیں تھوڑی سی دیر بیٹھ کر ذکر کر لیا اللہ اللہ یا اللہ بس خواص میں داخل ہو گئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا ایسی حالت میں ذکر و شغل چھوڑ دینا چاہیئے مگر یہ سب امور شیخ کی تجویز پر موقوف ہیں کہ کس وقت کیا مناسب ہے چنانچہ بعض اوقات وہ یہ مشورہ دے گا۔ کہ خاص ہیت سے بیٹھ کر ذکر کیا جاوے چلتے پھرتے پڑھ لیا کرو کیونکہ اس طور سے تمکو کوئی ذاکر نہ سمجھے گا یہ گردن جھکا کر بیٹھنا اور ادھر ادھر گردن ہلانا اس سے لوگ ذاکر سمجھتے ہیں غرض کہ ہر حالت میں شیخ کامل کی ضرورت ہے اپنے کو اس کے سپرد کر دینے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہیئے۔

ہر کام طریقہ اور قاعدہ سے ہونا چاہئے

(ملفوظ ۲۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ طریقہ درخواست کا بتلادیا گیا ہے جس وقت قاعدہ اور سلیقہ سے درخواست کی جائے گی فوراً سلسلہ تعلیم جاری کر دیا جائے گا اور اگر اس طریقہ اور قاعدہ پر کوئی اعتراض ہے جیسے بعض بدفہم قانون سے گھبراتے ہیں تو نماز میں بھی قاعدہ اور طریقہ ہے مثلاً وضو ہے قبلہ رخ ہونا ہے طہارت ہے وغیرہ وغیرہ اب اگر اس پر کوئی کہے کہ بس جی ان قیود کا مقصود تو یہ ہے کہ نماز ہی نہ پڑھو جیسے استفادہ طریق کے قوانین کے متعلق ناواقف یہی شبہ کرتے ہیں کہ انکا حاصل تو طریق کا تنگ کرنا ہے تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔

دین کے آسان ہونے کا مطلب اور چند بزرگوں کی حکایات

(ملفوظ ۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین کے آسان ہونے میں کوئی شبہ نہیں اگر کسی کو شبہ ہوتا ہے حقیقت کے نہ سمجھنے سے ہوتا ہے ایک شخص نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے عرض کیا کہ حضرت مفقود کے مسئلہ میں تو بڑا حرج ہے فرمایا کہ بڑا حرج لئے پھرتا ہے جہاد میں بھی تو حرج ہے جان دینی پڑتی ہے اس کو بھی قرآن شریف سے نکال دو۔ مولانا پر جذب کا غلبہ رہتا تھا اسی رنگ کا جواب دیا جذب کے مناسب ایک واقعہ مولانا کا بیان فرمایا کہ وقار الامراء حیدرآبادی ملاقات کو آئے مولانا نے حکم دیا نکال دو صاحب زادہ نے سفارش کی فرمایا اچھا دو بجے رات تک اجازت ہے وہ بھی نہایت ہی باادب سلیم الطبع تھے دو بجے چلے گئے بعض لوگوں نے کہا بھی کہ صبح کو چلے جائیں مگر انہوں نے جواب دیا کہ خلاف ادب ہے یہاں پر قیام کرنا مولانا کا اس کے بعد ٹھہرنے کا حکم نہیں یہ اس زمانہ کے امراء کی حالت تھی خصوص حیدرآباد کے امراء نہایت ہی مخلص اور فقراء سے نہایت خوش اعتقاد تھے ہمارے ماموں صاحب کا فرمانا یاد آیا کہ حیدرآباد کے فقراء تو دوزخی ہیں اور امراء جنتی اس لئے کہ امراء کا تعلق تو فقراء سے دین کی وجہ سے ہے اور فقرا کا تعلق امراء سے دنیا کی وجہ سے ہے ان کی دنیا پرستی کی بناء پر نظام دکن کا ایک مقولہ نقل کیا کہ ان سے کہا کہ مرید ہو جاؤ دریافت کیا کس سے کہا کہ آپ کے شہر میں بہت سے مشائخ ہیں کہا کہ وہ تو خود میرے مرید ہیں کہ بارادہ دنیا میرے پاس آتے ہیں میں انکا کیا مرید ہوتا کہی تو سمجھ اور کام کی بات میں جو حیدرآباد گیا وہاں پر چند روز قیام رہا اور چند وعظ بھی ہوئے میرے چلے آنے کے بعد حفظ الایمان کی عبارت لکھ کر اور اس پر ایک فتویٰ بنا کر وہاں کے مشائخ کے دستخط کرا کر نظام کے سامنے پیش کیا کہ آئندہ کے لئے اس شخص کا حدود ریاست میں

داخلہ بند کر دیا جائے اگر یہ شخص ایک دوبارہ آیا سب کو گمراہ کر دے گا نظام نے کہا کہ جس شخص کی یہ عبارت ہے وہ زندہ ہے اس سے اس کا مفہوم دریافت کرو اور جب وہاں سے جواب آجاوے ہمکو دکھلاؤ ہم اس وقت رائے قائم کریں گے اب کون لکھتا وہ تو شرارت تھی نظام بڑے دانشمند ہیں اسی سلسلہ میں یہ بیان کیا کہ میں جب حیدرآباد تھا تو بعض احباب نے چاہا کہ نظام سے ملاقات ہو مگر میں دعا کرتا تھا کہ سامنا نہ ہو نظام کو بھی کوئی دلچسپی نہ ہوتی اور مجھ کو بھی الجھن ہوتی دوسرے عوام کا نقصان ہوتا ان کو خیال ہوتا کہ یہ بھی دنیا کے لئے آیا تھا تو اب جو وعظوں سے اثر ہوتا وہ جاتا رہتا رہا کچھ وظیفہ وغیرہ اگر ہو جاتا تو غریب تو ہدایا اس لئے بند کر دیتے کہ اب پیر کو کیا پرواہ رہی اور وہ بھی کسی بات پر بداعتقاد ہو کر اگر وظیفہ بند کر دیتے ہیں بس ہم تو کسی طرف کے بھی نہ رہتے اس لئے ہمارے یہی جمان جو ہیں آٹھ آنہ چار دو آنہ والے وہی ٹھیک ہیں اور الجھن پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا مقولہ نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ امراء کے پاس جب تک بیٹھا رہتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قید خانہ میں بند کر دیا۔

صحبت کا اثر تابع پر ہوتا ہے متبوع پر نہیں

(ملفوظ ۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ امراء کے پاس بیٹھ کر قلب میں دین کا اثر کمزور ہو جاتا ہے اور دنیا کا اثر قوی ہو جاتا ہے اور یہ اثر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے پاس تابع بنکر جاتے ہیں اور جو شخص کسی کے پاس قصد کر کے جائے گا اس پر اسی کا اثر ہوگا چنانچہ اگر امراء قصد کر کے اہل دین کے پاس آئیں تو ان پر دین کا اثر ہوگا اور اگر اہل دین امراء کے پاس قصد کر کے جائیں گے ان پر دنیا کا اثر ہوگا غرض تابع پر ہوا کرتا ہے متبوع پر اثر نہیں ہوا کرتا یہی قاعدہ صحبت بد نیک کا ہے اگر بد آدمی نیک آدمی کی بدصحبت اختیار کرے اور تابع بنکر اس کے پاس رہے تو اس پر اثر ہوگا اور دین پیدا ہوگا اگر نیک آدمی بدصحبت اختیار کرے اور اس کے پاس رہے تو اس پر اثر بدی کا ہوگا۔

مرید ایسے کو کرے جسے کچھ کہہ سکے

(ملفوظ ۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرید ایسے شخص کو کرے کہ پیر کم از کم اس کو نالائق گدھا احمق تو کہہ سکے اور ان امراء وسلاطین کو مرید کر کے ایسا نہیں کر سکتے اس لئے مرید کر کے ان کی اصلاح کرنا بھی دشوار ہے بلکہ ان امراء کا تو پیر بننا بھی خطرہ سے خالی نہیں سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے پیر کا واقعہ سنا ہے کہ کسی مخبر نے سلطان کو ایک پرچہ سے جس کو اسوقت کمرہ خاص کے لیٹر بکس میں ڈالا جاتا تھا خبر دی کہ پیر صاحب اسوقت سفیر روس کے پاس بیٹھے ہیں اور یہ وہ

وقت تھا کہ پیر صاحب سلطان کے پاس موجود تھے اس لئے واقعہ کا جھوٹ ہونا ثابت ہو گیا اور بچ گئے ورنہ بیچاروں کی خیر نہ تھی البتہ بعض امراء باطنا فقیر ہوتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے نواب ٹونک کا واقعہ ہے یہ سید صاحب سے بیعت تھے حضرت سید صاحب کی بیوی آئیں نواب صاحب نے ایک منزل پر پہنچ کر پیرانی صاحبہ کا استقبال کیا اور ایک طرف سے کہار کو پالکی میں سے ہٹا کر خود پالکی کو کندھا دے کر لائے ان ہی نواب صاحب کے ایک خان صاحب پیر بھائی تھے۔ انہوں نے کسی شخص کی سر دربار کوئی سفارش کی نواب صاحب نے سفارش قبول کرنے سے کچھ عذر کیا انہوں نے نواب صاحب کے ایک دھول رسید کی بیچاروں کی دھول بھی اڑ گئی مگر کچھ نہیں بولے جب دربار ختم ہو چکا تو تنہائی میں پیر بھائی سے یہ بات کہی کہ ویسے تو اگر سر بازار میرے جوتے بھی لگا دو تو تم کو حق ہے مگر دربار میں ایسا کرنا مناسب نہیں اس لئے کہ خدمت خلق میرے سپرد ہے اور اس کے لئے ھیبت کی ضرورت ہے اور ایسی بات ہیبت میں مضر ہو گی کیا ٹھکانا ہے اس کسر نفسی کا سوا ایسے لوگ امراء کب ہیں یہ کامل مکمل فقراء ہیں میں ایک مرتبہ بھوپال گیا ہوا تھا بیگم صاحبہ سے ملاقات کرانے کی بعض احباب نے کوشش کرنا چاہا مجھ کو پسند نہ تھا مگر انکار موھم کبر تھا بس میں نے صرف ایک شرط لگائی وہ یہ کہ بیگم صاحبہ کو خود بولنے کی اجازت نہ ہو گی اپنے بیٹے کے ذریعے سے گفتگو کریں یہ شرط ملاقات کے لئے ایسی تھی جیسے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ان کی نظر میں تو یہ شرط اچھی خاصی بدتہذیبی کی دلیل تھی مگر ان امراء کی نظر میں مردود ہی رہنا چاہیئے اسی میں خیر ہے۔

۱۲ ذی الحج ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ہر چیز میں انتظام وسلیقہ کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام وسلیقہ کی ہر چیز میں ضرورت ہے جو شخص انتظام پر قادر نہ ہو گا وہ فسخ انتظام میں بھی گڑ بڑ کرے گا یہ تجربہ کی بات ہے کہ پھوہڑ عورت کی حکایت ہے ایک روز خاوند سے کہا میاں لاؤ گلگلے پکالوں خاوند نے جواب دیا کہ تیرے بس کا کام نہیں تو رہنے ہی دے کہا کہ کیا میں بالکل ہی پھوہڑ ہوں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتی غرض اس نے آٹا اور مٹھائی لے کر پانی ڈالکر ملانا شروع کیا پانی زیادہ پڑ گیا پتلا ہو گیا آٹا کڑاہی میں پھیل گیا خاوند نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تیرے بس کا نہیں کہا کہ میں چلے پکالوں گی اس نے کہا تجھ سے یہ بھی نہ ہو گا کہا واہ ایسی کیا بات ہے غرض چلے بنانے بیٹھی آٹا توے پر سے ٹپکنے لگا اس کی اطلاع خاوند کو دی اس نے کہا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کام نہیں ہے کہا کہ میں لپسی بنالوں گی اس نے

کہا یہ بھی تیرے بس کا کام نہیں غرض ہنڈیا چڑھا کر پکانا شروع کیا ہنڈیا جل گئی اس کی اطلاع خاوند کو دی اس نے کہا کہ میں پہلے ہی کہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کچھ بھی نہیں کہا میں پھینک آ ونگی اس نے کہا کہ تجھ سے یہ بھی نہ ہوگا غرض چھت پر جا کر راستہ میں پھینک دیا کوئی معزز آدمی جا رہا تھا ہنڈیا اس کے سر پر پڑی اس نے گالیاں دیں اور لٹھ لے کر چڑھ گیا تب خاوند نے کہا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ تیرے بس کا نہیں پٹوانیکا انتظام کر دیا دیکھئے ہر انتظام کی فنخ میں بھی بے انتظامی ظاہر ہوئی۔

خرچ کے انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خرچ کے انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے مگر وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں بدون اس کے انتظام ہونا دشوار ہے یہ تجربہ کی بات ہے کہ اس سے حضرت حاجی صاحب کے ایک قول کی تائید ہوتی ہے کہ افعال رذیلہ بھی اپنی ذات میں مذموم نہیں اس کو اگر صحیح محل میں صرف کیا جاوے تو محمود ہے۔

مولانا ارشاد فرماتے ہیں

شہوت دنیا مثال گلخن ست، کہ ازوحمام تقوی روشن ست

(دنیا کی شہوت مثل بھٹی کے ہے کہ اس سے تقوی کا حمام روشن ہے ۱۲)

مضمون خود لکھنا آسان املاء کرانا مشکل

(ملفوظ ۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ مضمون خود تو لکھنا آسان ہے مگر دوسرے کو نہیں لکھا سکتا۔

عالم ہونیکے لئے مصنف ہونا ضروری نہیں

(ملفوظ ۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم ہیں مگر صاحب تصانیف نہیں۔ ہر صاحب کمال کا رنگ جدا ہے۔

بعض روایات پر جنت کے درختوں کا حال

(ملفوظ ۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا تھا جنت کے درختوں کی جڑ اوپر ہوگی اور شاخیں نیچے مجھ کو بڑا تعجب ہوا کہ اس کی کیا صورت ہوگی کیا یہ صورت ہوگی کہ جڑ کسی چھت میں الٹی لگی ہو مگر یہ صورت تو بہت مستبعد ہے پھر کوئی ا۔کا مساعد بھی نہیں پھر یہ سمجھ میں آیا کہ کسی اونچے پشتہ پر جڑ قائم کی جائے اور اس کے اطراف میں شاخیں نیچے کو آ جائیں جیسے سنا

ہے میں نے خود نہیں دیکھا کہ بعض آم بیلدار ہوتے ہیں ان کو اونچے پر لگایا جاتا ہے اور انکی شاخیں نیچے پھیل جاتی ہیں شاید ایسا ہو۔

اولیاء اللہ کے نام پر نذر نیاز کا حکم اور اس کی علمی تحقیق

(ملفوظ ۳۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ اولیاء اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں یا ان کے مزار پر نذر و نیاز کی مٹھائی وغیرہ چڑھاتے ہیں اس میں دو قسم کے عقائد کے لوگ ہیں ایک تو یہ کہ ان کو حاجت روا سمجھ کر ایسے کرتے ہیں اس کے تو شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ذبح تو کرتے ہیں اللہ ہی کے نام پر مگر اولیاء کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور انکو مقبول سمجھ کر ان سے دعاء کے طالب ہوتے ہیں اس میں کیا حکم ہے فرمایا کہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں مگر عوام کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے اس میں بھی احتیاط ضروری ہے سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے حکم میں اختلاف نہیں وہ کہتے ہیں کہ سب عوام کی نیت شرک نہیں ہوتی اور ہم کہتے ہیں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کی نیت شرک کی ہوتی ہے تو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہوا حکم میں اختلاف نہیں باقی غالب واقعہ یہی ہے کہ نیت عوام کی یہ ہی ہوتی ہے کہ وہ راضی ہو کر خوش ہو کر ہماری حاجت کو پورا کر دیں گے بس یہی شرک ہے اور بعضے اہل کی تفسیر ذبح سے کر کے اس مذبوح بہ نیت تقرب الی غیر اللہ وعلی اسم اللہ کو حلال کہتے ہیں سو یہ ان کی غلطی ہے اور اگر ان کی تفسیر کو مان لیا جاوے اور ما اہل لغیر اللہ (اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو) میں داخل نہ مانا جاوے تب بھی وہ ذبح علی النصب (اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے) میں داخل ہونا تو قطعی ہے اس لئے کہ وہ عام ہے ہر منوی لغیر اللہ جس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کی گئی ہو) کو گو مذبوح باسم اللہ (اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو) ہی ہوا اس لئے سب ایک ہی حکم میں داخل ہیں البتہ قرائن سے یہ عموم حیوانات کو شامل ہوگا غیر حیوان کو جیسے شیرینی وغیرہ کو شامل نہ ہوگا یعنی لفظاً اس کو عام نہ ہوگا اشتراک علت سے حکم عام ہوا اور گو لفظ ما اھل ظاہراً اس کو بھی عام ہے مگر عموم وہی معتبر ہے جو مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو حدیث لیس من البر الصیام فی السفر (سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں) اس کی دلیل ہے چنانچہ جمہور فقہا کا مذہب ہے کہ سفر میں روزہ افطار کرنا واجب نہیں کیونکہ قرائن سے مراد متکلم کی حدیث میں وہی صوم ہے جو سبب ورود یعنی مشقت شدید تک مفضی ہو بہر حال اس عموم لفظی میں ایک حد ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ قرائن میں کلام ہو مراد آباد کے ایک وعظ میں میں نے یہ مسئلہ عموم کے محدود ہونے کا بیان کیا

تھا جسمیں مولانا انور شاہ صاحب بھی شریک تھے انہوں نے بہت پسند کیا۔
ف۔ احقر اشرف علی کہتا ہے کہ ضابط ملفوظات اس مضمون کو کافی طور پر ضبط نہیں کر سکتے اس لئے میں خلاصہ لکھے دیتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللہ کو بعض نے خاص کیا ہے اس جانور کے ساتھ جس کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاوے اور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاوے گو اسکی نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہو اس کو حلال کہا ہے اور منشا اس کا یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس میں عند الذبح (ذبح کے وقت) کی قید لگا دی ہے مگر یہ قول محض غلط ہے دوسری آیت ماذبح علی النصب میں ما عام ہے اور وہاں کوئی قید نہیں اور مذبوح باسم اللہ کو بھی شامل ہے سو اس کی حرمت کی علت بجز نیت تقرب کے کیا ہے پس اسی طرح ما اھل بہ لغیر اللہ بھی عام ہوگا اور دونوں کے مفہوم میں اتنا فرق ہوگا کہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں غیر اللہ کے لئے نامزد ہونا قرینہ ہوگا قصد تقرب بغیر اللہ کا اگرچہ انصاب بتوں پر ذبح نہ کیا جاوے اور ماذبح علی النصب میں ذبح علی الانصاب اس مقصد کا قرینہ ہوگا اگرچہ غیر اللہ کے نامزد نہ کیا گیا ہو پس دونوں میں عموم وخصوص من وجہ ہوگا اور یہی تغایر مبنی ہوگا ایک کے دوسرے پر معطوف ہونے کا سورہ مائدہ میں پس علت حرمت کی قصد مذکور ہوگا یہ تو قرآن مجید سے استدلال ہے ما اھل بہ لغیر اللہ میں عند الذبح کی قید نہ ہونے کی اور فقہاء نے مذبوح لقدوم الامیر (جو امیر کے آنے کے وقت اس کے تقرب کے لئے ذبح کیا ہو) کی حرمت میں اس کی تصریح کی ہے وان ذبح علی اسم اللہ تعالیٰ (اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو) اور یہ علت بیان کی ہے۔ **لانہ ما اھل بہ لغیر اللہ**
پس معلوم ہوا کہ عند الذبح کی قید اتفاقی جزماً علی العادۃ ہے یا اس قید سے یہ مقصود ہے کہ ذبح کے وقت تک وہ نیت تقرب کی رہی ہو یعنی اگر ذبح کے قبل توبہ کر لی تو پھر حرمت نہ رہے گی اور تفسیر احمدی میں جو بقر منذورۃ الاولیاء (اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے جو جانور ذبح کیا جاوے) کو حلال کہا ہے وہ اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کیونکہ منیہ میں یہ تاویل کی ہے کہ ذبح للہ ہے اور نذر سے مقصود ان کو ایصال ثواب ہے تو یہ اختلاف واقعہ کی تحقیق میں ہوا کہ ان کے نزدیک عوام کی نیت تقرب کی نہیں نہ کہ منوی للتقرب (جس میں تقرب کی نیت کی گئی ہو) کی حرمت میں اس تاویل سے خود ظاہر ہے کہ منوی للتقرب کو وہ بھی حرام سمجھتے ہیں اور بعض نے ما اھل بہ کو ایسا عام کہا ہے کہ حیوان وغیر حیوان دونوں کو شامل ہے یعنی طعام وشیرینی بھی اسمیں داخل ہے مگر تامل وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مقصود بیان کرنا احکام حیوان کا ہے رہا ما کے عام ہونے سے استدلال سو

محقق یہ ہے کہ اس عموم میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ مراد متکلم سے متجاوز نہ ہوا اور یہاں مجاوز ہو جاویگا مگر اس سے حلت لازم نہیں آتی بلکہ اشتراک علت سے حکم بھی مشترک ہوگا حیوان میں نص قطعی سے اور غیر حیوان میں قیاس ظنی سے واللہ علم۔

متصنع مصیبت میں رہتا ہے:

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متصنع ہمیشہ مصیبت میں رہتا ہے چنانچہ ہر سوال کے جواب میں اس کو تعب برداشت کرنا پڑتا ہے لاادری کہنے کی اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی حالانکہ لاادری میں بڑی راحت ہے۔

مجذوب کی حالت جذب کا سبب:

(ملفوظ ۳۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجذوب پر وارد اس قدر قوی ہوتا ہے کہ جو اس کی مجنونانہ حالت بنا دیتا ہے۔

جنون کے بعد نہ ایمان کا اعتبار نہ کفر کا

(ملفوظ ۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر حالت کفر میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا ایمان معتبر نہیں اور اگر حالت اسلام میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا کفر معتبر نہیں غرض جس حالت پر جنون ہو وہ قانون شرع سے بدل نہیں سکتا جیسے موت جس حالت پر ہو اس ہی کے موافق حکم ہوتا ہے مثلاً جس طرح موت کے بعد ولایت سلب نہیں ہوتی اسی طرح جنون سے بھی ولایت سلب نہیں ہوتی اگر ولایت کی حالت میں جنون ہو گیا وہ ولی ہے اور اگر عامی ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ عامی ہے اگر مسلم ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ مسلم ہے اگر کافر ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ کافر ہے۔

عقل کی فضیلت اور سالک اور مجذوب میں فرق مراتب

(ملفوظ ۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل حق تعالٰی کی ایک بڑی نعمت ہے مگر اس کے استعمال کے بھی کچھ حدود ہیں حد سے تجاوز کرنے میں بجائے نعمت کے زحمت ہو جاتی ہے اور اس عقل ہی کی بدولت مجذوب سے سالک کا مرتبہ بڑا ہے میرے سامنے ایک مرید نے اپنے بدعتی جاہل پیر سے مسئلہ پوچھا تھا کہ مجذوب افضل ہے یا سالک پیر نے جواب دیا کہ اس کا جواب اسی سے معلوم کر لو کہ شریعت نے شراب کو اس لئے حرام کر دیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے تو اب عقل کے شرف کے اور سالک و مجذوب کے عاقل و غیر عاقل ہونے کو سوچ لو بیچارے پیر تھے تو بدعتی جاہل مگر بات کام کی کہی۔

کفأت فی النکاح میں اصل علت

(ملفوظ ۳۷) کفأت کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفأت کی قید معلل ہے علت کے ساتھ اور وہ علت عرفی عزت و ذلت ہے مثلاً شیخ زادہ چاہے فاروقی ہو یا صدیقی ہو یا انصاری ہو یا عثمانی ہو ان کے آپس میں تناکح عرفاً موجب استنکاف نہیں پس یہ سب باہم کفو ہوں گے۔ ان میں اس کی بھی قید نہیں ہوگی کہ ماں عربی النسل ہو کیونکہ عزت میں یہ سب برابر سمجھے جاتے ہیں حدیث کا انکار نہیں۔

اصل وجد تو علوم پر آنا چاہیے

(ملفوظ ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیوں کو قوالی اور ڈھولک سارنگی پر بڑا وجد ہوتا ہے جو مطلق نفسانی ہے درحقیقت وجد کے قابل تو یہ صورت ہے) کہ جس وقت علوم مبارکہ کا بیان ہوتا ہے اور تحقیق ہوتی ہے اس وقت ایک عجیب لطف اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب علم میں یہ لطف ہے تو عمل میں کیا کچھ ہوگا اور پھر حال میں کیا ہوگا اور پھر مقام میں کیا ہوگا۔

حسین ابن منصور کے لقب حلاج کا مطلب اور پیشہ کا بیان

(ملفوظ ۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان کا منصور نام مشہور ہو گیا یہ ابن منصور ہیں نام حسین تھا حلاج لقب ہے ان کا یہ پیشہ نہ تھا بلکہ ایک کرامت کی بناء پر یہ لقب ہو گیا مگر اس کی بناء پر دھنیے اپنے کو ان کی طرف نسباً نسبت کرنے لگے یہ بالکل غلط ہے اور خواہ مخواہ لوگ اپنے نسب کو چھپاتے اور بدلتے پھرتے ہیں عالی نسب نہ ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اختیاری نہیں وہ حقیقتاً نقص نہیں مثلاً سقہ ہونا جولاہہ ہونا قصائی ہونا دھنیا ہونا جو چیز اختیاری نہیں اس لئے اس میں کوئی نقص نہیں۔

عقل کی بمقدار انسان مکلّف ہے

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں میں بہت ہی سادگی ہوتی ہے یہاں پر ایک عورت عابدہ زاہدہ تھیں وہ مجھے اپنے افلاس کے واقعات بیان کرنے لگیں جس میں کسی قدر تطویل ہوگئی پھر دفعتاً گھبرا کر کہنے لگیں کہ مولوی جی میں زیادہ کہتی بھی نہیں کبھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرے ہے ایک اور عورت ضعیفہ نے مجھ سے سوال کیا کہ مولوی جی تمھیں تو اللہ میاں کے گھر کی سب خبر ہے میں یوں پوچھوں کیا اللہ میاں رندہ ہیں میں نے سوچا کہ اگر علمی مضمون بیان کیا تو یہ بیچاری کیا سمجھے گی بے علمی تو اس سوال کا سبب ہی ہے میں نے اس کے فہم کی

رعایت کرتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ بتلا کہ مینہ کون برساتا ہے اولاد کون دیتا ہے کہا کہ اللہ میاں میں نے کہا کہ بھلا مرکر بھی کوئی کام کرسکتا ہے کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ بس تو اب تم خود ہی سمجھ لو بہت خوش ہوئی اور دعائیں دیں ایک عورت نے بنت میں ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ ایک وقت ایسا ہوگا کہ سوائے اللہ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا اس پر نہایت حسرت سے بولی کہ اکیلے اللہ میاں کا جی نہیں گھبرائے گا نعوذ باللہ ایسے لوگوں کی باتیں ایسی ہیں کہ جیسے ایک شخص کا واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ نہایت گنہگار تھا موت کے قریب بیٹوں کو وصیت کی کہ میرے مرجانے کے بعد مجھ کو قبر میں دفن نہ کیا جاوے بلکہ میری لاش کو لکڑی جمع کر کے اسمیں جلا دیا جاوے اور جو کچھ میری لاش کی راکھ ہو اس کو نصف دریا میں چھوڑ دی جاوے اور نصف آندھی میں اڑا دی جاوے اس کے بعد بھی اگر میں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آ گیا تو خوب ہی سزا دیں گے اس کے مرجانے کے بعد بیٹوں نے ایسا ہی کیا حق تعالیٰ نے حکم فرمایا سب مٹی جمع ہوگئی اس میں روح پھونک کر سامنے حاضر کر دیا گیا حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ایسا کیوں کیا عرض کیا کہ اے اللہ آپ کے خوف سے ایسا کیا اس پر حق تعالیٰ نے مغفرت فرمادی اب دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ اس شخص کا قدرت کے متعلق کامل نہ تھا بلکہ ناقص تھا مگر اس پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا گیا کیونکہ اس کی عقل اتنی ہی تھی اس لئے معذور قرار دیا گیا ایک اور واقعہ ہے ایک گنوار نے وعظ میں سنا کہ حق تعالیٰ ہاتھ پیر منہ وغیرہ سب سے مبرا اور منزہ ہیں اس نے واعظ کو جواب دیا کہ (نعوذ باللہ) تیرا خدا بطخ شامی ہوگا ہمارے خدا کے تو ہاتھ پیر سب کچھ ہیں ہمارے تو ہاتھ پیر ہوں ان کے نہ ہوں بس اسکا فہم اس سے زیادہ نہ تھا مدار تکلیف کا عقل ہی ہے بس جتنی عقل اتنی تکلیف۔

الاذھاب للاعجاب یعنی عجب کا علاج

(ملفوظ ۱۴۱) (ملقب بہ الاذہاب الاعجاب) ایک سلسلہ گفتگو میں چند امور فرمائے جو علاج ہیں عجب کے ایک یہ کہ اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود اعمال میں یہ قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزا مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اعمال کو ہیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے اسی مراقبہ سے علاج ہو جاویگا عجب کا کہ عمل طاعات سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضاء حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے عشاق کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ جنت کو وہ دوست کی ملاقات کا مقام سمجھتے ہیں اور اسی طرح دوزخ کو دوست کے فراق کی جگہ تصور کرتے ہیں اور دوسرا امر یہ فرمایا کہ استعداد کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے قصہ آدم علیہ السلام اور ان کی تعلیم اسماء میں اور فرشتوں کے عجز عن الجواب کی بناء یہی استعداد ہے ان علوم اسماء کے اخذ کرنے کی استعداد آدم

علیہ السلام میں تھی ملائکہ میں نہ تھی اس لئے آدم علیہ السلام کو جو علم عطا ہوا وہ فرشتوں کو عطا نہیں ہوا پس اس سے یہ اشکال رفع ہوگیا کہ آدم علیہ السلام کو جن علوم خاصہ کی تعلیم دی گئی اگر ملائکہ کو دی جاتی تو وہ بھی ان علوم سے متصف ہو جاتے پھر آدم علیہ السلام کا کمال کیا ہوا وجہ دفع تقریر بالا سے ظاہر ہے آدم علیہ السلام کو کوئی خفیہ تعلیم نہیں دی گئی مگر ملائکہ میں ان علوم کی استعداد نہ تھی اس لئے ان کی تلقی نہیں کر سکے باقی یہ سوال کہ ان کے عجز عن الجواب کے بعد پھر۔ قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ کے کیا معنی اس وقت وہ علم انکو کیسے حاصل ہو گیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تعلیم محض الفاظی اطلاع تھی معنوی نہ تھی معنوی اطلاع صرف آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی مگر آدم علیہ السلام کے اخبار سے ملائکہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کو جو حقیقت معلوم ہے ہمکو معلوم نہیں اگر کوئی کہے کہ وہ استعداد فرشتوں کو کیوں نہ دیدی گئی جواب یہ ہے کہ وہ استعداد خواص آدم سے تھی اگر ملائکہ کو عطا ہوتی تو فرشتہ فرشتہ نہ رہتا اسی کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انباء جو انبئھم باسماء ہم کا مادہ ہے مطلق اخبار کو کہتے ہیں اور تعلیم جو علم آدم کا مادہ ہے حقیقت کا منکشف کر دینا ہے پس انباء سے تعلیم لازم نہیں آتی غرض استعداد خاص عطا ہونا یہ بھی محض موہبت ہے کسی عمل کا ثمرہ نہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی عمل سابق نہیں ہوا تھا بس یہ بھی علاج ہے عجب کا تیسرا امر یہ فرمایا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اور عجیب واقعہ ہے یہ غالباً میں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز تہجد کے لئے معمول کے موافق اٹھے اور خانقاہ سے جانب صحرا تشریف لے چلے اور یہ خادم بھی ساتھ ہولیا تھوڑی دور چلکر ایک شہر میں پہنچے یہ مرید بھی ہمراہ رہے وہاں ایک مکان میں داخل ہوئے اس مکان میں ایک مجمع ہے وہ لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے آپ مسند پر بیٹھ گئے یہ مرید بھی کسی گوشہ میں جا بیٹھے قریب کوئی کوٹھڑی ہے اس میں سے کسی مریض کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز بند ہوگئی پھر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی کے غسل کے وقت پانی گر رہا ہے پھر وہ آواز بھی موقوف ہوگئی اور چار شخص ایک جنازہ لئے ہوئے نکلے ان کے ساتھ ایک بوڑھے شخص بھی ہیں اور وہ جنازہ حضرت کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہمراہی لوگ جنازہ کو لے کر چلے گئے اور حضرت پھر اسی طرح اپنی جگہ پر آ بیٹھے مع اپنے مجمع سابق ہی کے کچھ دیر گزری تھی ایک شخص نصرانی حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے گلے سے صلیب اتار لی اور اس کا زنار توڑا اور کلمہ پڑھا کر اس مجمع سے یہ فرما کر یہ ہے وہاں سے

واپس تشریف لے چلے اور مکان پر تشریف لے آئے اور نماز تہجد میں مشغول ہو گئے شب گذر جانے کے بعد مرید نے صبح کے وقت حضرت سے سوال کیا کہ رات کیا معاملہ تھا حضرت نے فرمایا کہ وہ مقام شہر موصل تھا اور وہ جماعت ابدال کی تھی اور وہ بیمار بھی اسی جماعت کا ایک فرد تھا اس جماعت نے باطنی طور پر مجھ کو اطلاع دی تھی کہ یہ قریب مرگ ہیں ان کی جگہ کسی کو معین فرما دیجئے اس لئے میں وہاں گیا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا میں نے جناب باری تعالیٰ سے ان کی جگہ کسی کو مقرر کرنے کے لئے عرض کیا حکم ہوا کہ روم میں ایک نصرانی کنیسہ میں صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو ان کی جگہ کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ اس کو کیسے حاضر کیا جاوے سو وہ خرق عادت کے طور پر حاضر ہو گیا اور اسی وقت مسلمان کر کے ابدال کے رتبہ پر فائز کر دیا گیا اور یہ بتلا دیا گیا کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اور اپنے کمال پر ناز نہ کرے سب کچھ ہمارے فضل پر موقوف ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ واقعی بات ہے انسان اپنے کسی کمال یا عبادت پر کیا ناز کرے اس کی عبادت ہی کیا اور کمال ہی کیا۔

جاہل صوفیوں کی باتیں

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہل صوفیوں کے علوم بھی عجیب وغریب ہیں جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بک دیا چنانچہ نفس کی نسبت اکثر کہتے ہیں کہ نفس کافر ہے مگر معلوم بھی ہے کہ نفس کون ہے تم ہی تو ہو اگر وہ کافر ہے تو تم کون ہوئے اسی طرح بہت سی باتیں واہی تباہی گھڑ رکھی ہیں جن کے سر ہے نہ پیر ہے یہ علوم ہیں یہ اسرار ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایسے ہی ایک پیر کی حکایت ہے کہ ان کے ایک مرید نے اس سے ایک خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ آپ کی انگلیاں شہد میں بھری ہیں اور میری پاخانہ میں پیر صاحب نے مرید کا خواب سنکر فرمایا کہ کیوں نہ ہو تو دنیا کا کتا ہے اور ہم بزرگ اللہ والے ہیں مرید نے کہا کہ حضرت ابھی خواب پورا بیان نہیں ہوا کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بھی دیکھا کہ تمھاری انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں آپ چاٹ رہے ہیں یہ سن کر پیر صاحب بہت اچھلے کودے۔ واقعی مرید نے حقیقت کا اظہار کیا خواہ خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو وہ حقیقت یہ تھی کہ پیر کا تعلق تو مرید سے دنیا کی وجہ سے تھا جو مثل پاخانہ کے ہے اور مرید کا تعلق پیر سے دین کی وجہ سے تھا جو مثل شہد کے ہے ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فلاں جگہ کے امراء تو جنتی اور فقراء دوزخی ہیں مطلب یہ کہ امراء جو فقراء سے تعلق رکھتے ہیں دین کی وجہ سے اور فقراء جو امراء سے تعلق رکھتے ہیں دنیا کی

وجہ سے بات تو بڑے کام کی فرمائی بس ایسے پیروں کے یہ علوم اور معارف ہیں ان جاہلوں نے حقائق اور معارف کو بالکل مستور کر دیا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہمارے اکابر کی برکت سے انکے جہل کی حقیقت لوگوں پر منکشف ہوگئی۔

شرط دخول الطریق۔یعنی راہ سلوک میں داخل ہونے کے آداب

(ملفوظ ۴۳) (ملقب بشرط دخول الطریق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسم پرست اور مدعیان طریق اور گمراہوں اور ڈاکوؤں سے بجائے دینی نفع کے بہت مخلوق گمراہ ہو چکی ہے اور نفع کیا ہوتا بقول شخصے جب سقادہ ہی میں پانی نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے یہ لوگ فیض فیض گاتے پھرتے ہیں ہاں مرید سے ایسے پیر کو فیض ضرور ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دنیا حاصل ہو جاتی ہے ان لوگوں نے بیچارے مریدوں کا دین تو خراب کیا ہی تھا لوٹ لوٹ کر ان کی دنیا بھی برباد کر دی انکی آمدنیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں مرید خواہ بیوی کو کچھ دے یا نہ دے خواہ اس کے بچے بھوکوں مریں مگر پیر صاحب کی خدمت فرض و واجب ہے جس کے نہ کچھ حدود ہیں نہ اصول نہ حرام کی خبر نہ حلال کی نہ جائز کی تمیز نہ ناجائز کی غرض نہایت گڑبڑ مچا رکھی ہے اور یہ اندھے مرید بھی ایسی ہی جگہ خوش رہتے ہیں سیدھی سادی باتیں ان کو بھی پسند نہیں بس علاج بھی ایسے بدفہموں کا یہی ہے اور تمام خرابی رسوم کی پابندی کی ہے ہم نے تو اپنے بزرگوں کو ہمیشہ ہر معاملہ میں مصالح پر شریعت کو مقدم رکھتے دیکھا اور رسوم مروجہ سے ہمیشہ ان کو طبعی نفرت رہی ان ہی رسوم میں سے آج کل اس پیری مریدی کا سلسلہ ہے اس میں بھی بالکل رسم کا اتباع کیا جاتا ہے چنانچہ اصل مقصد کو چھوڑ بیٹھے اور محض مطلق بیعت کو مقصود بنا لیا جس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض کو دیکھا کہ پہلے تو جوش کے ماتحت ہو کر مرید ہو گئے ہیں اور پھر بد دل ہو کر پریشان پھر رہے ہیں اسی لئے میں لوگوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ جو شخص قرائن سے کامل بھی سمجھا جاتا ہو اس سے بھی بیعت کرنے میں جلدی نہ چاہئے کیونکہ پہلے پیر کو بھی تو کامل ہی سمجھ کر بیعت کی تھی پہلے عقلاء جو نکاحوں میں کاوش کرتے تھے اس ہی لئے کہ کوئی بات بعد از نکاح عدم مناسبت کی ظاہر نہ ہو جس سے تعلقات میں بے لطفی پیدا ہو کیونکہ آخر زیست تک کا تعلق ہے سو بیعت کا قصہ تو اس سے بھی زیادہ نازک ہے اسلم یہ ہے کہ بیعت کا تعلق تو پیدا نہ کرے اور کام شروع کر دے اس صورت میں سہولت ہے کہ جس روز اعتقاد بدلے سلسلہ تعلیم کا ختم کر دے جس میں ضرورت اطلاع کی بھی نہیں اس طرز میں جانبین کو کتنی راحت ہے اسی طرح شیخ کو بھی چاہئے کہ اگر مرید سے عدم مناسبت کا علم ہو جاوے اس کو

اطلاع کردے کہ تم کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا کہیں اور جا کر تعلق پیدا کرلو اس طرز میں کوئی الجھن نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر شروع ہی میں بیعت کا تعلق کرلیا اور بعد میں طرفین میں سے کسی کو عدم مناسبت محسوس ہوئی تو کلفت اور الجھن کا سبب ہوگا اور تمامتر یہ خرابی عجلت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو عجلت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو جوش کے ماتحت ہو اس کا کیا اعتبار اسی لئے میں بیعت جلدی نہیں کرتا کیونکہ اگر میں بیعت کر بھی لوں تو عدم مناسبت کی بناء پر پھر تھوڑے دنوں کے بعد بیعت توڑنا پڑے گی اب اس احتیاط میں چاہئے میرا نقص ہو یا اس کا یہ دوسری بات ہے اور اس عدم مناسبت کی مثال ایسی ہے کہ بعض مرتبہ میاں بیوی میں باوجود صحت مزاج کے بوجہ عدم توافق انزالین کے اولاد نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی باوجود صلاحیت شیخ و طالب کے بوجہ عدم تناسب کے نفع نہیں ہوتا جب یہ حالت ہے تو پھر بیعت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے اگر پیری مریدی ایمیں یہ بھی اطمینان ہو جائے کہ ہمارا ابھی اعتقاد نہ بدلیگا تب بھی ہمیں کیا حرج ہے کہ بدون بیعت ہوئے پہلے تعلیم شروع کردے پھر اس تعلیم میں اگر دیکھے کہ نفع ہے اور روز افزوں محبت ہے جو دلیل ہے مناسبت کی بس اب لطف ہے بیعت کا ورنہ بیکار طریق کو بدنام کرنا ہے یہ ہے راز اس مشورہ کا اور ایک خرابی تعجیل میں یہ ہے کہ عقیدہ اکثر عوام کا یہ ہے کہ بدون بیعت نفع نہیں ہوتا اور بیعت ہوتے ہی ولی کامل ہو جائیں گے ان وجوہ سے میں اس میں احتیاط کرتا ہوں اس پر لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں مگر جب بعد میں وہ احتمالات صحیح نکلتے ہیں تو اب یہ وہم کی باتیں ہوئیں یا فہم کی اور میرے احتمالات کا باوجود ظاہراً ان کے بعید ہونے کے صحیح نکلنا میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ دل میں ڈالدیتے ہیں اس لئے ایک کے ساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہے دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ تیسرے کے ساتھ تیسرا معاملہ اور یہ فرق محض وجدانی ہے سب ان میں نہیں آسکتا اس بیان میں نہ آنے پر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں مجھکو تو بہت ہی پسند ہے۔

گر مصور صورت آں دلستان خواہد کشید　　لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

(اگرچہ مصور اس محبوب کی تصویر تو کھینچ دے گا مگر میں حیران ہوں کہ محبوب کے ناز وادا کی تصویر کس طرح کھینچے گا ۱۲۔)

حاصل یہ ہے کہ امور ذوقیہ بیان میں نہیں آسکتے ان میں محض دلائل ظاہرہ پر زیادہ مدار نہیں اصل مدار ذوق پر ہے خواہ وہ دلائل ہی سے پیدا ہوا ہو صحابہ کے مناظرہ کا یہی رنگ تھا جس

کے متعلق ممکن ہے کہ آجکل یہ شبہ ہو کہ یہ کیسا مناظرہ نہ دلیل کا زیادہ اہتمام نہ اس کا کافی جواب اور مناظرہ ختم دیکھئے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مناظرہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارہ میں کس شان کا ہوا یہ اپنی کہتے رہے اور وہ اپنی مگر اسی سے حضرت عمر فاروقؓ کو شرح صدر ہو گیا جمع قرآن کے مشورہ میں بھی یہی ہوا کہ ایک فرمارہے ہیں۔ واللہ ھو خیر. اور یہ ہی کہتے رہنے سے دوسری جانب شرح صدر ہو گیا ظاہراً کیا یہ کوئی مناظرہ تھا مگر درحقیقت علوم اصلی وہی تھے اصلی مناظرہ وہی تھا کہ واللہ ھُوَ خَیْر. کہنے ہی سے مناظرہ ختم ہو گیا یہ اثر طلب حق کی نیت کا تھا وعدہ ہے حق تعالیٰ کا وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا مناظرے اب بھی ہوتے ہیں مگر حق واضح نہیں ہوتا اس کا اصلی سبب یہ ہی ہے کہ طلب حق کا قصد نہیں ہوتا بلکہ حق کو قلب میں آنے سے دفع کرتے ہیں آجکل کے مناظرہ کا اصل مقصد غلبہ ہوتا ہے ہیٹی نہ ہو سبکی نہ ہونی چاہیئے آخرت میں ذلت اور سبکی ہو حضرت امام صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مناظرہ سے منع فرمایا تھا صاحبزادہ نے عرض کیا آپ بھی تو مناظرہ کرتے تھے امام صاحب نے عجیب بات فرمائی کہ بھائی ہمارے تمھارے مناظرہ میں فرق ہے ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ خصم کے منہ سے حق بات نکلے اور ہم اس کو قبول کرلیں اور مناظرہ بند کردیں گو ہم ہار ہی جائیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے کہ ہمکو قبول کرنا پڑے اس لئے ہمکو مناظرہ جائز تھا اور تم کو ناجائز اور اس وقت تو نہ وہ صورت رہی نہ یہ صرف یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ ہیٹی نہ ہو خواہ حق کو رد ہی کرنا پڑے اور اسی نیت کی درستی کے لئے مناظرہ میں میں ایک اور شرط لگایا کرتا ہوں کہ جس سے گفتگو ہو اس سے بے تکلفی ہو اس میں یہ مصلحت ہے کہ بے تکلف دوست کی بات مان کر عادتاً میں نہ ہارتا ہوا شرماؤں اور نہ عجز کا اقرار کرتے شرماؤں اور ایسی بے تکلفی دوستوں میں ہوتی ہے یا استاد شاگرد میں ہوتی ہے باقی یہ آجکل جو اہل باطل سے مناظرہ کرتے پھرتے ہیں اگر اہل باطل کے اسکات کی ضرورت ہوتا کہ دیکھنے والوں پر ان کا عجز ظاہر جاوے اس کو میں منع نہیں کرتا باقی قبول کی توقع سے بیکار ہے لیکن میرا جو طرز خاص اعتراض کے جواب میں ہے میں اس کو ایک واقعہ کے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں تحریکات کا زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے مکاتبت ہوئی وہ یہاں پر اسی میں گفتگو کرنے کے لئے آنا چاہتے تھے میں نے ان کو جواب لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ گفتگو کی کئی قسمیں ہیں ایک افادہ اور ایک استفادہ اور ایک مناظرہ اب اگر افادہ مقصود ہے تو اجازت ہے مگر میرے ذمہ اس کا جواب نہ ہوگا بس سن لوں گا یہ تو آپ کی طرف سے تبلیغ ہوگی جب فرض ادا کردیا

تو جائیے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اس کے لئے تردد شرط ہے اور تردد آپ کو ہے نہیں اس لئے کہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے تردد کی حالت میں اعلان نہیں ہوا کرتا اور اگر اب تردد ہو گیا تو اب اعلان کر دیجئے کہ اب مجھ کو تردد ہو گیا میری رائے سابق پر عمل نہ کیا جائے اس طرح جب یہاں پر آئیں تقریر کروں گا اور اگر مناظرہ مقصود ہے تو اس کے نافع ہونیکے لئے بے تکلفی شرط ہے اور آپ کی مجھ سے بے تکلفی ہے نہیں ایسی حالت میں گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کو اپنی بات کی پچ ہو گئی مجھ کو اپنی بات کی بے تکلفی یہ ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی بات قبول کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہو گی کہ اگر قبول کر لیا تو ہیٹی ہو گی سبکی ہو گی ایسی حالت میں گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا میرا اور آپکا وقت فضول بیکار جائے گا اس کا جواب آیا کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آتا حاضری کی اجازت دے دی جائے بجائے میں نے لکھا کہ آجائیے سو وہ تو نہیں آئے دوسرے مولوی صاحب آئے مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں نے خلوت میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور وجہ اس کی میں نے یہ بیان کی کہ مجمع میں گفتگو کرنے میں تو آپ کو خطرہ ہے کہ حکومت کے خلاف گفتگو ہو گی مگر اس خطرہ کے لئے آپ تیار ہیں کیونکہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے ہیں آپ کو نہ جیلخانہ کا ڈر نہ مشینگنوں کا ڈر نہ توپوں اور فوجوں کا ڈر خلوت میں گفتگو کرنے میں مجھ کو خطرہ ہے کہ مجھ پر اشتباہ ہوگا اور میں اس کے لئے تیار نہیں غرض خلوت میں گفتگو کرنے میں آپ کی کوئی مصلحت نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنے میں میری مصلحت ہے اس لئے آپ مجمع میں گفتگو کریں یہی مناسب ہے مولوی صاحب نے بکراہت جلوت میں گفتگو کرنے کو قبول کر لیا اور وقت گفتگو کا بعد نماز مغرب طے ہوا میں نے ملفوظات ضبط کرنے والوں سے کہا کہ تم پنسل کاغذ لے کر بیٹھ جانا اور مولوی صاحب جو فرمائیں اس کو ضبط کر لینا مصلحت اس ضبط میں یہ ہے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر میں بعد میں غور کر سکوں کیونکہ خدانخواستہ کوئی ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے یہ تو دین کا معاملہ ہے اور بیان کے وقت آدمی پورے طریق پر غور نہیں کر سکتا اور بعد میں اگر غور کرے تو کل تقریر کا دماغ میں محفوظ رہنا مشکل ہے اس لئے ضبط کا انتظام کیا گیا غرضیکہ بعد نماز مغرب میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میں اس وقت فارغ ہوں آپ تقریر شروع فرما دیں اس وقت ایک مجمع خانقاہ میں موجود تھا یہ رنگ دیکھ کر مولوی صاحب سمجھے کہ اس نے تو اچھا خاصہ محکمہ قائم کر لیا خاموش رہے تقریر شروع نہیں فرمائی مجھے قرائن سے محسوس ہوا کہ اس وقت انہیں گرانی ہے میں نے رعایت کی اور یہ رعایت تعلق قدیم کی بنا پر تھی مجھے ان کا

ادب بھی ہے اور ان کو بھی مجھ سے محبت ہے تعلقات کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اس وقت ایک اور بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ جسے میں نے اپنی مصلحت کی وجہ سے تقریر کے ضبط کا انتظام کیا ہے کہ کوئی بات غور کرنے سے نہ رہ جاوے ایسے ہی آپ کی مصلحت پر بھی نظر ہے تاکہ بعد میں آپ کو بھی افسوس نہ ہو کہ فلاں بات بیان سے رہ گئی اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت گفتگو ملتوی کیجئے اور اپنے مستقر پر واپس تشریف لے جایئے کتابیں دیکھ کر علماء و لیڈروں سے مشورہ کیجئے اس کے بعد تقریر لکھئے وہ تقریر جامع ہوگی اور وہ تحریر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجد یجئے اس میں آپ کی اور میری دونوں کی مصلحت محفوظ رہے گی آپ کو ضبط تقریر کا بہترین موقع ملے گا۔

اور مجھ کو غور کرنے کا اس لئے کہ اس وقت کے ضبط کرنے میں کوئی نہ کوئی بات رہ جائے گی۔ سب ضبط نہیں ہوگی غرض یہ صورت اس سے بہتر ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کی تحریر کو دل نے قبول کر لیا تو میں رجوع کرا دوں گا۔ بلکہ اخباروں میں چھپوا دونگا اور اگر دیکھنے اور غور کرنے کے بعد دل نے قبول نہ کیا تو خاموشی اختیار کروں گا۔ جس سے محض آپ ہی سمجھ سکیں گے کہ قبول نہیں کیا۔ عام لوگوں کو اس کا علم بھی نہ ہوگا۔ میں نے یہ رعایتیں اس لئے کیں کہ میں ہمیشہ اہل علم کی عزت کو برقرار رکھنے کی تدابیر اختیار کرتا ہوں۔ اس کی سبکی اور ذلت کبھی گوارا نہیں ہوتی۔ غرض واپس تشریف لے گئے مگر آج تک بھی وہ تبلیغ نہ آئی۔ اس کے بعد پھر میرا اشتہار دیکھ لیا کہ یہ تحریک فتنہ ہے اس لئے پھر نہ خود آئے اور نہ مکاتبت ہوئی اور اسی واقعہ میں اگر بے تکلفی ہوتی تو مناظرہ کا بھی مضائقہ نہ تھا۔ ٹھنڈے دل سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ یہ اصولی بات ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے مجھے اپنے ایک مناظرہ کی کتاب سے ایک دلیل بیان کی میں نے کہا کہ مولانا میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس استدلال کو آپ اپنی ضمیر سے صحیح سمجھتے ہیں کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر کیوں ایسا استدلال کیا کہا کہ اجی مناظرہ میں یوں ہی کام چلا کرتا ہے۔ بس آج کل یہ مناظرہ کی حقیقت ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان اصول صحیحہ کے موافق بھی مناظرہ استاد اور شاگرد میں تو نامناسب نہیں مگر پیر مرید میں اس طرح بھی مناسب نہیں اگر شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آوے دوسرے وقت پر چھوڑ دو اس سے معارضہ نہیں کرنا چاہئے اگر ایسا کرے گا فیض نہ ہوگا۔ مناظرہ کی طرح ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ شیخ کے متعلق اگر کوئی شبہ ہو تو اسی سے پوچھتے ہیں ایسا نہ چاہیئے اول تو شبہ ہی کو جگہ نہ دے اور جو بہت ہی غلبہ ہو تو کسی دوسرے محقق سے شبہ رفع کر لے۔ البتہ اگر اس سے تعلق قطع کر لے تو پھر اس

سے پوچھنے کا بھی مضائقہ نہیں۔غرض یہ تعلق باطنی اور قیل وقال جمع نہیں ہو سکتے۔اس کو ظاہری تلمذ کے تعلق پر قیاس نہ کرنا چاہئے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علم کہ چوں وچرا نہ کند, ہر درویشے کہ چوں چرا نہ کند ہر دو را در چراگاہ باید فرستاد (جو طالب علم چوں وچرا نہ کرے اور جو مرید چوں وچرا کرے دونوں کو چراگاہ میں بھیج دیا جائے) یہ مسئلہ کہ پیر پر شبہ نہ کرے عوام میں بھی یہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ پیر کی پیری سے کام اس کے افعال سے کیا کام ہے۔اس میں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسی باتیں شبہ کی زیادہ ہیں یا کم اگر زیادہ ہوں تو ایسے شیخ کو چھوڑ دے تاویل بضرورت کی جاتی ہے اور یہاں ضرورت نہیں اور اگر کم ہیں تو اس وقت یہ تعلیم ہے کہ اس کو نہ چھوڑو تاویل کرو اور تاویل بھی سمجھ میں نہ آوے اس کے در پے نہ ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے گو اس کی نظر میں وہ بظاہر لغزش ہی ہو تب بھی اس سے خلاف نہ کرے۔بدگمانی نہ کرے اور اگر اس پر بھی دین کی ضرورت سے چھوڑے تو بدگمانی نہ ہو صرف یہ نیت ہو کہ وسوسہ میں اجتماع خاطر نہ ہوگا اور جب اجتماع نہ ہوگا تو فیض نہ ہوگا۔یہ ہیں آداب اس طریق کے۔

پیر و مرید اور استاد و شاگرد کے درمیان فرق

(ملفوظ نمبر ۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پیر کو مرید پر ایسا اعتماد نہیں ہوتا جیسا استاد کو شاگرد کے تعلق پر اعتماد ہوتا ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ استاد سے علم حاصل ہوتا اور وہ جاتا نہیں تو اس کا فیض ہر وقت شاگرد کو نظر آتا ہے۔اور پیر سے تقوی حاصل ہوتا ہے اور وہ جا سکتا ہے۔اس لئے اس کا فیض پیش نظر نہیں ہوتا۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

(ملفوظ نمبر ۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجدد صاحب کے وقت تک وحدۃ الشہور ظاہر نہیں ہوا تھا۔اس کو ظاہر کیا مجدد صاحب نے اور وحدۃ الوجود کو ظاہر کیا شیخ محی الدین ابن عربی مجدد صاحبؒ ان کے اقوال کو باطل کہتے ہیں مگر خود شیخ کو مقبول مانتے ہیں اور باطل کہنے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ مجدد صاحب کے سامنے شیخ کے ناتمام اقوال پیش کئے گئے۔

صرف جواب کافی نہیں معقول ہونا بھی ضروری ہے

(ملفوظ نمبر ۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب تو ہر بات کا ہوتا ہے مگر قابل دیکھنے کے یہ بات ہوتی ہے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول ایک غیر مقلد نے میرا رسالہ التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن

العربی دیکھ کر ایک شخص سے کہا کہ اگر میرا فلاں رسالہ دیکھ لیتے تو وہ اپنے اس رسالہ سے رجوع کر لیتے میں نے جواب دیا اگر وہ میرا یہ رسالہ دیکھ لیتے تو وہ اپنے رسالہ سے رجوع کر لیتے اور یہ خاص مسائل تو سب علمی تحقیقات ہیں اور تحقیقات بھی غیر ضروری جن کا نہ جاننا ذرا بھی مضر نہیں اصل چیز عمل ہے اور اس میں اخلال مضر بدون عمل سب بیکار ہے۔ خواہ علم ظاہر ہو یا علم باطن اصل فضیلت عمل ہی کو ہے۔ عمل ہی سے دین کی تکمیل ہوتی ہے۔ دیکھئے صحابہ کو کتابی علم کہاں تھا مگر مقبولیت اظہر من الشمس ہے وجہ کیا کہ علم سے زیادہ ان کے پاس عمل تھا۔

مدارس عربیہ کی خدمات

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس سے بڑھ کر دین کی کیا خدمت ہوگی خادمیں دین کو پیدا کرنا اور شریعت مقدسہ کی حفاظت کرنا سو اس کو مدارس عربیہ بحمد للہ عربی کی تعلیم دے کر اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔ شریعت عربی میں ہے۔ بدون عربی کے شریعت کا تحفظ مشکل ہے۔

علماء اور فقراء کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے

ملفوظ نمبر ۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو ضرورت ہے فقراء کی اور فقراء کو ضرورت ہے علماء کی خواہ مخواہ جماعت بندی کر رکھی ہے۔ ان دونوں فرقوں کی ضرورت کی ایک مثال ہے وہ یہ کہ بدون علم ظاہر کے ایسا ہے کہ جیسے حسین مگر ننگا اور بدون باطن کے ایسا ہے جیسے لکڑی کو قیمتی کپڑے پہنا دیئے جائیں سو دونوں کی ضرورت ہے مگر فقراء سے مراد وہ اہل فن ہیں جو بقدر ضرورت اہل علم بھی ہیں۔ جہلا فقرا مراد نہیں۔

۴ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

مذہب حنفی کے متعلق حضرت گنگوہی کا قول:

(ملفوظ ۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو امام صاحب کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہ ہی ہے معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے۔ بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ بینائی تو اپنی خراب اور آفتاب پر اعتراض۔

مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے

(ملفوظ ۵۰) ایک صاحب نے مدرسہ دیوبند کے فتنہ حاضرہ کا ذکر کیا اور اپنی رائے کا بھی اظہار کیا

کہ اگر ایسا ہو جاوے فتنہ بند ہو جائے۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ اگر آپ یہ مشورہ کارکنان مدرسہ کو دیں تو مناسب ہے۔ میرے سنانے سے کیا فائدہ مگر اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ دیوبند میں نیا فتنہ نہیں ہے۔ اس سے پیشتر بھی متعدد بار ایسا ہو چکا ہے مگر دفع ہو گیا اور وہ فتنہ اہل قصبہ کی طرف سے تھا۔ اہل قصبہ اپنا ایک ممبر بڑھانا چاہتے تھے۔ اس پر میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اگر بڑھ جائے تو ضرر ہی کیا ہے کثرت تو آپ کے خدام ہی کی ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے جواب لکھا کہ مدرسہ مقصود نہیں۔ مقصود رضاء حق ہے اور نااہل ممبر بنانا اور کام سپرد کرنا دین کے خلاف ہے۔ سو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ کہ مدرسہ کیوں ٹوٹ گیا۔ اسکے ذمہ دار اہل فتنہ ہوں گے مگر اس پر باز پرس ہوگی کہ نااہل کو کام کیوں سپرد کیا گیا۔

اصول ضوابط سے لوگوں کی گھبراہٹ

(ملفوظ ۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اصول اور قواعد سے لوگ گھبراتے ہیں۔ ایک محنتی ولایتی طالب علم مراد آباد سے یہاں پر آئے تھے انہوں نے واپس جا کر یہاں کے ضوابط کے متعلق غیر جوابی خط لکھا کہ قرون اولی میں ایسے قواعد اور ضوابط نہ تھے۔ اس لئے یہ بدعت ہیں۔ اول تو یہ ہی صحیح نہیں کہ قواعد اور ضوابط نہ تھے۔ ضروری قواعد ہمیشہ رہے ہیں۔ دوسرے میں پوچھتا ہوں کہ جس مدرسہ میں ان طالب علم صاحب نے کتابیں ختم کی ہیں۔ خود وہاں ایسے قواعد تھے کہ صبح ۶ بجے فلاں سبق اور سات بجے فلاں سبق تو انہوں نے خود علم بطریق بدعت حاصل کیا ہے۔ کیا خرافات اعتراض ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ فلاں چیز حضور کے زمانہ میں نہ تھی۔ اس لئے بدعت ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہی مدار ہے بدعت کا تو تم بھی حضور کے سامنے نہ تھے۔ لہٰذا تم خود بھی بدعت ہو۔

سختی اور مضبوطی میں فرق

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو سخت بھی بتلاتے ہیں حالانکہ سختی اور مضبوطی میں بہت بڑا فرق ہے۔ میں سخت نہیں ہوں بحمد اللہ اصول صحیحہ میں مضبوط ہوں۔ جیسے ریشم کا رسا کہ نرم تو اس قدر کہ جس طرح چاہو موڑ لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھو تو وہ بھی کچھ نہیں بنا سکتا۔ مضبوطی کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہیں اگر اصول صحیحہ پر عمل کرے یا کہ کراوے تو اسمیں سختی کی کیا بات ہے۔ خیر یہ تو لطیفے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بدون قواعد اور ضوابط کے کام نہیں ہوسکتا۔ خصوص اس زمانہ میں جبکہ بدفہم دنیا میں بھرے پڑے ہیں اور ان لوگوں کو تو ہر

دلعزیزی ہی خوش رکھ سکتا ہے مگر اس خوشی کا انجام وہ ہوگا جیسے ایک حکایت ہے۔ کہ ایک شخص ہر دلعزیز تھے کسی دریا کے کنارے پہنچ گئے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارے بیٹھا رو رہا ہے۔ وہ دوسرے کنارہ پر جانا چاہتا ہے اور ایک اس کنارے رو رہا ہے۔ وہ اس کنارے آنا چاہتا ہے۔ ان کے دل میں آیا کہ دونوں کو پار کروں اپنے قریب والے کو لیکر چلا جب نصف دریا میں پہنچا تو دل میں خیال ہوا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ اب اتنا ہی اس کا کام کروں۔ یعنی اس کو یہیں چھوڑ کر اتنی ہی دور اس کو لانا چاہیئے تا کہ اس کی بھی دل آزاری نہ ہو۔ پس اس کو بیچ دریا میں چھوڑ اس کو لینے گیا یہ یہاں پر ڈوبنے لگا جب اس کو لے کر اس طرف چلا اس کو ڈوبتے دیکھ کر اس کو چھوڑ کر اس کی طرف چلا اس کے پاس نہ پہنچا تھا کہ یہ ڈوب کر مر گیا۔ اب اس طرف لوٹا تو وہاں تک نہ پہنچا تھا کہ وہ بھی ختم ہوا۔ سو ہر دلعزیزی کا یہ نتیجہ ہے مجھ سے ایسی ہر دلعزیزی کی کوئی امید نہ رکھے میں ہرگز اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری غلامی کیجائے مگر جب میں خود ہی دوسروں سے غلامی نہیں چاہتا پھر ہی ان کی کیوں غلامی کروں۔ البتہ اصول صحیحہ کے تم بھی غلام بنو اور میں بھی۔ ان ہی اصول میں سے میرا ایک یہ معمول بھی ہے کہ ایک خط میں صرف ایک مضمون ہو البتہ اگر اس ایک ہی کے چند اجزاء ہوں تو دوسری بات ہے ورنہ اگر سب مستقل مضمون ہوں تو میں واپس کر دیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک ہی سوال آنا چاہیئے۔

جواب میں اختصار ضروری ہے

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب میں اگر اختصار نہ ہو تو یہ کام ڈاک کا روز کے روز کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ میں زمانہ طالب علمی میں مدرسہ دیوبند میں فتاوی لکھا کرتا تھا۔ ایک سوال آیا بہت طویل تھا میں نے بھی اس پر بہت طویل جواب لکھا۔ حالانکہ مختصر جواب بھی کافی ہو سکتا تھا اور لکھ کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے دستخط کے لئے پیش کیا۔ دیکھ کر اور دستخط فرما کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو فرصت بہت ہے ہم تو جب دیکھیں گے کہ جب سامنے کاغذات کا انبار ہوگا کہ اس وقت بھی ایسے ہی طویل مضمون لکھتے ہو یا نہیں۔ اب حضرت کا فرمانا یاد آ جاتا ہے۔

طلباء کے بارے میں حضرت کا ایک معمول

(ملفوظ ۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر کوئی طالب علم کوئی بات پوچھتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو مگر طالب علموں کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے۔ جواب میں لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں لکھتا ہوں کہ اپنا شبہ اور ان کا جواب نقل کرو اور تسلی نہ ہونے کی وجہ لکھو بس اس کے بعد ان کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔

عوام الناس کے لئے حضرت کے کچھ اور اصول

(ملفوظ ۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگ قادیانی شیعوں کی کتاب بھیج دیتے ہیں کہ اس کا جواب لکھ دو انکی تو ایک سطر ہوگئ۔ یہاں ایک پہاڑ لد گیا چونکہ میرے یہاں اصول ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ کتاب خود دیکھ کر ایک ایک شبہ کا جواب لیتے رہو خواہ کتنی ہی مدت لگے مگر اتنا کام کون کرے۔ اس جواب سے ان کا وضو شکست ہو جاتا ہے۔ مگر مدرسہ والے ایسا ضابطہ کا برتاؤ نہیں کر سکتے اس لئے کہ کہیں لوگوں کو بد دلی نہ ہو جائے اور ان کو ضرورت ہے۔ خوش دلی کی تا کہ مدرسہ کی اعانت میں خلل نہ ہو اور اہل مدارس کو اکثر امور میں ایسی رعایتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ چندہ لیکر شکریہ ادا کرنا یہ بھی اسی کی رعایت کی ایک فرد ہے۔ میں نے اس شکریہ کے متعلق ایک مضمون بیان کیا تھا۔ میرٹھ میں مؤتمر الانصار کا جلسہ تھا۔ وہاں چندہ کی بھی تحریک کی گئی۔ میں نے اس تحریک کے ساتھ اپنے بیان میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہم چندہ والوں کا شکریہ ادا نہ کریں گے خواہ دو یا نہ دو اس لئے کہ شکریہ وہ ادا کرے جو خود منتفع ہو۔ جب یہ نہیں تو کیسا شکریہ۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مضمون چندہ کے لئے مضر ہوگا، مگر بہت مفید ہوا خوب روپیہ برسا۔

استفتاء میں دستخط کو ضروری نہ سمجھنا

(ملفوظ ۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر جو استفتاء آتے ہیں میں جواب لکھ کر دستخط کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اس پر لوگ لکھتے ہیں کہ آپ نے جواب تو دیا مگر دستخط نہ کئے میں لکھتا ہوں کہ دو صورتیں ہیں یا تو میرا خط پہچانتے ہو یا نہیں۔ اگر پہچانتے ہو تو لکھے ہوئے جواب ہی سے پہچان لو اور اگر نہیں پہچانتے تو دستخط کس طرح پہچانو گے۔

اصلاح کے کام میں عرفی خوش اخلاقی کام نہیں آتی

(ملفوظ ۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ملانوں کو لوگ بیگاری ٹٹو سمجھتے ہیں کہ پالان کسا سواری لی ٹٹکاری دی چل دیئے اور یہاں پر یہ بات ہے نہیں۔ اسی وجہ سے خفا ہیں سو خفا ہوا کریں۔ میں ان متکبروں کی وجہ سے اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا ایسے لوگوں کے لئے بھی یہی معمول ہے کہ میں واسطہ سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس لئے کہ واسطے سے جو بات چیت ہوگی اس میں مخاطب سامنے نہ ہوگا۔ تو طبیعت میں اتنا تغیر نہ ہوگا جتنا کہ سامنے ہونے سے ہوتا یہ سب تجربہ کے بعد اصول قائم کیئے ہیں ایک ایسے ہی شخص کی کسی غلطی پر میں نے مواخذہ کیا تھا اور وہ بھی بالواسطہ اس

نے یہاں ۔ سے جا کر گھر سے خط لکھا کہ علم کا ادب تھا۔ ورنہ میں انتقام لیتا اور اگر بلا واسطہ گفتگو ہوتی تو معلوم نہیں وہ شخص کہاں پہنچتا۔ درحقیقت یہ کام ہی ایسا ہے۔ اصلاح خلق کا اس کے ساتھ خوش خلق مشہور ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ ناگواری لوگوں کی اسی وقت تک ہے جب تک کہ بصارت نہیں۔ بصارت ہو جانے کے بعد ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہوں گے۔ اس کی تائید میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ یہاں ایک شخص تھے۔ وہ آنکھیں بناتے تھے۔ ان سے ایک رئیس نے فرمائش کی کہ میں اس علاج کو دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ ایک شخص آنکھیں بنوانے آیا انہوں نے رئیس کو مطلع کیا ان کے سامنے سامان رکھا گیا۔ جب آپریشن ہونے لگا۔ مریض نے اس معالج کو گالیاں دینا شروع کیا مگر وہ اپنا کام کرتے رہے رئیس کو تعجب ہوا کہ تم کو ناگواری نہیں ہوتی وہ کہنے لگے یہ معذور ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اب تھوڑی دیر میں یہ دعائیں دے گا۔ چنانچہ جب آپریشن ہو چکا اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے دعائیں دیں۔ خطا معاف کرائی اور فیس پیش کی۔ یہ ہی صورت یہاں پر سمجھ لیجئے اور اگر یہ صورت نہ بھی ہو تو انتظار کس کو ہے۔ اگر بداعتقاد ہوں تو ہوں اللہ تعالیٰ نیت خالص عطا فرمائے، لوگوں کے حسن اعتقاد سوء اعتقاد سے ہوتا ہی کیا ہے۔ لوگ تو ایسوں سے خوش ہیں جیسے آج کل کے شاہ صاحب ہوتے ہیں کسی کو باوا کہدیا۔ کسی کو بیٹا بنالیا۔ بس یہ ان سے خوش اور وہ ان سے خوش اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے مرتشی اہلکار سے سب خوش ہیں اور جو رشوت نہ لے اس سے ناخوش یوں سمجھتے ہیں کہ جب اسنے لیا ہے تو کام ضرور کرے گا۔ چاہے نہ بھی کرے سو ہم سے تو ایسا نہیں بنا جاتا۔ چنانچہ یہاں پر جو لوگ آتے ہیں ان سے بڑی چھان بین ہوتی ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون طالب دنیا ہے اور کون طالب دین۔ اس چھان بین پر دہلی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مجھ کو مدرسہ عبدالرب کے جلسہ میں مدعو کیا گیا۔ ایک صاحب یہاں سے میرے ساتھ ریل میں سوار ہوئے۔ مجھ کو کچھ شبہ ہوا۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جلسہ میں جارہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ میرے پاس نہ ٹھہریں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں اور جگہ ٹھہروں گا۔ بلا ظاہری سبب کے یہ بات میرے دل میں آ گئی۔ اس لئے میں نے صاف کہدیا اب دہلی پہنچے تو وہ بزرگ اسٹیشن سے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر مدرسہ آ گئے۔ وہاں پر شربت وغیرہ پلایا گیا۔ وہ بھی شریک رہے۔ میں نے ان کی اس حرکت پر صبر کیا اور سمجھا کہ عام چیز ہے۔ کوئی حرج نہیں پھر شام کو کھانے پر موجود ہو گئے۔ مولانا عبدالعلی صاحب اپنے پاس سے مہمانوں

کے کھانے کا انتظام فرماتے تھے مدرسے سے نہیں کرتے تھے اور مجھ کو اس کی اطلاع بھی فرمادی تھی کیونکہ سمجھتے تھے یہ شکی آدمی ہے۔ بڑی ہی رعایت فرماتے تھے۔ ان صاحب کو دسترخواں پر دیکھ کر بہت ناگواری ہوئی مگر مولانا کے سامنے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہنا ہے اور الگ لیجا کر ڈانٹا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے۔ تم کو بدون دعوت کے کھانا کب جائز ہے۔ خاص کر تصریحاً کہہ دینے کے بعد جب ان کا پاپ کٹا اب فکر ہوئی کہ اگر مولانا پوچھ بیٹھے کیا کہوں گا۔ مگر مولانا کچھ بولے نہیں سمجھ گئے کہ گئے تھے دو۔ اور واپس آیا ایک تو اسی واسطے گیا ہوگا۔ ایسے واقعات اکثر مجھ کو سفر میں پیش آتے تھے۔ اب تو مدت سے سفر ہی بند ہو گیا۔ سو سب قواعد ایسی ضرورتوں سے تجویز کئے گئے۔ ضرورت سب کچھ کراتی ہے جو ضرورتیں پیش آتی رہیں۔ ویسے ہی ویسے قواعد وضوابط مقرر ہوتے گئے۔ اب دو تین روز سے بعض مہمانوں کے لئے استثناء ہو رہا ہے۔ اور یہ استثناء تو قواعد کے خلاف مگر ان لوگوں کی محبت کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے۔ (مراد ان مہمانوں سے طلبہ مدرسہ دیوبند و مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہیں ۱۲ جامع) ان لوگوں سے تو خاص تعلق اور بے تکلفی ہے۔ بوجہ طالب علم ہونے کی اور اس قسم کے بہت سے استثناء ہیں۔

تجدید دین کے کام پر اللہ کا شکر

(ملفوظ ۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا۔ لوگ بیحد غلطیوں میں مبتلا تھے۔ بحمدللہ اب سو برس تک تو تجدید کی ضرورت نہیں رہی اگر پھر خلط ہو جائے گا تو پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے گا ہر صدی پر ضرورت ہوتی ہے۔ تجدید کی اس لئے کہ مدت کے بعد نری کتابیں ہی کتابیں رہ جاتی ہیں۔ اب تو خدا کا فضل ہے کہ وضوح ہو گیا اور کتابیں فی نفسہ تو کافی ہیں مگر لوگ اس میں تحریفیں کر لیتے ہیں اور کتابیں تو درکنار قرآن پاک کو هدی اور بینات فرمایا گیا ہے مگر اس میں بھی دیکھ لیجئے کہ لوگ معانی اور مطالب میں کس قدر گڑبڑ مچا دیتے ہیں۔

استفسار پر اپنی رائے کا اظہار کر دینا ہی ادب ہے

(ملفوظ ۵۹) ایک نو وارد صاحب نے درخواست بیعت کی۔ حضرت والا نے بیعت کے متعلق اصول اور قواعد بیان کر کے فرمایا کہ اب ان اصول اور قواعد کو سن لینے کے بعد جو رائے قائم کی ہو وہ بتلا دو۔ اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ جو حضرت کی رائے ہو فرمایا کہ قواعد بتلانے کے بعد

استفسار کے جواب میں یہ کہنا کہ جیسے رائے ہو نہایت بدتہذیبی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ استفسار لغو ہے کیا کلام کی معاشرت کا کوئی ادب نہیں۔ استفسار پر اپنی رائے کو ظاہر کرنا چاہئے۔ دوسرے پر بوجھ ڈالنا خلاف تہذیب ہے۔ کام تو اپنا اور بوجھ دوسرے پر یہ کیا لغو حرکت ہے۔ مجھے کیا خبر کسی کی مصلحت کی اور جب خبر نہیں۔ میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔ آدمی کو فہم سے کام لینا چاہئے۔ دوسرے پر بوجھ ڈالنا یا ستانا یہ کونسی عقلمندی کی بات ہے لوگوں میں فہم کا اس قدر قحط ہو گیا ہے کہ موٹی موٹی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ یہ کونسی باریک بات تھی۔ جس کا جواب خود نہیں دے سکے۔ مجھ پر بار ڈالنا چاہتے ہیں۔ خود تجویز کر کے مجھ کو بتلانا چاہئے۔ اس پر بھی وہ صاحب خاموش رہے۔ حضرت والا کے مکرر سہ مکرر فرمانے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ فرمایا کہ اسوقت آپ یہاں سے اٹھ جایئے۔ آپ تکلیف پر تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ جس وقت جواب سمجھ میں آ جائے۔ اسوقت آیئے اور آ کر مجھ کو اطلاع کر دیجئے وہ صاحب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

حضرت کی تواضع

(ملفوظ ۶۰) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خود ان آنے والے حضرات کی برکت سے مستفیض ہونے کا متمنی رہتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھ کو اپنی حالت خود معلوم ہے۔ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا اور نہ آتا ہے۔ کہ مجھ سے انکو کوئی نفع پہنچ رہا ہے۔ حتیٰ کہ عین مواخذہ کی حالت میں بھی میں اپنے مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ مگر اصلاح کی ضرورت سے تادیب کرنا پڑتی ہے۔

امام فن حضرت حاجی صاحب کے دو ملفوظ

(ملفوظ ۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی نیک عمل کر لینے کے بعد پھر جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرما لیا گیا۔ تب ہی تو پھر جب کسی دن یک عمل کی توفیق ہو تو یہ اسکی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرما لیا گیا۔ تب ہی تو پھر عمل کی توفیق نصیب ہوئی ورنہ مطرود و مخذول ہوتا۔ حضرت اپنے فن کے امام تھے۔ مجتہد تھے۔ مجدد تھے۔ عجیب وغریب تحقیقات ہوتی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل کرتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ بھائی ذکر میں مشغول ہو اللہ اللہ کرنیکی توفیق دے دی گئی۔ یہ کیا تھوڑا نفع ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے استعفاء کا واقعہ

(ملفوظ ۶۲) ایک مدرسہ عربیہ کا ذکر تھا۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ علماء کو تو اپنے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنا چاہئے۔ (دیکھئے جس قدر متمدن اور سیاسی قومیں ہیں ان میں بھی تقسیم عمل معمول ہے اگر سب ایک ہی طرف اور ایک ہی کام پر لگ جائیں تو ملک کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس مدرسہ کی سرپرستی میرے سر تھوپ دی گئی تھی مگر وہاں سیاسیات کا زور ہو گیا۔ اس لئے میں یہ چاہتا رہا کہ کس طرح اس سے سبکدوش ہو جاؤں مگر اب موقع ہاتھ لگ گیا۔ اس لئے مستعفی ہو گیا اور یہ استعفی بعض ممبروں کی ایک تحریر کی بنا پر تھا۔ اس تحریر کے الفاظ ایسے دل آزار اور دل شکن تھے جو تہذیب سے بھی گرے ہوئے تھے۔ آخر تہذیب اور شائستگی بھی کوئی چیز ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس چیز کا تحمل نہ ہو اس سے علیحدہ ہونا ہی مناسب ہے۔ مجھے ایسی چیزوں سے مناسبت بھی نہیں۔ اس لئے ایسی چیز گراں ہوتی ہے۔ اس تحریر کے بعد یہاں مدرسہ کے ممبران وفد کی صورت میں آئے تھے۔ ان میں وہ صاحب بھی تھے جن کی وجہ تحریر تھی۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو اس آپ کی تحریر سے رنج پہنچا اور ہے اور رہے گا۔ آپ سے اس کی شکایت ہوئی ہے اور رہے گی۔ جب تک کہ اس کا تدارک نہ ہوگا اس پر معافی چاہی میں نے کہا کہ جس درجہ کی غلطی ہے اسی درجہ کی معذرت ہو تب اس کا تدارک ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریری غلطی ہے تحریری معذرت ہو اور چونکہ اس تحریر کا اعلان ہو چکا ہے۔ لہٰذا معذرت کا بھی اعلان ہونا چاہئے میں نے یہ بھی کہا کہ اگر کسی سرپرست پر اعتماد نہ ہو تو ایسے شخص کو سرپرست بنایا جائے۔ جس پر اعتماد ہو وہ کوئی بھی ہو پھر اختیارات اس کے وہی ہوں گے جو سابق سرپرستوں کے رہ چکے ہیں۔ اس پر ایک صاحب بولے کہ سرپرست کے تدین پر فہم پر اعتماد ہے مگر اہل غرض سرپرست کی رائے کو بدل دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ شبہ تو مجلس عاملہ اور کارکنان مدرسہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ آخر میں میں نے کہہ دیا کہ میں نہ اس غلطی کے اعلان کا منتظر ہوں نہ متدعی ہوں نہ مشتاق ہوں اگر ساری عمر بھی آپ ایسا نہ کریں تو مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ صرف اپنی رضا کی شرط بتلائی ہے اور حضرت واقعہ تو یہ ہے کہ اب نہ سرپرستی کا وقت ہے نہ پا پرستی کا اب تو لطیفہ وقت اس کا ہے کہ ایک گوشہ میں خاموش گمنام ہو کر بیٹھ جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ہیچ کنجے بیدد و بے دام نیست　　　جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

(دنیا کا کوئی کونہ بغیر خطرات کے نہیں ہے۔ راحت خلوت گاہ حق کے سوا کہیں نہیں ہے ۱۲)

بے عقل لوگوں کا عہدہ پر آ جانا

(ملفوظ ۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو اکثر بدفہم بدعقل ہی لوگ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ ایک شخص کہتے تھے کہ لکھنو میں میونسپل بورڈ کے قوانین بدلے گئے تھے۔ ان میں قبرستان کے متعلق بھی کچھ قوانین تھے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ وارثوں نے قبر کی جگہ کے لئے درخواست کی تو حکم ہوتا ہے کہ تین دن قبل درخواست دینا چاہئے تھی۔ عجیب بات ہے کہ مرا تو آج اور درخواست دی جائے تین روز قبل۔ جنازہ کی مناسبت سے ایک قصہ بیان کیا کہ ایک گاؤں میں میں نے ایک حافظ صاحب کو امامت کے لئے بھیج دیا تھا۔ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ ان سے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا۔ اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ مجھ کو نماز جنازہ کی دعاء میں کچھ شبہ ہے۔ میں اس کو صحیح کر لوں تب پڑھاؤں گا۔ گاؤں والوں نے نماز جنازہ کسی دوسرے شخص سے پڑھوا کر دفن کر دیا اور وہ حافظ صاحب دعاء صحیح کر کے اگلے روز فرماتے ہیں کہ اب لے آؤ۔ جنازہ میں نماز پڑھا دوں گا۔ میں نے جب یہ واقعہ سنا تو میں نے ان حافظ صاحب کا نام حافظ جنازہ رکھ دیا تھا تو بعض باتیں ایسی بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔

اپنے دینی کارناموں کی تفصیل میں نفس کا کید خفی

(ملفوظ ۶۴) ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں نے فلاں مقام پر ایک مدرسہ کا افتتاح کیا ہے۔ اس کے یہ انتظامات ہیں اور ایک جلسہ مدرسہ کا کیا گیا اور بڑی دیر تک اس کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ جتلاتے کیوں ہو کہ میں نے مدرسہ جاری کیا۔ جلسہ کیا کچھ خبر بھی ہے۔ اسمیں نفس کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ عرض کیا کہ بیان سے یہ مقصود نہیں فرمایا کہ تم کو کیا خبر اپنے مرض کی نفس وہ چیز ہے کہ اسکا کید خفی اہل نظر کو بھی بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ کسی درویش کے مہمان ہوئے۔ اس درویش نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں سے پانی لاؤ جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بندہ خدا تو نے دونوں حجوں کا ثواب برباد کیا تو کام کر کے جتلایا نہیں کرتے اور اگر دعاء مقصود تھی تو اس تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بعض اوقات اپنے مرض کی خبر نہیں ہوا کرتی اور جگہ تم لوگوں کو روک ٹوک نہیں کی جاتی میں کرتا ہوں اس وجہ سے بدنام ہوں دوسرے لوگ عرفی اخلاق کی وجہ سے کچھ نہیں بولتے مجھ سے ایسے عرفی اخلاق اختیار نہیں کئے جاتے۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ یہ بھی نفس کی شرارت ہے کہ دعاء کے بہانے سے اپنی روئداد سنا دی۔ حضرت نفس کے کید نہایت ہی خفی ہیں۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ اتنی سختی کے بعد آپ نے تسلیم کیا۔

بڑی مجلس میں ہر ایک سے مصافحہ کرنے کا مواخذہ

(ملفوظ ۶۵) ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے اور حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے بعد تمام مجلس سے مصافحہ شروع کر دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ طریقہ کس نے سکھایا ہے۔ اگر مجلس میں پچاس آدمی ہوں تو اچھا خاصہ مشغلہ ہو جائے گا۔ اپنے اپنے کام چھوڑ کر تمھاری طرف متوجہ ہوں۔ ایک شخص سے مصافحہ کر لیا۔ سب کی طرف سے ہو گیا۔ آخر سلام سب کو الگ الگ کیوں نہیں کیا۔ معاشرت تو لوگوں کی برباد ہی ہوگئی۔ غرض ہر چیز کے اصول ہیں۔ ادنی سی بات ہے۔ پنکھا کھینچنا اس کے بھی آداب ہیں۔ مثلاً اگر کوئی پنکھے کے قریب آنے لگے یا جانے لگے اس وقت پنکھا روک دینا چاہیے۔ ورنہ مشین میں اور آدمی میں فرق ہی کیا رہا۔ ایسی باتوں پر لوگ مجھ سے خفا ہیں۔ ایک شخص نے بطور اعتراض کہا کہ آپ کے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ میں نے کہا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ انگریزوں میں ہمارا سا انتظام ہے۔ انگریزوں نے بھی اسلام ہی سے یہ سبق سیکھا ہے۔ وہ اور کہاں سے لائے تھے۔ حیدر آباد دکن میں میں ایک بہت بڑے عہدہ دار کے ساتھ ٹکسال دیکھنے گیا۔ ایک انگریز سیر کرانے والا تھا۔ ان کی خاطر سے بہت اہتمام کے ساتھ اس نے سیر کرائی۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے اس انگریز سے کہا کہ تمھارے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا۔ تمھارے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔ وہ عہدہ دار باہر آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے عجیب طرز سے شکریہ ادا کیا کہ اس کی تعریف بھی کر دی اور اس کو گھٹا بھی دیا۔ میں نے کہا کہ واقعہ ہے کہ یہ ہمارے گھر کی چیز ہے جو انہوں نے اختیار کر لی اس لئے ان کو ہمارے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے نہ کہ برعکس۔

اصل ادب راحت رسانی ہے

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اصل چیز راحت رسانی ہے۔ خواہ اس کا نام ادب رکھئے۔ یا تعظیم رکھئے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرما دیا تھا۔ کیا صحابہؓ کا جی نہ چاہتا ہوگا مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں راحت ہے۔ اس کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ یہ ہے اصل ادب اور تعظیم۔

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ایک دیہاتی کا حضرت گنگوہی کے پاؤں دبانا

(ملفوظ ۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گاؤں والے نے جو دیندار تھا اور بے تکلف حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤں دبواتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا کہ مولوی جی، جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا کہ میں پاؤں دبوا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا مگر نہ اس وجہ سے کہ میں بڑا ہوں۔ بلکہ راحت کی وجہ سے تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تم کو پاؤں دبوانے جائز ہے کیا ٹھکانہ ہے اس فہم کا۔

سب کے ساتھ مساوی برتاؤ ضروری نہیں:

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں خود ایک زمانہ تک اس غلطی میں مبتلاء رہا کہ سب کے ساتھ مساوی برتاؤ رکھنا چاہئے اب تو میں غلطی ہی کہوں گا چونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور بھی سب کے ساتھ مساوات نہ فرماتے تھے خود مجالس میں بھی جیسی توجہ اور بے تکلفی حضرات شیخین کے ساتھ فرمائی جاتی تھی کسی کے ساتھ بھی نہ تھی۔

قبض بھی نافع ہوتا ہے:

(ملفوظ ۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قبض بھی تربیت میں نافع ہوتا ہے۔

اھل خدمت کا وجود

(ملفوظ ۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل خدمت اکثر مجاذیب ہوتے ہیں۔ اور ان کے اسرار اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ اس قسم کے مضامین میں نے ایک وعظ میں بیان کئے۔ ایک عالم خشک نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کہ اہل خدمت بھی کوئی چیز ہوتے ہیں میں نے راوی سے کہا کہ ان سے پوچھنا چاہئے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو کیا کہو گے گو یہ اصطلاح قرآن میں نہ آئی ہو مگر عنوانات تو مقصود نہیں ہوتے۔ معنون مقصود ہوتا ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں واقعات خضریہ کے توجیہ میں فرمایا کہ غالباً پہلے شرائع میں کشف والہام حجت ہوگا اور ہماری شریعت میں وہ حجت نہیں پھر اگر کسی بزرگ سے کوئی امر قولی یا فعلی جو ظاہراً منکر ہو صادر ہو اس میں دوسری تاویل کریں گے۔ بدگمانی کر کے ان حضرات کو ملحد اور دہری کہنا بڑے ظلم اور غضب کی بات ہے۔ پھر بطور تفریح کے فرمایا کہ ہم لوگوں کو وہابی کہتے ہیں کسی وہابی کے کلام میں تو صوفیا کی حمایت دکھلا دو۔

سماع سے متعلق ایک جاہل صوفی کا سوال اور اس کا جواب

(ملفوظ ۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان جاہل صوفیوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا ورنہ طریق بالکل بے غبار اور واضح ہے۔ اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص صوفی الہ آباد میں ملے صاحب تصنیف تھے۔ انہوں نے مجھ سے سماع کے متعلق سوال کیا میں نے سوچا کہ یہ بتلایئے

اس طریق کی روح کیا ہے جو حاصل ہے سلوک کا کہا کہ مجاہدہ میں نے کہا کہ مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمھارا نفس سماع کو چاہتا ہے یا نہیں کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا نفس بھی چاہتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ تم نفس کا چاہا ہوا کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اس حالت میں صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم صوفی تم ہوئے یا ہم چپ رہ گئے اور کچھ سکوت کے بعد کہا کہ آج غلطی پر تنبہ ہوا اور سمجھ میں آ گئی پھر تائب ہو گئے۔

ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا اور اس میں ایک مغالطہ:

(ملفوظ۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھ پر اکثر عنایت فرماتے رہے ہیں (یعنی اعتراض) کہتے ہیں کہ یہ جو بعض دفعہ ہدایا وغیرہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ بہت سا آئے یا نہ لینے کی حکمت بیان کی خیر یہ تو خواہ حکمت ہو یا نہ ہو مگر اس سے ایک مسئلہ نکل آیا کہ ایک ضد کبھی دوسری ضد کا سبب بن جاتی ہے جیسے صورۃً نہ لینا اور حقیقتاً زیادہ لینا اسی طرح تکبر کبھی بصورت تواضع ظاہر ہوتا ہے اور ریاء کبھی بصورت خلوص ظاہر ہوتی ہے اب اس کو سنکر بعض لوگ دوسرے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے تمام افعال میں ان کی ضد کا شبہ اور وسوسہ ہو جاتا ہے یعنی اخلاص میں وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید اس میں مخفی ریاء ہو سو اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ ان اوہام کی طرف التفات نہ کرو یہ وساوس ہیں اگر آویں آنے دو انکی فکر ہی میں نہ پڑو بس ان کا قصد نہ کرو اور ان کے اقتضاء پر عمل نہ کرو ان کی فکر میں پڑنا یہ بھی شیطان اور نفس کی شرارت ہے کہ اس میں مشغول کر کے اللہ کی مشغولی سے باز رکھنا چاہتے ہیں بس کام میں لگو انشاء اللہ تعالیٰ کشتی پار لگ جائے گی۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

دعا میں جی نہ لگنا

(ملفوظ۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا میں جی نہیں لگتا فرمایا کہ جی نہ لگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا اثر فوراً نظر نہیں آتا مثلاً کوئی دعا میں روپیہ مانگے اور فوراً جھنجھن ہونے لگے یا سیب مانگے اور فوراً آ پڑے پھر دیکھیں کیسے جی نہ لگے بس جی نہ لگنا مترادف اس خیال کا ہے کہ اس کو کچھ ملے گا نہیں سو یہ خیال خود محرومی کی دلیل ہے مانگنے کے وقت تو یہ استحضار ہونا چاہیئے کہ ضرور دیں گے باقی دینے کی حقیقت یہ ہے کہ انکی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ہم سے جو کوئی خیر طلب کرتا ہے ہماری رحمت خاص اس طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دعا کا اثر رحمت خاصہ ہے نہ کہ خاص قیود مطلوبہ مثلاً کسی سائل نے کسی سے روپیہ مانگا اور اس نے اشرفی دیدی جنکی وہ قیمت نہیں جانتا تو

اسکو غلطی ہوگی کہ روپیہ ہی کیوں نہ ملا تو جیسے وہاں حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے نہیں سمجھا کہ روپیہ کے بجائے اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اشرفی مل گئی ایسے ہی یہاں حقیقت نہ سمجھنے کی بدولت اپنے کو محروم سمجھتا ہے مثلاً مانگے تھے سو روپے مگر دو نفلوں کی توفیق ہوگئی تو یہ کیا کچھ کم رحمت ہے مگر یہ سمجھتا ہے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔

رونق تو خلوت و وحدت میں ہے

(ملفوظ ۷۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس زمانے میں اہل علم اور طلبہ کا کافی مجمع رہا بڑی رونق رہی فرمایا کہ یہ بھی کوئی رونق ہے کہ مجمع رہا تھا اس سے بڑھ کر یہ رونق ہے کہ اب کوئی نہیں سوائے ایک کے مگر ایک بات اس جماعت کی قابل قدر ہے کہ باوجود کثرت کے کوئی بات کلفت کی پیش نہیں آئی نہایت ادب اور تہذیب سے کئی روز گزار گئے مگر یہاں پر رہ کر جانے والوں پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خشک ہوگئے کوئی کہتا ہے صوفی بن گئے غرض بیچاروں کو قسم قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس قدر اجنبیت ہوگئی ہے طریق سے۔

حضرت حاجی صاحب کے یہاں جمعیت قلب کا اہتمام

(ملفوظ ۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیت قلب کے خلاف ہو اسکو ترک کردو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔

محبت زبانی جمع خرچ نہیں عمل سے ہوتی ہے

(ملفوظ ۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت خاص تو عمل ہی سے معلوم ہوسکتی ہے محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہاں کے ایک بزرگ بڑوت میں رہتے تھے محبت کے جوش میں مولد شریف بہت کرتے تھے انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی ارشاد فرمایا کہ ہم اس سے زیادہ خوش نہیں جو ہماری بہت تعریف کرے ہم تو اس سے خوش ہوتے ہیں جو ہمارا اتباع کرے۔

حضرت حاجی صاحب کی ایک عجیب تعلیم

(ملفوظ ۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی عجیب و غریب تحقیقات اور حکمتیں ہوتی تھیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے کیسی حکمت کی بات فرمائی کہ جب کسی معاملہ میں تم سے کوئی قیل و قال و بحث و جدال کرے تم سب رطب و یابس اس کے سپرد کر کے خاموش الگ ہو جاؤ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

حضرت شیخ الہند کا ذکر

(ملفوظ ۷۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریکات کے سست ہو جانے پر فرمایا کہ اب تو وہ قصہ بھی ختم ہو گیا مگر حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے پہچانا ہی نہیں اگر مولانا کو یہ مدعیان اعتقاد لوگ پہچان لیتے تو سب سے پہلے یہی لوگ مولانا کے مخالف ہوتے یہ لوگ یہ سمجھے کہ مولانا ہمارے جیسے ہیں مگر یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے شعیوں نے حضرت علیؓ کی نسبت یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ ہم جیسے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت علیؓ ان جیسے نہیں تو سب سے پہلے یہ شیعہ ہی حضرت علیؓ کے مخالف ہوتے۔

تدبیر الفلاح، یعنی کامیابی کا راستہ

(ملفوظ ۷۹) ملقب تدبیر الفلاح ایک صاحب نو وارد متمول نے چند ضروری باتیں مسلمانوں کی دینوی فلاح و بہبود کے متعلق بصورت سوال حضرت والا کی خدمت میں برائے مشورہ پیش کیں وہ اور اس پر حضرت والا کا جواب حسب ذیل ملاحظہ ہو۔ ایک نو وارد متمول صاحب کلکتہ سے دیوبند اور دیوبند سے ایک مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر تھانہ بھون حاضر ہوئے مولوی صاحب موصوف نے ان صاحب کی غیبت میں حضرت والا سے پیشتر ملاقات کی اور عرض کیا کہ یہ بہت بڑے شخص ہیں باعتبار تمول کے کلکتہ میں مسلمانوں کے اندر ان کی ایک ممتاز ہستی ہے حضرت والا سے بعض ضروری باتوں کے متعلق بہ غرض مشورہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اگر حضرت والا اجازت فرمائیں اور کوئی وقت گفتگو کو متعین فرما دیں تو میں ان سے کہہ دوں حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے تو جب گفتگو ہو گی ان کو مشورہ دیا ہی جاوے گا مگر ان سے پہلے بغرض خیر خواہی آپ کو مشورہ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ کو ان کے ہمراہ آنے کی کون سی ضرورت تھی جب کلکتہ سے دیوبند تک خود آ گئے تھانہ بھون آنا کونسا مشکل تھا میں اہل علم کے لئے ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا یہ اہل دنیا خصوص اہل مال، اہل دین، اور اہل علم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اس لئے اہل دین اہل علم کو ہرگز ان کی چاپلوسی نہیں کرنی چاہیئے منہ بھی نہ لگانا چاہیئے اب آپ کی ہمراہی کے سبب مجھ کو ان کی بعض مراعاتیں کرنی پڑیں گی آپ ہمراہ نہ ہوتے تو جو مصلحت وقت اور ضرورت سمجھتا وہ ان کے ساتھ برتاؤ کرتا آئندہ ایسی بات کا آپ کو خیال رہنا چاہیے میں جو آپ کو مشورہ دے رہا ہوں اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے عرض کیا کہ میں بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو گا اور اس میری کم فہمی اور غلطی کو حضرت والا معاف فرمائیں فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کم فہم ہوں نہ میرا یہ مطلب ہے

بلکہ بے فکری اس کا سبب ہے اگر کسی کام کرنے سے قبل اس میں فکر اور غور کرلیا جائے تو صدور غلطیوں کا تو پھر بھی ممکن ہے مگر شاذ و نادر جو النادر کالمعدوم کا مصداق ہوگا اور بدون فکر اور غور کے بکثرت صدور ہوتا ہے یہ فرما کر فرمایا کہ ان صاحب کو اسی وقت بلالیا جائے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کیا بات کہنا چاہتے ہیں میں ان کو اسی وقت فارغ کروں گا تاکہ انکا بھی کوئی حرج نہ ہو اور میں بھی یکسو ہو جاؤں بعد فراغ ان کو قیام کے متعلق اختیار ہوگا۔

چاہے واپس جائیں یا رہیں میری وجہ سے نہ انکا حرج ہو اور نہ کلفت ہو غرضیکہ ان صاحب کو مجلس میں بلالیا گیا بعد سلام اور مصافحہ کے ان صاحب نے عرض کیا کہ کلکتہ سے دیوبند ہوتا ہوا حضرت والا کی خدمت میں چند ضروری باتیں بطور مشورہ عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اگر اجازت فرمائی جائے تو عرض کروں فرمایا سر آنکھوں پر شوق سے فرمایئے انشاء اللہ تعالیٰ سن کر جو ذہن میں آئے گا میں بھی بے تکلف عرض کردوں گا فرمائیں انہوں نے کہا (نمبر۱) مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہیئے۔

(نمبر۲) میرا خیال ہے کہ چند طلباء عربی کو کلکتہ لے جا کر انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلواؤں تاکہ دوسرے ممالک میں جا کر تبلیغ کرسکیں۔

(نمبر۳) مسلمانوں کو تجارت کی سخت ضرورت ہے ان کو اس کی طرف رغبت دلائی جائے۔

(نمبر۴) مسلمان دوسری قوموں سے خرید و فروخت اور لین دین چھوڑ دیں اس کی تحریک علماء کو کرنا چاہیئے یہ ہیں وہ باتیں جو مجھ کو حضرت والا سے عرض کرنا تھیں اب جو حضرت والا کا مشورہ ہو اس پر عمل کرلیا جاوے۔

حضرت والا کا جواب

آپ کے خیالات نیک نیتی پر مبنی ہیں آپ نے مسلمانوں کی تکلیف کا احساس کیا آپ کے دل میں ان کی طرف سے درد ہے جس کی مجھ کو بھی مسرت ہوئی اس لئے کہ اہل تمول مسلمانوں کو قطعاً اس طرف التفات نہیں کہ غریب مسلمانوں کی خبر گیری کریں میرے ذہن میں آپکی باتیں سن کر جو مفید اور کارآمد مشورہ آیا ہے وہ میں بے تکلف عرض کرتا ہوں امید ہے کہ خالی الذہن ہو کر آپ بغور سنیں گے اور جہاں میں بات پر شبہ ہو میری تقریر کے بعد اس کو ظاہر فرمائیں گے میں پھر اس کے متعلق عرض کروں گا تقریر کے درمیان میں بولنے سے ایک الجھن پیدا ہوگی۔ پہلے اور دوسرے سوال کا جواب آپ کا یہ فرمانا کہ مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی

چاہیئے اور طلباء کو دوسری جگہ پر لے جا کر انگریزی تعلیم اس نیت سے دلوائی جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکیں اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ طریق مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ مضر ہوگا مدرسہ میں انگریزی داخل ہونے سے خلط مبحث ہو جائے گا اب جو کام مدرسہ میں ہو رہا ہے یہ بھی نہ ہوگا مدرسہ ایک معجون مرکب ہو جائے گا اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجئے جو کام ہو رہا ہے ہونے دیجئے اور انگریزی کے متعلق ایک درس گاہ الگ تیار کرا دیجئے اس کا نظم ونسق انہی حضرت کے ہاتھ میں رہے جو عربی کا نظم ونسق فرما رہے ہیں اور صورت اس کی یہ ہو کہ عربی کے فارغ التحصیل طلباء انگریزی درس گاہ میں تعلیم پائیں اور جب تک طلبہ فارغ التحصیل نہ ہو جائیں ان کو انگریزی تعلیم پانے کی اجازت نہ ہو ہاں فراغت کے بعد کوئی حرج نہیں اس لئے کہ قبل فراغ اندیشہ ہے اس طرف کے جذبات کے غلبہ کا اور بعد فراغ یہ اندیشہ نہ رہے گا فراغ کے قبل اجازت نہ ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اکثر نقد غالب آ جاتا ہے ادھار پر اور اس صورت مجوزہ میں مدرسہ کا کوئی حرج نہ ہوگا ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ کتابیں ختم کرنے کے بعد جب تک دو چار مرتبہ نہ پڑھا لے علم محفوظ نہیں رہ سکتا سو فارغین گھنٹوں کے حساب سے دونوں کام کر سکتے ہیں یعنی فارغ التحصیل طلبہ اس صورت میں عربی بھی پڑھا سکتے ہیں اور انگریزی بھی پڑھ سکتے ہیں اور دوسری جگہ پہنچ کر فارغ التحصیل طلباء کا بھی تعلیم انگریزی پانا مضرت سے خالی نہیں ان کا یہ رنگ رہ ہی نہیں سکتا اور نہ اس کام کے بن سکتے ہیں جو آپ کی غرض ہے اسکا بھی صحیح طریق یہ ہی ہے کہ اپنے ان ہی قدیم اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم پائیں تا کہ ان کے جذبات پر برا اثر نہ پڑے یہاں سے الگ ہو کر ان جذبات کا محفوظ رہنا مشکل ہے جس کا نتیجہ بجائے ہدایت کے گمراہی ہوگا اور انگریزی کو خود مدرسہ میں داخل کر دینے سے عوام کے اوپر بھی برا اثر ہوگا وہ شروع ہی سے اپنے بچوں کو تعلیم انگریزی کے لئے بھیجنا شروع کر دیں گے انکے پاس اس سمجھنے کا کوئی معیار ہی نہیں کہ اس کو مدرسہ دینیہ ہی کی شاخ بنا کر رکھنا چاہئے اور مدرسہ دینیہ ہی کے خدام اس انگریزی شاخ کے نگراں رہیں اور میری مجوزہ صورت میں ہر مصلحت محفوظ رہ سکتی ہے اور جیسے مبلغ آپ چاہتے ہیں ویسے تیار ہو سکتے ہیں اس لئے کہ جذبات وہی دین کے رہیں گے غرضیکہ مدرسہ دینیہ کے ماتحت انگریزی درسگاہ کو رکھنا چاہیئے تا کہ انگریزی خانہ عربی خانہ سے زیادہ مقصود نہ ہو جاوے پھر اس اہتمام اور نگرانی کے بعد اگر کوئی بگڑے تو بگڑے ہم تو ذمہ دار نہ ہوں گے اور اسکے خلاف صورت میں ہم ذمہ دار ہوں گے یہ ہے فرق دونوں صورتوں میں اور میں اس سے آگے توسیع کر کے

کہتا ہوں اور آپ کے درد کی قدر کرتا ہوں اور اس کے لئے میں یہاں تک تیار ہوں کہ مدرسہ دیوبند کو اسی موجودہ حالت پر رکھتے ہوئے اور جو کام وہاں پر ہو رہا ہے اس کا تحفظ کرتے ہوئے مشورہ دیتا ہوں آپ انگریزی تعلیم کے متعلق یہاں پر تھانہ بھون میں انتظام کر دیجئے میں ہر کام اپنی نگرانی میں رکھوں گا اور مدرسین کا انتخاب وغیرہ اپنی رائے سے کروں گا طلباء کی نگرانی اور انکے متعلق اصول وقواعد میں خود منضبط کروں گا۔ یہ سب سے بہتر اور آسان صورت ہے جو میں نے بیان کی یہاں پر نہایت سہولت سے مکان کا بھی طلباء کی سکونت اور خورد ونوش کا بھی انتظام ہو جاوے گا جدید تعمیر کے انتظام کی فوری ضرورت نہ ہوگی اہل علم میں سے بعض ایسے لوگ میری نظر میں ہیں جو اس کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں اور انجام دے سکتے ہیں اور اس طریق کار میں کسی گڑبڑ کا بھی اندیشہ نہیں غرض جملہ امور متعلقہ تعلیم ونگرانی کا کافی انتظام ہو جائے گا آپ کے ذمہ محض مالی اعانت کا بار رہے گا اس کا انتظام آپ کیجئے یہ ہمارے ذمہ نہیں پھر دیکھئے انشاءاللہ تعالیٰ کیسے مبلغ پیدا ہوتے ہیں اس مشورہ کے سن لینے کے بعد اگر آپ کے ذہن میں کوئی مفید مشورہ اس کے علاوہ ہو وہ فرمایئے عرض کیا کہ اس جز کے متعلق تو عرض کرنے کی کوئی گنجائش ہی حضرت نے نہیں رکھی نہایت جامع اور مختصر مشورہ میں سب ہی کچھ بیان فرمایا اور میری جو رائے تھی اس میں واقعی خلط مبحث کا اندیشہ تھا جو سابقہ تعلیم عربی میں بھی گڑبڑ کر دیتا اور طلبہ کا باہر جا کر تعلیم پانا بھی اس خطرہ سے خالی نہ ہوگا جو حضرت والا نے بیان فرمایا بس یہ ہی مفید مشورہ ہے جو حضرت والا نے فرمایا میں انشاءاللہ تعالیٰ اس کا انتظام کروں گا فرمایا اب آپ انتظام فرمائیں یا نہ فرمائیں مجھ کو انتظار نہ ہوگا اس لئے کہ جو چیز میرے اختیار سے خارج ہے اس کا میں کیوں انتظار کروں اور کیوں فکر کروں آپ جانیں آپ نے مشورہ دیا مسلمان کی فلاح اور بہبود کو جی میرا چاہتا ہے میں نے طریق کار بیان کر دیا۔

(تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب) اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کے لئے ایک کام کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے جو محرک ہو اور عمل کرائے اس میں مسائل شرعیہ اور حدود کا تحفظ کرتے ہوئے تحریک کرنا چاہیے ایسا نہ ہو جیسا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہڑبونگ مچا تھا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کو تیار ہو گئے تھے ایسا کرنے کی بے برکتی بھی دیکھ لی مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ ولائیتی کپڑا پہننا حرام ہے اب وہی خود اس کو استعمال کر رہے ہیں کل تو حرام تھا آج حلال ہو گیا کیا لغو حرکت ہے ایسی گڑبڑ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی اب رہا یہ کہ علماء اس کی تحریک کریں یہ

بھی غلط اصول پر مبنی ہے صحیح طریق یہ ہے کہ ایک جماعت ہو مسلمانوں کی جو اندر خانہ مسلمانوں کو ترغیب دے اور تحریک کرے جتنی قوموں نے ان معاملات میں ترقی کی ہے انہوں نے اس کی یہی صورت اختیار کی کامیابی ہوئی وعظوں اور پمفلٹ اور اشتہاروں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا میں ایک مقام پر مدعو کیا گیا تھا وہاں پر مجھے قبل وعظ فرمائش کی گئی کہ ہندوؤں کے بائیکاٹ کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے میرا ہمیشہ بیان کے متعلق یہ معمول رہا اور ہے کہ فرمائش پر بیان نہیں کرتا بلکہ ضرورت کو محسوس کر کے وقت پر جو اللہ نے دل میں ڈالا بیان کر دیا اور وہی اکثر مفید ثابت ہوا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ بیان نہ کروں گا گو تمھارے نزدیک یہ بیان مفید اور محمود ہو مگر میں اس طرز کو مضر سمجھتا ہوں ایسے طریق سے بیان کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ اعلان کر کے سو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ جاگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوتا ہوا کچھ بھی نہیں اور عمل نہ کرنے کے سبب اوپر سے ذات گلو گیر ہو جاتی ہے دوسری قومیں نظر تحقیر سے دیکھنے لگتی ہیں اس کی مفید صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنے طریق سے دو کانیں کھلوائیں اس میں نہ فتوے کی ضرورت نہ اعلان کی ضرورت یہ نیا طرز نکالا ہے کہ فتویٰ ہو اعلان ہو سو یہ طرز نہایت مضر اور خطرناک ہے البتہ حدود شرعیہ کی حفاظت کی ہر حال میں ضرورت ہے غرض کام اس طریقہ سے ہونا چاہیے کہ جس میں شریعت کے حدود بھی محفوظ رہیں اور کام بھی ہو جائے ایسی صورت اختیار نہ کرنا چاہیئے جیسا کہ زمانہ خلافت میں کیا گیا تھا کہ میاں کام کرنے کا وقت ہے مسائل کا وقت نہیں لعنت ہے ایسے کام پر جو شریعت مقدسہ کے حدود سے تجاوز کر کے کیا جاوے اللہ جس کام سے راضی نہ ہو وہ کام مسلمان کا نہیں ہم جو مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ہیں اب اسلام اور شریعت کا تحفظ نہ رہا یا نہ کیا تو کیسی ہمدردی اور خیر خواہی اور کیسا دردیوں تو فرعون نے ترقی کی شداد نے ترقی کی نمرود نے ترقی کی قارون نے ترقی کی آخران کی ترقی بھی تو ترقی ہی تھی پھر قابل ملامت اور مذموم کیوں ہوئی اس ہی لئے کہ وہ حدود سے تجاویز کر کے ترقی کی گئی تھی جس کو اکبرالہ آبادی نے ایک شعر میں کہا ہے۔

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے ۔۔۔ تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے

یہ جو آجکل کے لیڈروں اور انکے ہم خیال مولویوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق طرز اختیار کیا ہے کہ انکی ہر بات کا اشتہار اور اخبارات میں اعلان کرایا جاتا ہے یہ طرز نہایت ہی غیر مفید ہے شور غل تو تمام دنیا میں اور عمل ندارد اور سب سے بڑی بات قابل ذکر بلکہ قابل شکایت یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکام اسلام کو پائمال

کرتے ہیں ایک زمانہ میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروانہیں رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چنے گئے اور کرسیوں پر کھائے گئے۔ یہ حرکات کہاں تک
جائز ہیں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروانہیں رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چنے گئے اور کرسیوں پر کھائے گئے یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جانمازیں بچھی ہیں یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کے ساتھ ملکر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چلکر نہیں جب دیکھو فٹن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں بندہ خدا مسجدوں میں آؤ غریب مسلمانوں کی ہر حالت کو دیکھ کر جو کام کرنے کے مفید طریقے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں سب زبانی جمع خرچ جب چاہو جس چیز کی چاہو اسکیم پوچھ لو جب چاہو اعلان کرالو بس اسی کے مرد ہیں ایک شخص نے کہا کہ اگر سب مسلمانوں سے ایک ایک پیسہ لیا جائے تو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ جمع ہو جائے پھر اور اس کو قومی کاموں میں صرف کیا جائے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر سورۃ بقرہ ایک منٹ میں سات مرتبہ پڑھ لو تو ہفت اقلیم کے بادشاہ ہو جاؤ بس مسلمانوں سے تو یہ کاغذی حساب پوچھ لو کرانے کے نام صفر ایک بنئے کی حکایت یاد آئی کہ کنبہ کو لیکر سفر میں چلے راستہ میں ایک دریا آ گیا آپ نے پانی کا حساب لگایا کہیں تو ٹخنوں تک کہیں گھٹنوں تک کہیں ناف تک کہیں سینے تک کہیں گلے تک کہیں سر سے اوپر اپنے کاغذ پر اوسط لگایا تو گھٹنوں تک اوسط نکلا گاڑی ڈالدی اب لگے ڈوبنے تو بنیا کہتا ہے کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں بھائی وہ عملی حساب نہ تھا کاغذی حساب تھا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا یہی حالت ان باتیں بنانے والوں کی ہے میاں صاحب عملی صورت میں تو اگر تھوڑے سے مسلمان بھی کام کرنے والے ہوں تو چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائے گاؤں کے اندر دس ہوں قصبہ کے اندر پچاس ہوں شہر کے اندر سو ہوں مگر مخلص کہ جان تک اڑا دیں پھر دیکھوں کیا ہوتا ہے سب باتو نکا انتظام بسہولت ہو سکتا ہے مگر جو کام کرنے کے ہیں انکی طرف تو کبھی التفات بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ ان سے کام چلتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام نرے بائیکاٹ سے کام لیتے تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی کام تو کام کے طریقہ اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبر اور حلم سے کام لیا جہاد کی بھی اجازت

نہ ہوئی جب قوت جمع ہوگئی جہاد بھی فرض ہوگیا اور تلوار سے کام لیا گیا پھر اتنا بڑا کام کہ اظہر من الشمس ہے یہ سب برکت مناسب طریقہ پر عمل کرنے کی تھی۔ اس مناسب عمل پر یاد آیا کہ ایک صاحب پنجاب سے آئے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ اس تحریک خلافت میں کیوں نہیں شریک ہوئے میں نے کہا کہ ایسے عظیم الشان مقاصد کے لئے ضرورت ہے قوت کی اور قوت موقوف ہے اتفاق پر اور اس کے دو درجے ہیں ایک حدوث اور ایک بقاء سو اول تو اسوقت تک حدوث بھی نہیں ہوا لیکن اگر اس کو تسلیم بھی لیا جاوے تو بقا کا کوئی سامان نہیں کہنے لگے بقاء کیسے ہو میں نے کہا اس کے لئے ضرورت ہے امیر المومنین کی کہ وہ اپنے قہر سے اتفاق کو باقی رکھ سکتا ہے کیونکہ خروج عن الجماعۃ پر سزا دے سکتا ہے اور یہاں کوئی امیر المومنین نہیں کہنے لگے ہم آپ کو امیر بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بننے کو تیار ہوں مگر اس کے کچھ شرائط ہیں ایک یہ کہ تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط میرے امیر تسلیم کر لینے پر کرا کرلاؤ اگر ایک نے بھی اختلاف کیا تو میں امیر نہیں بنتا اس کے بعد اگر پھر کوئی کسی قسم کی گڑ بڑ کرے گا اس کو درست کر دیا جاوے گا دوسری بات یہ ہے کہ میں شخصی سلطان بنوں گا جمہوری نہ بنوں گا۔ دوسروں کی رائے کا منتظر نہ رہوں گا تیسرے یہ کہ ہندوستان کے سب مسلمان اپنا سرمایہ چاہے وہ کسی قسم کا ہو نقد زیورات جائیداد مکانات باغات سب میرے نام ھبہ کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر نہ بنوں گا کہ ضرورت تو ہے اس وقت اب چندہ کرتے پھر واتنے چندہ ہو وہاں سب کام درہم برہم اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس ہبہ کے بعد جس کی جس طرح پر گذر ہو رہی ہے اس سے بھی اچھی طرح پر گذر کا انتظام کر دوں گا تکلیف کسی کو کسی قسم کی نہ ہونے دوں گا مجھ سے اس کا اقرار نامہ لکھوا لیا جاوے جب یہ سب ہو جائے گا اس کے ضروری سامان مہیا کر دوں گا اور سب سے پہلے جو امیر المومنین ہو کر حکم دوں گا وہ یہ ہو گا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور وغل بند ان دس سال میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی جب یہ قابل اطمینان ہو جائیں گے تب مناسب حکم دوں گا باقی جب تک قوت نہ ہو کفار سے بھی نہایت لطف اور حسن سے کام لینا چاہیئے اور اگر یہ شرائط پورے نہیں ہو سکے اور محض کاغذی امیر المومنین بناتے ہو تو آج امیر المومنین ہوں گا اور کل کو اسیر الکافرین کہنے لگے یہ تو بہت مشکل کام ہے میں نے کہا بس تو کامیابی بھی مشکل ہے بس یہ سن کر رہ گئے بیچارے۔ تو محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہ جمع خرچ اور حساب تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں بنئے کی حکایت بیان کر چکا ہوں کاغذی حساب تھا عملی نہ تھا اس کا نتیجہ تو یہی ہوتا کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں

لوگوں کے ان خیالات کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے شیخ چلی کے گھڑے کے گر کر پھوٹ جانے پر سارا گھر بار ہی برباد ہو گیا تھا کام جو کرنے کے ہیں وہ کرو جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ بدوں باشوکت امیر و سردار کے کام چلنا نہایت دشوار بلکہ محال ہے اور سب سے بڑی ضرورت تو اس کی یہ ہے کہ بدون امیر کے حدود شریعت کا کون تحفظ کرائے گا اور عدم تحفظ حدود شرعیہ پر اگر کامیابی ہو بھی گئی تو یہ خود ایک مسلمان کے لئے نہایت زبردست ناکامیابی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ حجروں میں رہنے اور بیٹھنے کا وقت نہیں میدان میں آنے کا وقت ہے اگر طریقے سے کام ہو تو میدان میں آنا بھی کوئی مشکل کام نہیں مگر بے طریقہ کام کرنے سے حجرہ بھی ہاتھ سے جاوے گا اور میدان بھی نہ ادھر کے نہ ادھر کے رہے پھر ان نو وارد صاحب کے طرف مخاطب ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ کی سمجھ میں آیا عرض کیا کہ جو حضرت فرما رہے ہیں میں بغور سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں مگر یہ کام بھی حضرت ہی کے کرنے کا ہے فرمایا مجھے انکار کب ہے میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں مگر جماعت بنانا آپ کا کام ہے ایسی جماعت آپ پیدا کریں جو دل سے اور خلوص نیت سے لوگوں کو عملی صورت پر آمادہ کریں احکام ہم سے پوچھئے مشورہ لیجئے جو طریقہ ہے کام کرنے کا اس طرح کیجئے بہرحال صورت یہ ہے کہ آپ ایسی جماعت پیدا کریں اور ہم سے مشورہ لیں یہ ہے طریقہ کام کرنے کا اور یہ طریقہ آسان بھی ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ بہت جلد کامیابی ہوگی ایک بات ضروری ہے کہ عمل کرنے کی صورت میں کسی پر جبر نہ کیا جاوے جیسے آجکل بعضوں نے وطیرہ اختیار کیا ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ شرکت نہ کرے اس کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں جبر سے قلوب میں بددلی ہوتی ہے جو کام خوشی سے ہوتا ہے اس میں مداومت ہوتی ہے آپ اس مجموعی طریق کو عملی جامعہ پہنائیں۔ یہ سب صورتیں تجربہ کی بناء پر میں نے بیان کی ہیں میری تو دل سے تمنا ہے کہ دین کے ساتھ مسلمانوں کی دنیا کی بھی فلاح ہو مگر طریقہ کے ساتھ یوں ہی اڑنگ بڑنگ کرنے سے کام نہیں چلا کرتا نہ اس میں برکت ہوتی ہے میرا تجربہ ہے کہ آجکل مسلمانوں کا کام جوش کے ماتحت ہوتا ہے اسی لئے اس میں استقلال نہیں ہوتا اگر ہوش کے ماتحت ہو تو دنیا کی تمام قومیں بیٹھی دیکھا کریں۔ ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہیکہ جو شخص جس کام کا اہل ہے وہی کام اس سے لیا جاوے اسمیں گڑبڑ نہ کی جاوے اس کے خلاف کرنا اصول کے خلاف کرنا ہے جو بظاہر سبب ہوتا ہے عدم کامیابی کا یعنی جو کام لیڈروں کا ہے وہ کریں جو کام علماء کا ہے وہ کریں جو کام عوام کا ہے وہ کریں پھر عوام میں بھی دو طبقے ہیں ایک اہل مال ایک اہل جان اہل مال کا جو کام ہے

وہ کریں اہل جان کا جو کام ہے وہ کریں تقسیم عمل سے بڑی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں علماء سے دوسرے کام کی توقع ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم محمود خاں کے پاس جا کر ٹوٹے ہوئے جوتہ کے سینے کی ترکیب ان سے پوچھے وہ کہیں گے کہ دہلیز پر باہر چمار بیٹھا ہے یہ کام اس کے سپرد کرو ہمارا یہ کام نہیں یا حکیم صاحب سے کوئی کہے کہ طبی کانفرنس میں جوتے گانٹھنے کا منافع بیان کرو یہ سخت توہین ہوگی حکیم محمود خان کی اور فن طب کی بھی ایسے ہی یہاں سمجھ لو علماء سے مسائل پوچھو دینا کے حصول کی تدابیر انہیں کیا معلوم خوب سمجھ لیجئے پھر ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ دنیا کہ ترقی اور اس کے حصول کے بھی تو کچھ شرائط اور حدود ہوں گے یہ تو نہیں کہ اس کے لئے جو جی میں آیا کر لیا جو جی میں آیا کہہ دیا جب دنیا کی ترقی کی بھی ایک حد ہے تو اس سے آگے بڑھنا وبال جان بلکہ مضر ایمان ہوگا میں نے لکھنو ایک وعظ میں بیان کیا تھا اس وعظ میں نو تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ زیادہ تھے۔ بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلا کا مجمع تھا میں نے کہا تھا کہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو آخر اس کے کچھ حدود بھی ہیں اگر ہر ترقی مطلوب ہے تو انسان کے بدن پر کبھی ورم آ جاتا ہے جس سے اس کے جسم کی ترقی ہو جاتی ہے تو پھر اس کے ازالہ کی تدابیر طبیب یا ڈاکٹر سے کیوں پوچھتے ہو اور اس کو مذموم کیوں سمجھتے ہو اگر حدود سے گزر کر ترقی کی جاوے تو وہ ایسے ہوگی جیسے فرعون نے ترقی کی تھی تو ایسی ترقی سے ایک مسلمان ایمان والے کو کیا فائدہ ایسی ترقی مسلمان کی ترقی کہلانے کی قابل کب ہوگی یقیناً کفار کی ترقی کہلائے گی اور اس کے حصول کی فکر بھی بے ضرورت ہی ہوگی اس لئے کہ کفار کی ترقی تو ہو ہی رہی ہے پھر مسلمانوں کے لئے ایسی ترقی میں کونسی خوبی ہوگی انکی خوبی تو اسی ترقی میں ہے کہ حدود کا تحفظ ہو اور پھر ترقی ہو یہ ہے خوبی کی بات اور ایسی ترقی غیر ممکن نہیں محال نہیں سلف کے کارنامے تمہارے سامنے ہیں کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اعلاء کلمۃ الحق کر گئے ان کی کامیابی اور ترقی میں جو بڑی بات ہے۔

وہ یہ ہے کہ حدود کا تحفظ رکھا اور اس کے ماتحت کامیابی اور ترقی کی نکاح کا نتیجہ جب ہی برآمد ہو سکتا ہے کہ میاں بھی صحیح المزاج ہو اور بیوی میں بھی کوئی نقص نہ ہو تب ہی اولاد پیدا ہوگی اسی طرح اگر علماء بھی متدین اہل تقوی واہل فتوی ہوں اور عوام بھی اونکے مطیع وفرمانبردار ہوں اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہوگا غرض کام کے انجام دینے کے لئے ایک مخلص جماعت چاہئے جس کا شب و روز یہ ہی کام ہو پھر اس جماعت میں دو قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے ایک وہ لوگ جو دنیا کی وجاہت رکھتے ہوں دوسرے وہ جو دین کی وجاہت رکھتے

ہوں اگر دنیا کے متعلق کوئی شبہ ہوتو پہلا طبقہ جواب دے گا اور اگر دین کے متعلق کوئی شبہ ہوتو دوسرا طبقہ جواب دے گا۔ رہا میری شرکت کے متعلق سو یہ عرض ہے کہ غیب کی خبر نہ مجھکو نہ آپ کو اس لئے پہلے سے کیسے جازم فیصلہ کرلوں بس معلقاً اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر شریعت کے موافق طریق کار ہو میں شریک ہوں مجھ کو انکار نہیں اصرار نہیں ضد نہیں جو بات تھی میں نے صاف صاف ظاہر کر دی تا کہ کسی قسم کی آپ کو الجھن نہ ہو دھوکہ نہ ہو نہایت احسن طریق سے کام شروع کیا جاوے اور اگر اس میں کوئی مخالفت کرے اس کے ساتھ نرمی سے کام لیا جاوے جبر اور تشدد کو پاس نہ آنے دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ سب شریک ہو جائیں گے سب سے اول ضرورت خلوص کی ہے پھر فلوس والے خود آ شریک ہوں گے آپ دیکھیں کہ شیعوں کا مذہب نہایت لچر ہے مگر ظاہراً ان کے نرم ہونے کی وجہ سے بہت لوگ اس طرف مائل ہیں۔ نرمی وہ چیز ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے وعظ میں دیکھا کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے پاجامہ پہنے ہوئے ہے آپ نے ختم وعظ پر فرمایا کہ میاں ذرا تم ٹھہرے رہنا تم سے کچھ کام ہے سب لوگ چلے گئے وہ شخص ٹھہرا رہا تنہائی میں اس سے کہا کہ ذرا دیکھنا میرا وہم ہے یا سچ مچ کچھ میں ہی غلطی پر ہوں میرا پاجامہ ٹخنے سے نیچا ہو جاتا ہے چونکہ اس پر ایسی ایسی وعید ہے اس لئے دیکھ کر بتلا دو تا کہ زیادہ احتیاط کروں اور یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے کہ بھائی اچھی طرح دیکھ لو اس شخص نے نہایت محجوبانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت خدا نہ کرے آپ کا تو کیوں ہوتا البتہ میرا ہی پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہے میں توبہ کرتا ہوں مولانا محمد قاسم صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب مولانا کے بڑے دوست تھے مگر لباس انکا خلاف شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولانا ہی کے پاس آ کر غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ پکے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے مولانا نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آیئے ہم بھی آج تمھاری وضع کا لباس پہنیں گے وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ جیسے خبیث کی وضع پر رہیں آپ ہی مجھ کو ایک جوڑا دیجئے میں اس کو پہنوں گا اور ہمیشہ کے لئے اس لباس سے توبہ کر لی حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا پس آپ ان اصول پر کام شروع کریں اگر شریعت کے موافق تحریک ناقد ہو گئی میں دل و جان سے شریک ہوں پھر فرمایا کہ تجارت کے متعلق ایک اور بات کام کی یاد آئی وہ یہ کہ امراء کو یہ رائے دی جائے کہ گراں قیمت کی چیزیں خرید کر غربا کو سستی دیں تا کہ تجارت میں مسلمان دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں یہ دوسری قومیں مسلمانوں کو اپنی چالوں اور تدابیر سے تجارت میں چلنے نہیں دیتے۔ اور اس کی چند روز ضرورت ہوگی پھر کام چل نکلنے پر کچھ ضرورت نہ ہوگی وجہ

یہ کہ لوگ بھی اصول تجارت سے واقف ہو جائیں گے اور ان تدابیر سے یہ مقصود نہیں کہ مسلمان اہل ثروت ہوں امیر ہوں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کی حوائج ضرور یہ چلتی رہیں اور کم از کم ہم دوسری قوموں سے مستغنی ہو جائیں یہ ہیں چند باتیں جو تجربات کی بناء پر میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیں مجھ کو مسلمانوں کی طرف سے جو زیادہ قلق ہے اس وجہ سے ہے کہ انکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک مریض کسی طبیب کے پاس جائے مگر وہ طبیب خود ہی بیمار ہو وہ کیا خاک علاج کرے گا تو حضرت ہمارے طبیب ہی بیمار ہیں کیا علاج کریں گے رہنما ہی غلط راستہ پر ہیں کیا رہبری کریں گے الا ماشاء اللہ۔

حضرت کو دہلی منتقل ہونے کا مشورہ

(ملفوظ ۸۰) ایک صاحب نے ایک بڑے غیر مسلم حاکم کا مقولہ نقل کیا کہ حضرت چھوٹے قصبہ میں رہتے ہیں دہلی جیسی جگہ میں کیوں قیام نہیں فرماتے تا کہ زیادہ لوگوں کو نفع ہو فرمایا کہ چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت وارد و صادر کی دلجوئی ہی میں گزرتا ہے اور اس وقت تک جو کچھ کام ہوا یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حاجی صاحب کی جگہ ہے اور حضرت ہی کے فرمانے کی وجہ سے کانپور سے یہاں پر آ کر قیام کیا اور اس کے علاوہ سب سے بڑی بات جس سے برکت بڑھتی ہے یہ ہے کہ کام میں خلوص ہو یعنی جو کام ہم کریں اس میں یہ نیت ہو کہ اللہ راضی ہو پھر برکت ہی برکت ہے اور کام میں جو بے برکتی ہوتی ہے وہ نیت کی خرابی اور عدم خلوص کے سبب ہوتی ہے۔

اصول اسلامیہ کی خاصیت

(ملفوظ ۸۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصول اسلامیہ کی خاصیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے گل بنفشہ میں برکت ہے زکام کے دفع کی خواہ مسلمان ہے یا کافر ہے اسی طرح جو شخص اصول صحیح پر عمل کرتا ہے چاہے مسلمان ہو کافر ہو راحت پاتا ہے اصول صحیح میں فطرۃ یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفتوں کو دور کرتی ہیں اس میں مسلم غیر مسلم کی کچھ قید نہیں جبکہ شاہ راہ یعنی سڑک شاہی سے جو گزرے گا وہ راحت سے سفر کرے گا درختوں کا سایہ اس کو ملے گا اب چاہے مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم ہو شیخ سید مغل پٹھان ہو یا بھنگی اور چمار ہو اس میں کسی کی کوئی قید نہیں البتہ آخرت میں ترتیب آثار کے لئے اسلام بھی شرط ہے۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس نماز ظہر یوم شنبہ

مکاتبت میں تاخیر دلیل ہے ضعف طلب کی

ملفوظ ۸۲) ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کئی مہینے تک خط کا نہ بھیجنا یہ دلیل ہے ضعف طلب کی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ بھی راز ہے میرے یہاں تاخیر بیعت کا اس پر فرمایا کہ آجکل بیعت بھی منجملہ اسباب افتخار کے ہوگئی ہے طلب نہیں ہے میں ضابطہ کے تعلق کو تعلق نہیں سمجھتا خلوص کے تعلق کو تعلق سمجھتا ہوں اور خلوص بھی وہ جس میں فلوس کو بھی دخل نہ ہو اور یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ یہ پیری مریدی کا تعلق اس سے قبول کرنا چاہیے جس پر حکومت کرسکے نیز مرید ہونے کے قابل وہ شخص ہے کہ جس کو پہلے سے محبت ہو خلوص ہو اس میں بڑی مصلحتیں اور راحتیں ہیں۔

خالی مشورے دینے والوں کا علاج

(ملفوظ ۸۳) آج صبح کی مجلس میں ملفوظ نمبر ۹۷) میں جو ایک نو وارد متمول صاحب سے گفتگو نقل کی گئی ہے ان کے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ صبح ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی دو قسم کے لوگوں سے گفتگو ہوئی ایک تو وہ جوان کے بالکل ہم خیال ہیں انہوں نے ہمہ تن موافقت کی اور ایک وہ جنہوں نے بالکل مخالفت کی میں نے یہ کیا کہ اصل مقصد میں موافقت اور طریق کار میں اختلاف کیا اور میرا اختلاف بالکل اصول صحیحہ پر منطبق تھا الحمد اللہ میرے اندر بے پروائی نہیں ہاں میں تابع تو بننا نہیں چاہتا تابع شریعت ہی کے رہنا چاہیے اب اگر کوئی کام شریعت کے موافق ہے تو مجھے شرکت سے خدمت سے انکار نہیں اگر خلاف شریعت ہے تو میں شرکت سے معذور ہوں میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں جہاں کسی نے مولویوں کے ذمہ کام ڈالا میں نے فوراً اس کو بھی ایک کام بتلا دیا بس اس سے ان کی سب فضولیات ختم ہو جاتی ہیں ۔ یہ دنیا دار باتیں ہی باتیں بناتے ہیں جب کام سر پڑتا ہے تو محض ناکارہ ثابت ہوتے ہیں ان کی رگ رگ میں ہی پہچانتا ہوں اب یہ گئے ہیں مگر جو کچھ کریں گے دیکھ لیجئے اور سن لیجئے وجہ یہ کہ اس میں طریق کار میں نے ایسا بیان کر دیا کہ جس میں ان کو خود بھی کچھ کرنا پڑے گا اور یہی ٹیڑھی کھیر ہے۔

حالات کے تغیر تبدل میں حکمتیں ہیں

(ملفوظ ۸۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک باطنی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو بقاء

نہیں میں نے لکھا ہے کہ بقاء ہے مگر اس حالت کا غلبہ نہیں رہتا اور وہ دائم رہ بھی نہیں سکتا اگر انسان چاہے کہ ایک سی حالت ہمیشہ رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا حالات کے تغیر تبدل میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

ایک صاحب کے خط کے جواب

(ملفوظ ۸۵) ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ بہت عرصہ سے نہ حاضری ہوئی اور نہ خط بھیج سکا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس سے میرا کوئی ضرر نہیں بالکل بے فکر رہو۔

خط صحیح طریقہ سے بند کرنا

(ملفوظ ۸۶) ایک صاحب کا خط آیا اسکو اس طرح بند کیا تھا کہ کھولتے ہوئے پھٹ گیا اس پر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اس حالت میں یا تو تم کو بند کرنے کی تمیز نہیں یا مجھ کو کھولنے کی تمیز نہیں اور بدتمیز نہ مرید ہونے کے لائق ہے اور نہ پیر بننے کے لائق اس واسطے اس قصہ کو ختم کرو اور اگر تم نے بند نہیں کیا کسی اور نے بند کیا تو آئندہ بھی ایسے ہی بدتمیز آدمی سے بند کرایا کرو گے تو یہ تکلیف کون برداشت کرے گا۔ جواب آیا کہ خط کے اوپر گوند دوسرے شخص نے لگایا تھا حضرت والا کا جواب گیا کہ تم نے خود کیوں نہیں لگایا کیا اپنے کو اتنا بڑا آدمی سمجھتے ہو کہ ایسے معمولی کام بھی دوسروں سے لیتے ہو تو متکبر آدمی بھی مرید ہونے کے لائق نہیں۔

کسی چہرہ پر نظر نہ رکھنا

(ملفوظ ۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا میں کسی چہرہ پر نظر نہیں کرتا طبعاً حجاب معلوم ہوتا ہے۔

فضولیات میں مبتلا ہونے کا نقصان

(ملفوظ ۸۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہو گا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

حضرت کا کمال استغناء

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً مشائخ کے دربار میں اسپر نظر رہتی ہے کہ کون خدمت زیادہ کرتا ہے اور کون کم اس وجہ سے لوگ اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں الحمد للہ مجھ کو اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض خدمت سے اور تکلیف ہوتی ہے کیونکہ خدمت کا سلیقہ نہیں ہوتا اور بعض کو اگر ہوتا بھی ہے تو نیت اچھی نہیں ہوتی کچھ اغراض پیش نظر ہوتے ہیں خدمت کرنے کے بعد اس غرض کو پیش کرتے ہیں برا معلوم ہوتا ہے یہ تو اچھی خاصی رشوت ہوئی کہ خدمت سے مخدوم

نرم ہو جائے گا پھر ہم جو کہیں گے وہ کرے گا گویا تابع اور غلام بنانا چاہتے ہیں اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان اہل دنیا کی نظروں میں دین اور اہل دین کی عظمت نہیں آخر ذلیل سمجھنے کا سبب کیا وجہ کیا ہمارا ایسا کون سا کام ہے جو بدون ان کے اٹکا پڑا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ ہی اپنی حاجت آ کر پیش کرتے ہیں ہم نے تو کبھی کوئی حاجت ان کے پیش نہیں کی اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کو حقیقت معلوم کرا دینا چاہئے کہ جیسے تم ملانوں کو کچھ نہیں سمجھتے ملانے بھی تم کو کچھ نہیں سمجھتے۔

متکبروں کے ساتھ حضرت کا برتاؤ

(ملفوظ ۹۰) فرمایا میں متکبروں کی ساتھ الحمد للہ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جس کو دیکھ کر وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ علماء میں بھی ایسے ایسے حضرات موجود ہیں یعنی جوان کو مونہہ نہیں لگاتے اور خیر میرے متعلق تو ان کا خیال ہی خیال ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اہل علم میں بڑے بڑے حضرات ہیں باقی ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں اب رہ گیا حصول دنیا سو اس پر حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا یاد آ گیا کہ دنیا نہیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور انکو ذلت کے ساتھ مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بھی بہت بری بات ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متواضع امراء کے ساتھ سختی کرنا یہ بھی تکبر ہے۔

حفظ مراتب کا خیال نہ رکھنا

(ملفوظ ۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ایسے گندے مذاق کے بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسقدر ان کے قلب میں عظمت ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی اس قدر نہیں اور جس قدر فقراء کی عظمت ہے اس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں اور فقراء میں بھی ایسوں کی جو خلاف شریعت رہتے ہیں مراد جیسے بھنگڑ واہی تباہی فقیر۔

انتظام اوقات کی برکت

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ الحمد للہ اب کسی چیز کی اُمنگ نہیں رہی اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ فراغ کے ساتھ خاص تعلق مع اللہ میسر ہو جائے گو ابھی وہ نصیب نہیں ہوا مگر جی چاہتا ہے کہ نصیب ہو جائے۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

انتظام اوقات کی برکت

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میں اوقات منضبط نہ کرتا تو کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اس انتظام اور اوقات کی پابندی کی بدولت اتنا کام ہوا انتظام میں حق تعالیٰ نے ایک خاص برکت رکھی ہے مگر اسی انتظام اور اوقات کی پابندی کی بناء پر لوگ مجھ کو بدنام کرتے ہیں اس کا نام لوگوں نے خشکی بے مروتی رکھا ہے میں خشکی کے مقابلہ میں کہا کرتا ہوں کہ اتنی تری بھی نہیں چاہیے کہ جس میں ڈوب ہی جائے۔

ایک خطبہ کا خواب میں القاء

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے اس میں ایک خطبہ ہے محاسبہ اور مراقبہ کا اس میں مجھ کو دو مشکلیں پیش آئیں ایک تو قید تساوی خطب کے التزام کیساتھ ضبط مضمون کی کہ مضمون بہت طویل تھا جیسا احیاء کے کتاب المحاسبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایک رعایت قوافی کی خدا تعالیٰ کا فضل ہوا۔ خواب میں کسی نے اس کی عبارت بتلادی جس سے دونوں مشکلیں حل ہوگئیں صبح کو اٹھا تو کل حصہ تو محفوظ نہ تھا مگر اکثر حصہ متخیلہ میں باقی تھا سو اس خطبہ کو الہامی نہ کہئے مگر منامی تو کہئے اس لئے کہ الہام تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے عوام کو تو خواب میں بتلا دیا جاتا ہے۔

حضرت کے ماموں کے کچھ اقوال

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگوں نے مجھ پر بلا وجہ طرح طرح کے بہتان باندھے بس ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے یعنی اخیر میں ان ہی کی گردن جھکی میری گردن نہیں جھکی وہی میرے دروازہ پر معذرت کے لئے آئے۔ مجھے کسی کے دروازہ پر جانا نہیں پڑا اور میرا نقصان ہی کیا ہوا بلکہ نفع ہی ہوا کہ کنکریوں کے بدلے جواہرات عطاء فرمائے گئے یعنی ہر شے کا نعم البدل عطا ہوا جس میں بڑی نعمت یہ ملی کہ مخلوق سے دلچسپی کم ہوگئی اس پر حیدرآباد والے ماموں صاحب کا قول یاد آیا فرماتے تھے کہ تارک الدنیا ہونا تو بڑا مشکل ہے مگر جب بندہ پر خدا کا فضل ہوتا ہے تو وہ متروک الدنیا بنا دیا جاتا ہے۔ ماموں صاحب سے میرا باعتبار مسلک کے گو اختلاف تھا مگر ان کی باتیں بڑی ذہانت کی ہوتی تھیں اور مزاج میں ظرافت بھی بہت

تھی روڑ کی میں ایک مرتبہ دو واعظ دو مولوی صاحبان میں معانقہ ہوا دونوں کے پیٹ بڑے تھے گلے سے پہلے پیٹ مل گئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ معانقہ تو نہیں ہوا مباطنہ ہو گیا اور ان میں ترک کی بھی خاص شان تھی ایک بار جبکہ ماموں صاحب کا حیدر آباد دکن میں قیام تھا نواب محبوب علی خاں صاحب نے ایک تاریخ مقرر کی کہ آج ہم سب مزارات کی زیارت کریں گے چنانچہ جس مزار پر گئے وہاں کے خدام نے پر جوش استقبال کیا مگر ماموں صاحب کے شیخ مرزا سردار بیگ صاحب کے مزار پر جو آئے تو یہاں ماموں صاحب پہلے سے مزار پر حاضر تھے مگر ان کو دیکھ کر صرف کھڑے ہو گئے اور سلام و مصافحہ کر لیا نذر بھی قبول نہیں کی جب وہاں سے رخصت ہوئے مصاحبین کو خیال ہوا کہ شاید نواب صاحب نے برا مانا ہو گا اس لئے تاویل کی کہ حضور یہ کچھ معذور سے ہیں ان کی بات کا کچھ خیال نہ فرمایئے نواب صاحب نے نہایت ناخوش ہو کر فرمایا کہ افسوس ایسے شخص کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہو الحمد للہ کہ میرے شہر میں ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے دل میں حب دنیا نہیں اور اس کے بعد ماموں صاحب کے پاس فرمان اور سواری بھیجی کہ اس وقت مجھ کو سیری نہیں ہوئی یہاں تشریف لائیں تو عنایت ہو ماموں صاحب نے کہا کہ حضور اگر مجھ کو اپنی قلم رو سے نکالنا ہے تو دق کر کے کیوں نکالتے ہیں صاف کہہ دیں کہ میں کہیں نکل جاؤں گا آخر نواب صاحب خاموش ہو گئے باقی مجھ کو جو ماموں صاحب سے لگاؤ نہ تھا اس کا سبب ان کا مسائل میں لغزش کرنا تھا پھر اس کو زبان سے بھی ظاہر کرتے تھے بولتے بہت تھے اس میں ایسی باتیں کہہ جاتے تھے میں نے ادب کے ساتھ ان سے اختلاف کو ظاہر بھی کر دیا تھا اس لئے مجھ سے بہت ناخوش ہو گئے تھے اور میں اس لئے خوش تھا کہ پیچھا چھوٹا میں نے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا محض اس خیال سے کہ اگر ایسے منکرات پر سکوت کروں گا تو بے غیرتی ہے اگر بولوں گا تو گستاخی ہے۔

دور حاضر کے مفسرین کا حال

(ملفوظ ۹۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آجکل کے مدعیانِ قرآن دانی کے متعلق فرمایا کہ یہ تو ان نااہلوں کا محض دعوی ہی دعوی ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور تفسیر کر سکتے ہیں ان کے لئے ذوق سلیم اور فہم سلیم کی ضرورت ہے اور وہ پیدا ہوتا ہے تقویٰ سے اور بدون تقویٰ کے نور فہم کہاں نصیب گو نظر بھی وسیع ہو اس وسعت نظر اور عمق فہم پر میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متجر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو متجر ایک مچھلی متجر کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کے اندر کیا ہے اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچتی ہے گو تمام دریا پر نہ تیرے سو

یہ آجکل کے مدعی کدو مجتر ہیں او پر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں جیسے ایک انگریز نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی شعر یہ ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے　　　اوسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا ایک بڑا آدمی یہ میر کا ترجمہ ہوا سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا ایک ایرانی نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی تم سمجھے ایرانی نے کہا بلے فہیدم ہاں سمجھا ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تم کیا سمجھے تو وہ ایرانی کہتا ہے کہ شش گربہ رنگین رسن گرفت چھ رنگین بلیوں نے رسی پکڑ لی بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید جیسا لفظاً معجز ہے اسی طرح معنی بھی معجز ہے بدون نقل صحیح کے محض عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی اور لفظی اعجاز کی سب سے واضح اور کلی دلیل یہ ہے کہ اہل زبان نے اس کو خدا کا کلام تسلیم کیا اور کہا کہ ماہذا قول البشر یہ بشر کا کلام نہیں ہے باقی تفصیلات و جزئیات بھی مویدات ہیں چنانچہ ایک تائیدی دلیل ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اتدعون بعلاو تذرون احسن الخالقین اگر یہ انسان کا کلام ہوتا تو بجائے تذرون کے یوں ہوتا کہ تدعون احسن الخالقین کیونکہ تدعون کے معنی بھی چھوڑ دینے کے ہیں اور تذرون کے بھی وہی معنی ہیں اور تدعون میں صنعت ہے تو بشر صنعت کو ترجیح دیتا اسی کو فرماتے ہیں بعض مصنفین نے قرآن کو بعض آیات کی تفسیر کو نجوم کے اصول پر مبنی کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ تفسیر بیان القرآن ایسی سب باتوں سے پاک ہے۔

طریق کی وضاحت

(ملفوظ ۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جاہل صوفیوں نے حقائق کو تو بالکل ہی مستور کر دیا ایک بھیانک صورت میں طریق کو لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر اب تو الحمدللہ تعالیٰ صدیوں کے لئے طریق بے غبار ہوگیا کافی خدمت طریق کی ہو چکی اور ان جاہلوں کے مکروفریب سے لوگ بخوبی واقف ہو چکے اگر تھوڑا سا بھی کسی کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم عطا فرمایا ہو وہ ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا باقی بدفہموں کا کسی کے پاس بھی علاج نہیں۔

غیر مکلفوں میں بھی عقل ہوتی ہے

(ملفوظ ۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکماء کہتے ہیں کہ جانوروں میں عقل نہیں اور تعجب تو یہ ہے

کہ متکلمین بھی ان کے ساتھ ہو گئے لیکن واقعات ومشاہدات اس کی تغلیط کرتے ہیں ان صاحبوں کی بڑی دلیل جانوروں کا مکلف نہ ہونا ہے لیکن یہ مکلف نہ ہونا ایسا ہے جیسا نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہوتا حالانکہ اس میں عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی جس سے مکلف ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ نابالغ میں عقل کافی نہیں ہوتی ایسے ہی جانوروں میں عقل ہے مگر کافی نہیں اس لئے مکلف نہیں تو مکلف نہ ہونا دلیل نہیں ہوئی عدم عقل کی۔

۲۱/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

جہاں جائے وہاں کے معمولات معلوم کرے

(ملفوظ ۹۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے ان کے ناواقفی قواعد کے عذر کرنیکے جواب میں فرمایا کہ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ بدون کسی جگہ جائے ہوئے۔ اطلاع کئے ہوئے کسی جگہ کے معمولات کی کیا خبر کہ وہاں کے کیا اصول ہیں کیا قواعد ہیں مگر اتنی عقل تو ہونا چاہیئے کہ جہاں جائے وہاں کے رہنے والوں سے معلوم کر لے یہ تو کوئی ایسی باریک اور غامض بات نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے ایسی موٹی بات اور اس میں یہ گڑبڑ تو پھر ایسے شخص سے آئندہ ہی کیا امید ہو سکتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ ایسی باتوں کو نہ سمجھنا بے عقلی یا بدفہمی کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بے فکری کے سبب ہوتا ہے۔ جو کہ اختیاری ہے بس یہ ہے وجہ میرے مواخذہ کی میں جب کسی غلطی کے صدور پر کسی سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا سبب بدفہمی ہے یا بے فکری اکثر لوگ یہ سمجھ کر اگر بے فکری کو سبب بتلاتے ہیں تو وہ چونکہ اختیاری ہے مواخذہ سخت ہوگا بس جان بچانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ بدفہمی میں اس پر کہتا ہوں کہ بے فکری اگر سبب ہوتی تو چونکہ وہ اختیاری ہے اس لئے امید انسداد کی قریب نہیں لہذا تم سے موافقت مشکل ہے تمھاری خدمت سے معذور ہوں۔

توکل کی صورت بھی بڑی دولت ہے

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ توکل تو بڑی چیز ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب فرمادیں بڑی دولت اور بڑی نعمت ہے باقی ہم جیسوں کو تو اگر توکل کرنے والوں کی نقل ہی نصیب ہو جاوے یہ بھی سب کچھ ہے اس پر بھی فضل ہو جاتا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ رؤسا کے یہاں نقل پر بھی انعام ملتا ہے بلکہ بعض دفعہ زیادہ ملتا ہے اصلی خربوزہ تربوز آم کر یلے لے جائے تو بازار کی قیمت تو چار آنہ ملے گی اور اگر نقلی لے جائے تو انعام پانچ دس روپیہ ملجاتے ہیں تو اسی طرح ہمارا توکل تو کیا اگر نقل بھی

ہو جاوے تو یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ قابل انعام ہے اور دوسرے اعمال کو بھی اسی طرح سمجھ لیجئے۔

انعامات خداوندی کا مشاہدہ

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے ہزاروں واقعات ایسے ہیں کہ جس چیز کو جس طرح چاہا اللہ تعالیٰ اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

تبادلہ خیالات مہمل لفظ ہے:

(ملفوظ ۱۰۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبادلہ خیالات نہایت مہمل لفظ ہے پھر معنوی دلالت بھی اس میں کافی نہیں مشورہ اچھا لفظ ہے یہ تبادلہ لفظ بھی تو غلط ہے تبادل البتہ صحیح لفظ ہے تبادلہ عربی میں کوئی لفظ ہی نہیں۔

بیعت پر بے جا اصرار سے تکدر ہو جانا:

(ملفوظ ۱۰۳) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر اس خط میں بیعت کا مضمون نہ ہوتا تو بڑا اچھا خط تھا ضرور جواب دیتا۔

(نوٹ)۔ اس میں بیعت پر بے اصول اصرار تھا جس سے طبعیت کو تکدر ہو گیا۔

۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

مانگنا بے عزتی ہے

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص معزز ہے گو کپڑے پہنے ژولیدہ (پھٹے پرانے) مگر سوال نہ کرے بخلاف اسکے جو عبا و قبا پہن کر سوال کرے وہ معزز نہیں ایک صاحب کسی مقام پر کپڑے بدل کر گئے پرانی وضع کے آدمی تھے جو غدہ و عمامہ زیب تن تھا محض براہ اخلاق ایک رئیس سے ملنے گئے اس نے دور سے دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ کوئی چندہ مانگنے والے ہیں گھر میں گھس گئے پھر اس اطلاع پر کہ سب جج ہیں تب باہر آئے یہ حالت ہو گئی ہے ان مانگنے والوں کی بدولت مجھ کو ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے جس کام کے لئے چندہ کی ضرورت ہے اس کام کی عام اطلاع کر دینا کافی ہے اس پر اگر کوئی اعانت اور امداد کرے قبول کرے ورنہ خیر علماء کو تو ان امراء کے دروازوں پر جا کر ان سے سوال کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے اگر علماء چند روز بطور امتحان ہی ایسا کر کے دیکھیں تو یہ امراء خود ان کے دروازوں پر آئیں اور قدموں میں سر رکھنے کو تیار ہو جائیں۔

اتباع اور اعتماد

(ملفوظ ۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں اتباع اور اعتماد پر مدار ہے طبیب کے معالجہ میں بھی یہی بات ہے اگر طبیب پر اعتماد اور اسکی تجویز کا اتباع نہ ہو مریض اچھا ہو چکا اعتماد ہو تو یہ سمجھے کہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

چاپلوسی کی مذمت

(ملفوظ ۱۰۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے تعلق رکھنا اور چیز ہے اور تملق کرنا اور چیز یہ خلط مبحث کیسا میں تعلق تو سب سے رکھتا ہوں تملق کسی سے نہیں ہے مجھ کو جب اس کا تصور ہو جاتا ہے کہ کسی سے تملق نہیں نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے چاہے اس پر کوئی متکبر ہی سمجھے۔

تعویذ کے بارے میں ایک اصول

(ملفوظ ۱۰۷) فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں تعویذ پر ایک سادہ کاغذ لگا دیتا ہوں تا کہ لینے والے کو بے وضو مس کرنا جائز رہے۔

انسان کی حقیت

(ملفوظ ۱۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان ناز کس بات پر کرے اس کی ہستی اور وجود ہی کیا ہے ایک عالم کی حکایت لکھی ہے کہ میں نے ایک چیز ایسی یاد کی کہ کوئی یاد نہیں کر سکتا اور ایک ایسی چیز بھولا کہ کوئی بھول نہیں سکتا یاد تو یہ کہ قرآن شریف تین دن میں یاد کر لیا۔ اور بھولا یہ کہ داڑھی چار انگلی سے زائد ہو گئی مٹھی میں تھی پکڑ کر کاٹنی چاہی خیال نہ رہا اوپر کی جانب سے کاٹ گیا بالکل صاف ہو گئی حق سبحانہ تعالیٰ انسان کا عجز دکھا دیتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر خدا خواہد نگفتند از بطر   پس خدا بنمود شان عجز بشر

بندوں کی غلطی ظاہر کر دیتے ہیں تا کہ ان میں دعوی نہ پیدا ہو جائے یہ بھی بڑی رحمت ہے حق تعالیٰ بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں چنانچہ میں نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر ٹوٹ پڑوں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں مطلب یہ کہ اسکو فنا کر دیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تم اس کو بناتے اور پھر ایسی درخواست کرتے تب جانتے اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے محبت ہوتی ہے کہیں اختیاراً کہیں اضطراراً وہاں اضطرار تو ہے نہیں صرف اختیار ہے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے جب قوم غرق ہو گئی حکم ہوا مٹی کے برتن بناؤ کئی سال تک برتن بنوائے گئے پھر حکم دیا کہ توڑ دو۔ دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ

توڑ دیئے ارشاد ہوا کہ کچھ رنج ہوا عرض کیا کہ بہت رنج ہوا ارشاد ہوا دیکھو اپنی بنائی ہوئی چیز سے ایسی محبت ہوتی ہے مگر ہم نے تمھارے کہنے سے اپنی مصنوعات کو ہلاک کر دیا۔

حب دنیا کا علاج

(ملفوظ ۱۰۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حب دنیا کے علاج میں یہ مراقبہ نہایت مفید ہے کہ قبر میں اس طرح کفن گل گیا اعضاء منتشر ہو گئے موت سے لوگ گھبراتے ہیں مگر مومن کے لئے موت بڑی مسرت کی چیز ہے یہی وہ پل ہے جس سے گذر کر محبوب تک رسائی ہوگی باقی طبعی تکلیف ایسی ہے جیسے بچے کا آپریشن کیا جاتا ہے وہ اس پر روتا ہے چلاتا ہے مگر مربی خوش ہیں کہ یہ اب اچھا ہو جائے گا اسی کو فرماتے ہیں۔

طفل میلرزد ز نیش احتجام　　مادر مشفق ازاں غم شاد کام

جوش اور بہادری میں فرق ہے

(ملفوظ ۱۱۰) ایک صاحب سے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جوش کو بہادری نہیں کہتے ہوش کی حالت میں جو کام قوت و استقلال سے کیا جائے بہادری اس کو کہتے ہیں اور جوش کی کیفیت تو اکثر عورتوں میں بھی ہوتی ہے اکثر واقعات کنوؤں میں ڈوب جانے کے انہیں کے ہوتے ہیں مگر کوئی بھی اسکو بہادری سے تعبیر نہیں کرتا بلکہ بزدلی پر دال ہے تو محض جان کھو دینا یا دے دینا بہادری نہیں بہادری اور ہی چیز کو کہتے ہیں آج کل بعض مسلمان بھی اہل باطل کی پیروی میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں مگر اہل باطل میں قوت کہاں محض ایک جوش ہوتا ہے جو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔

آنیوالوں کی خدمت کو ذریعہ نجات جاننا

(ملفوظ ۱۱۱) سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو آنے والے حضرات کی خدمت کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر آنہ والوں پر نظر نہیں مزاحاً فرمایا کہ آنہ والوں کو کیا دیکھتا روپیہ والوں کو دیکھتا ہوں یعنی اہل صدق کو۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

اتباع سے انکار اور خودسری

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کس قدر بدفہمی کی بات ہے کہ اتباع کوئی چیز ہی نہیں رہی یہ چاہتے ہیں کہ حاکم ہمارا اتباع کریں اب یہ ہی سوراج سوراج ہانک رہے ہیں جب یہ حاکم بنیں

گے تو ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوگا جو یہ کہہ رہے ہیں تب حقیقت معلوم ہوگی جتنی باتیں کر رہے ہیں نہایت ناعاقبت اندیشی کی ہیں بہت بری ذہنیت پیدا ہوگئی ہے یہی حالت حکام باطنی یعنی مشائخ کے ساتھ ہوگئی ہے کہ ان کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں سو یہ خود علامت ہے ضعف اعتقاد کی اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ زادہ کی قوم اگر کسی سے معتقد ہو جائیں تو بغالب ظن واقعی بزرگ ہے اس لئے کہ وہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مولوی ہو جاوے شیخ ہو جاوے ان کا معتقد ہونا بڑا مشکل ہے یہ تو واقعی بزرگوں کے بھی کم ہی معتقد ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ یہ خود شیخ زادہ ہیں بلکہ شیخ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے کہ بڑی مشکل سے کسی کے معتقد ہوتے ہیں اور اگر ہو جاتے ہیں تو پھر پورے طور سے ہوتے ہیں کیونکہ سمجھ کر ہوتے ہیں حضرت مولانا گنگوہیؒ کتنے بڑے درجہ کے ہیں مگر گنگوہ کے لوگ زیادہ معتقد نہ تھے نہ شیخ زادے نہ پیرزادے اور یہ پیرزادوں کی قوم تو ہر جگہ عجیب ہی ہیں چنانچہ آجکل کے پیرجیوں نے عجیب عجیب باتیں تراش رکھی ہیں کبھی مرغ حاصل کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ تعویذ مرغ کے خون میں لکھا جاتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو مرغ نہ دے بلکہ ان کے سامنے مرغ ذبح کر کے اور ایک ٹھیکری میں خون دے کر کہہ دیا جاوے کہ یہ ہے مرغ کا خون اس سے تعویذ لکھ دیجئے مگر پھر شاید وہ یہ کہنے لگیں کہ مرغ کا گوشت کھا کر تعویذ لکھا جائے گا تب اثر ہوگا اس کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں یہ لوگ اگر یہ ترکیبیں نہ کریں تو بیچارے اور کیا کریں ان کو اور کچھ آتا بھی تو نہیں اس لئے قابل رحم بھی ہیں۔

اھلیہ سے محبت اور اس کی حدود

(ملفوظ ۱۱۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اپنی اہلیہ سے بیحد محبت ہے اسقدر محبت مذموم تو نہیں میں نے لکھ دیا کہ اس سے زیادہ بھی مذموم نہیں مگر ایک شرط ہے میں نے اس شرط کے متعلق بھی اس سے دریافت کیا ہے کہ اگر کسی موقع پر اس کی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اس وقت آپ کس کو ترجیح دیں گے دین کو یا اہلیہ کو اس پر فرمایا کہ نہ معلوم بیچاری بیوی ہی کو کیوں تختہ مشق بنایا جاتا ہے اگر بیوی کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ غیر اللہ ہے تو یہ خود بھی عین اللہ نہیں غیر اللہ ہی ہیں کہ جو محبت اہلیہ سے ہے اگر وہی محبت اپنی ذات سے ہو تو وہاں پر بھی تو یہی شبہ ہونا چاہیئے مگر اس کا کبھی سوال نہیں کیا خیر جو سوال کیا یہ بھی غنیمت ہے اس سے دین کی فکر کا تو پتہ چلا اور فکر دین وہ چیز ہے کہ یہ جب ہوتی ہے تو مصلح کا بھی جی چاہتا ہے کہ یہ بھی بتا دو یہ بھی سکھا دو اور اگر طلب اور فکر نہیں تو پھر مرو اور پڑو گڑھے میں۔

ذاتی علم کے بغیر تصدیق نہ کرنا چاہئے

(ملفوظ ۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ بدون اپنے ذاتی علم کے سنی سنائی باتوں پر کسی کے مضمون کی تصدیق نہیں کرتا اس لئے کہ یہ شہادت ہے اور اس میں شرعاً مشاہدہ شرط ہے۔

لفظ ''خانقاہ'' کی اصل

(ملفوظ ۱۱۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے پتہ پر لکھا ہے خانگاہ امدادیہ مگر صحیح اور اصل لفظ یہی ہے خانقاہ اس کا معرب ہے۔ خانگاہ جہاں پر بہت سے خانے اور حجرے بنے ہوں۔

دوسروں کی مصلحت کو اپنی نیک نامی پر مقدم رکھنا

(ملفوظ ۱۱۶) ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس میں تعلیم کی ضرورت ہوتی یہ تو فطری چیز ہے فطریات میں کسی کی تعلیم کی کیا ضرورت کیا یہ امر فطری نہیں کہ آدمی جس کام کو آوے صاف کہدے پھر جو جواب ملے اس پر عمل کرے مگر لوگ ایسا نہیں کرتے پھر چاہتے ہیں کہ اس کی اصلاح نہ کی جاوے۔ رعایت کی جاوے حالانکہ اصلاح کر دینا یہی رعایت ہے اور اسی قاعدہ کے موافق میں ہمیشہ آنے والوں کی رعایت کرتا ہوں اور ان کی دینی مصلحت کو کہ اصلاح ہے مقدم رکھتا ہوں اپنی دنیوی مصلحت پر کہ نیک نامی ہے اور اسکے خلاف کو خیانت سمجھتا ہوں کیونکہ اگر میں آنے والوں کی وہ رعایت کروں جس کو یہ رعایت سمجھتے ہیں تو پھر تربیت اور اصلاح کی کیا صورت ہے مگر یہ ان کی رعایت تھوڑا ہی ہوگی بلکہ یہ تو میری اپنی رعایت ہوگی کہ کوئی برا نہ مانے بدنام نہ کرے۔ اب یہ اس کو اپنی بدفہمی کی وجہ سے نہ سمجھیں تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں میں تو جو کچھ کرتا ہوں آنے والوں کی مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں آدمیت پیدا ہو جاوے پھر اس کو اگر یہ اپنا نقصان سمجھیں سمجھا کریں یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وقف علی الاولاد کرے تو اس سے اپنی اولاد کو نفع پہنچانا مقصود تھا لیکن اگر اس پر کوئی نقصان لازم آ جاوے مثلاً اولاد اس کو اپنے اغراض کے لئے فروخت نہیں کر سکتی تو آ جائے یا اولاد اس کو نقصان سمجھے سمجھا کرے باپ کی جوتی سے اور میں تو صاف پکار کر کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ طرز کسی کو ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آوے میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں کسی کو سو دفعہ غرض ہو آ ؤ ورنہ کہیں اور جاؤ۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے۔

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند　　　گر تو نمے پسندی تغیر کن قضاء را

اور میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھ دیتا ہوں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

لوگ چاہتے یہ ہیں کہ جس طرح سے پرانا ڈھرا چلا آ رہا ہے ویسے ہی یہاں بھی ہو صدیوں کے بعد تو باب تربیت حق تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے۔ یہ نامعقول پھر اس کو بند ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے طرز کو کسی کی خوشی کی وجہ سے بدل نہیں سکتا اور اگر بالفرض ایسا کروں بھی تب بھی کسی نہ کسی کے تو پھر بھی خلاف ہو ہی گا تو اس صورت میں ساری دنیا کو کہاں تک راضی رکھ سکتا ہوں۔

تکمیل العفتہ یعنی پردہ کے احکام اور اس کے فطری ہونے کا بیان

(ملفوظ ۱۱۷) ملقب بہ تکمیل العفتہ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگوں کے دین کو کچھ انگریزی نے کچھ افلاس نے کچھ بدفہمی نے تینوں نے ملکر خراب و برباد کر دیا آجکل تو انگریزیت کا غلبہ بعض جگہ عورتوں پر بھی ہو چلا ہے یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ ایک بہت بڑے دیندار خاندان کے رئیس کی بیوی کا میرے پاس خط آیا تھا اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا کہ فلاں لیڈی میں نے لکھا کہ اگر اپنے نام کے ساتھ یہ لکھا جاتا کہ فلاں بیگم تو یہ اچھا تھا بس یہ عزت بڑھی کہ آدمی سے لیڈی بن گئیں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ جب کسی عورت کا خط آتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجو۔ اس میں بھیجنے والے کی دینی مصلحت بھی ہے اور دنیوی بھی تاکہ کہیں بے محل خط نہ لکھ سکیں اور یہ سمجھیں کہ بدون خاوند کی اجازت کے خط و کتابت کرنا جائز نہیں [illegible] خاوند کو اطمینان رہے کہ بدوں میری اجازت کے یہ ایسا نہیں کرتی غرض اس میں بڑی مصلحت ہے اور جگہ ان باتوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی کی وبا بھی عام ہو چلی ہے تمام غیر محرم گھروں میں آتے ہیں جن سے پردہ فرض ہے اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی جو مفاسد ان کے باہر پھرنے سے پیدا ہوتے وہ اس صورت میں گھروں کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں ایسا پردہ حقیقت میں پردہ نہیں ہے محض عرفی پردہ ہے ایک صاحب نے بطور اشکال کے مجھ سے کہا تھا کہ پردہ کے اندر بھی تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں میں نے کہا کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی اور مفاسد پیدا نہیں ہو سکتے جب مفاسد ہوں گے بے پردگی ہی سے ہوں گے کیونکہ ہر خرابی سے پہلے آپس کا سامنا ہی ہوگا وہ اس عرفی پردہ کو پردہ سمجھے ہوئے تھے اس وقت انکی آنکھیں کھلیں اور حقیقت کو سمجھے اور بہت مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ میں بہت

عرصہ سے اس شبہ میں مبتلا تھا آج منکشف ہوئی اور یہ مرض بے پردگی کا مسلمانوں میں دوسری قوموں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے پردے میں اصل ضرورت بدن چھپانے کی ہے جس میں کوتاہی ہوتی ہے محض چہار دیواری میں بیٹھنے کا اور نامحرموں کے سامنے ہونے کا نام پردہ نہیں عورتیں بکثرت عفیف ہوتی ہیں مگر وہ بھی پردہ کے اس حکم شرعی سے مستثنٰی نہیں نیز نفس پر کیا بھروسہ اور کیا اطمینان جیسے سانپ پر کیا اطمینان حضور اقدس ﷺ کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہیں مگر انکو بھی حکم تھا کہ امتیوں سے پردہ کرو اسی طرح امتی بیٹیوں کو حکم تھا کہ اپنے روحانی باپ سے یعنی پیغمبر سے پردہ کرو اور اصل تو یہ ہے کہ پردہ کے لئے اسی کی ضرورت نہیں کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہو آخر غیرت وحمیت بھی تو کوئی چیز ہے وہ فطری ہونے کے سبب کافی داعی ہے بلکہ شریعت خود بالکل فطری چیز ہے چنانچہ جس میں احتمال بعید بھی مفاسد کا ہوتا ہے خود بخود قلب میں اس سے کھٹک پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ جنکا مفسدہ فطرۃً بہت زیادہ ۔مبین تھا وہاں تشریع صریح ہی کی حاجت نہیں ہوئی دیکھئے یہ تو حکم ہے کہ شراب نہ پیو اور یہ نہیں فرمایا کہ پیشاب نہ پیو کیونکہ اسکی گندگی فطری ہے سو جس چیز کی ممانعت کی ضرورت نہ تھی اس بناء پر کہ وہ فطری ہے بعض جگہ اس میں بھی ممانعت کرکے بندوں پر احسان فرما دیا کہ اس کے احکام بتلا دیئے ورنہ فہم سلیم کے ہوتے ہوئے اس کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی لیکن باوجود عدم ضرورت کے اگر یہ امر پیش نظر رکھا جائے کہ احکام کا تعلق مختلف طبقات سے ہے جس میں بعضے فاسد الفطرت بھی ہیں تو پھر یہ شبہ بھی نہ ہوگا کہ باوجود فطری ہونیکے پھر کیوں ظاہر کیا گیا جواب ظاہر ہے کہ اس اظہار کا داعی فساد فطرت ہے اور یہ مدعیاں بے پردگی جو اپنے مدعا کے دلائل بیان کرتے ہیں وہ نہایت لچر اور اصول عقلیہ کے بھی خلاف ہیں آخران کو بھی تو کسی مدعا کا قائل ہونا پڑے گا مطلقا بے پردگی کے تو یہ بھی قائل نہیں تو جو مفاسد مطلقا بے پردگی سے پیدا ہوں گے اگر اس مابہ النزاع درجہ سے بھی وہی پیدا ہو جاویں تو پھر ان کے پاس کیا جواب ہے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ فقہیہ یاد کر رکھا ہے کہ چہرہ تو ستر نہیں مگر یہ نہ دیکھا کہ اصل جذب قلب کے باب میں چہرہ ہی ہے چنانچہ جو شخص چہرہ دیکھ لیتا ہے اس کو دوسرے اعضاء کے دیکھنے کی خواہش نہیں اور جو شخص دوسرا عضو دیکھ لے مثلاً کلائی کو دیکھے تو چہرہ دیکھنے کی اس کو ضرور خواہش ہوگی۔ سو ان بے غیرتوں کو شرم نہیں آتی کہ سر کھولنے کو تو جائز نہ سمجھیں اور چہرہ کھولنے کو جائز سمجھیں حسن و جمال تو جو کچھ ہے وہ چہرہ ہی میں ہے سو اس کا پردہ تو سب سے زیادہ ہونا چاہیئے مگر غایت مجبوری والیوں کو رفع حرج کے لئے اس میں

سہولت کر دی ہے یہ نہیں کہ بلاضرورت حسن فروشی کرتی پھریں پس شریعت نے نہ تو تنگی کی اور نہ وسعت دی ہر امر میں اعتدال رکھا ہے اسی اعتدال کو کسی نے کہا ہے۔

گرچہ خدا گفت کلوا واشربوا　　لیک نفرمود کلوا تا گلو

غالب نے تمسخر سے کہا تھا۔

ہم توبہ جب کریں گے شراب و کباب سے　　قرآن میں جو آیا کلوا و شربوا نہ ہو

کسی نے خوب جواب دیا ہے۔

تسلیم قول آپ کا ہم جب کریں جناب　　جب آگے واشربوا کے ولاتسرفوا نہ ہو

شریعت سراپا اعتدال و حفظ حدود ہے اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آ گیا وہ یہ کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے ولایت گئے تھے ان کی توجہ سے بعض بڑے طبقہ کے انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا چنانچہ ایک انگریزی خاتون نے جو کسی کالج کی پروفیسر تھی اپنے مسلمان ہو جانے کی مجھ کو اطلاع دی اور اسلامی نام رکھنے کی استدعاء کی اس عورت کا نام بڑا ڈے ہے میں نے بریدہ تجویز کیا وہ بے حد مسرور ہوئی دونوں ناموں میں نقلی تناسب کی وجہ سے ایک دوسرے انگریز نے ان ہی صاحب کے ذریعہ سے ایک خط مجھ کو لکھوایا کہ میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں مع اپنی بیوی کے ہندوستان دیکھنے کو بیحد جی چاہتا ہے آپکے یہاں پردہ ہے ہمارے یہاں پردہ نہیں تو کیا ایسی حالت میں آپ لوگ ہم کو حقیر نہ سمجھیں گے۔ اب مجھ کو سوچ ہوئی اگر لکھتا ہوں کہ پردہ کی ضرورت نہیں تو وہ نصوص سے ثابت ہے نفی کیسے ہو سکتی ہے اور اگر پردہ کرنے کو لکھتا ہوں تو ان کو بوجہ عادت نہ ہونیکے وحشت ہو گی بس اسی حفظ حدود کی اصل پر یہ سمجھ میں آیا کہ اور اعضاء تو مستور ہوں ہی گے صرف چہرہ کھلا ہو گا تو چہرہ چھپانے سے اصل مقصود ہے دفع فتنہ اور فاتح قوم کی ایک ہیبت ہوتی ہے مفتوح قوم پر اس لئے مفتوح قوم کی ہمت نہیں پڑتی فاتح قوم کے متعلق خیالات فاسدہ کی اس لئے ہم آپ لوگوں کو اس کی گنجائش دیں گے بخلاف ہمارے کہ ہندوستان میں ہم آپس میں سب برابر ہیں ایک کا دوسرے پر کوئی ہیبت کا اثر نہیں اس لئے ہم اپنے لئے یہ گنجائش نہ دیں گے اور میں نے یہ جواب اخذ کیا حجۃ اللہ البالغہ کے ایک تعلیل سے جو انہوں نے امام شافعیؒ کے ایک فرع کے متعلق ذکر کی ہے وہ فرع سیدہ کا اپنے غلام سے عدم حجاب ہے حجۃ اللہ میں اس کی علت یہی ہیبت بیان فرمائی ہے مگر یہ جب کہ جب طبیعت میں سلامتی ہو جیسے آئمہ کے زمانہ میں تھی اور

امام صاحب نے اس میں اس لئے اختلاف فرمایا کہ آئندہ طبعیتیں سلیم نہیں ہوں گی غرض میں نے امام شافعیؒ کی اصل پر اسی انگریز کو جواب لکھ دیا کہ تم کو اجازت ہوگی۔ کہ پردہ نہ کریں مگر پھر وہ آئے گئے نہیں۔

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ایک دیندار اور صاحب فہم ایڈیٹر کی آمد

(ملفوظ ۱۱۸) ایک نووارد صاحب نے قبل از مجلس حضرت والا سے گفتگو کی اور اسی وقت کی گاڑی سے واپس ہو گئے اس کے بعد حضرت والا نے مجلس کی اطلاع لوگوں کو کرائی اہل مجلس کے آ جانے پر فرمایا کہ آج ایک مہمان کی وجہ سے مجلس کی اطلاع میں تاخیر ہو گئی علی گڑھ سے ایک رسالہ نکلتا ہے یہ صاحب اس کے اڈیٹر ہیں یا شاید اخبار ہے اچھی طرح خیال نہیں رہا ان کے ایک سوال پر میں نے تقریر کی کہتے تھے کہ اسوقت کی تقریر سے میں بہت سے سوالوں سے بچ گیا قریب قریب جو کچھ ذہن میں تھا سب کے جوابات ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو یہ تقریر چھپوا دوں میں نے کہا کہ پہلے لکھ کر مجھ کو دکھلا لیا جاوے کہنے لگے کہ انشاء اللہ غلطی نہ ہوگی میں نے کہا کہ اگر میری طرف نسبت فرمائیں تو مجھ کو ضرور دکھلا لیں اس لئے کہ بعض اوقات ایک لفظ کے بدل جانے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی جی خوش ہوا کہ بیچاروں نے قدر کی اور سمجھ گئے جس کی زیادہ بناء اعتماد ہے طبعی بات ہے کہ جن لوگوں پر اعتماد ہوتا ہے ان کی ہر بات مقبول ہوتی ہے الحمد للہ ابھی تک اکثر مسلمانوں میں دین سے تعلق اور دین کے جاننے والوں پر اعتماد ہے تعلق پر یاد آیا ایک وکیل صاحب تھے کانپور میں انکو بیمار سن کر ان کے مکان پر عیادت کے لئے گیا تھا قسم کھا کر کہنے لگے کہ اگر وائسرائے بھی میرے مکان پر آتے تو مجھ کو اتنی خوشی نہ ہوتی الحمد للہ ایسے ایسے مسلمان ابھی موجود ہیں جن کو دین اور اہل دین سے تعلق ہے۔

شاعری کا جواز اور اس کی حدود

(ملفوظ ۱۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعری ناجائز ہے فرمایا کہ ناجائز تو نہیں لیکن بعضی شاعروں کے اکثر مضامین خلاف شریعت ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کے لئے بیشک، ناجائز ہے اسی طرح اگر غلو انہماک زیادہ ہو جاوے اس کو بھی منع کیا جاوے گا ایک شاعر تھے اگر نماز میں کوئی شعر یاد آ جاتا تو نماز توڑ کر اس کو لکھ لیتے کسی نے کہا یہ کیا کہا کہ نماز کی تو قضا ہے مگر شعر کی

قضا نہیں اکثر جاہل شعراء کے یہاں تو اشعار میں کوئی حد ہی نہیں کسی غالی کا شعر ہے۔

محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا　　　　پے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف

یعنی جیسے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا پیراہن رکھ لیا تھا نعوذ باللہ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور کا سایہ رکھ لیا تو حق تعالیٰ کو یعقوب علیہ السلام پر قیاس کیا نعوذ باللہ اب کہاں تک ان مضامین کو جائز کہا جا سکتا ہے باقی سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حضور ﷺ کے سر مبارک پر ابر کا سایہ رہتا تھا پھر سایہ کیسے ہوتا کبھی کبھی ابر نہ بھی ہوتا تھا چنانچہ حدیث شریف میں ایک صحابہ کا آپ پر کپڑے کا سایہ کرنا بھی ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابر کا سایہ بھی دائمی نہ تھا۔

چشتیہ کا متبع سنت ہونا

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً یہ خیال ہو گیا ہے (صوفیہ کو عموماً اور حضرات چشتیہ کو خصوصاً بدنام کیا جاتا ہے) کہ یہ بدعتی ہیں اور سنت کے مخالف ہیں اس کے متعلق مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسالہ لکھا جائے اور ان حضرات کے اقوال واعمال جمع کئے جائیں جن سے معلوم ہو کہ وہ کس قدر اتباع سنت کا کرتے تھے اس کا نام یہ ذہن میں آیا ہے۔ السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ۔ (چنانچہ اب بفضلہ تعالیٰ شائع بھی ہو گیا) ان حضرات کی آج تک کسی نے کافی نصرت نہیں کی جی چاہتا ہے نصرت کو البتہ احیاناً ان حضرات کے اقوال واعمال سے ایہام ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات پر اس طرف کا غلبہ تھا صاحب حال تھے اس لئے معذور ہیں ایک ہی چیز دل میں سمائی ہوئی اور رچی ہوئی تھی اور سب سے ذہول تھا اور وہ چیز محبت اور یاد حق ہے اور حقیقت میں یہی ایک چیز یاد رکھنے کی ہے اس کو نہ بھلاوے باقی اور کسی چیز کے یاد رکھنے کی ضرورت نہیں۔ میری اس نصرت پر ایک صاحب معترضانہ لکھتے ہیں کہ تم صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مگر الحمدللہ میں بیجا حمایت تھوڑا ہی کرتا ہوں اور میں بھی تو جواب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم صوفیہ کی مخالفت کرتے ہو بلکہ میں نے تو بہت سے خیالات کی اصلاح کر دی ہے چنانچہ آجکل لوگوں میں عموماً پیر کا بڑا مرتبہ سمجھا جا رہا تھا حتیٰ کہ باپ اور استاد سے بھی بڑا مگر میرے یہاں تحقیق ہے کہ اول مرتبہ باپ کا پھر استاد کا پھر پیر کا پھر اس پر کہتے ہیں کہ تم صوفیوں کی حمایت کرتے ہو۔

ایمان کے لالے پڑ گئے ہیں

(ملفوظ ۱۲۱) اب تو میں داڑھی کو بھی نہیں دیکھتا یہ دیکھتا ہوں کہ ایمان بھی ہے یا نہیں اب تو ایمان

کے لالے پڑ گئے میں جواسی کوغنیمت سمجھتا ہوں کہ ایمان ہی سالم رہے۔

جاہل صوفیہ اور دنیادار پیروں کی حالت

(ملفوظ ۱۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیجا حمایت کا الحمداللہ میرے اندر مادہ ہی نہیں شریعت میری فطرت ہے اسی لئے جہلا صوفیہ پر ردونکیر بھی زور وشور سے کرتا ہوں چنانچہ بعضوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے بالکل شریعت کے مقابلہ میں ایک مخترع طریق اختیار کرر کھا ہے ان کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ جہل شامل نہ کر دیا گیا۔ ہو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جاہل صوفی کا قول اس کی توجیہ میں بیان کیا کہ حضرت غوث اعظم کا لقب دستگیر کیوں ہے سوتوجیہ یہ کی کہ ایک مرتبہ اللہ میاں اور غوث پاک ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے اللہ میاں کا پیر پھسلا نعوذ باللہ حضرت غوث پاک نے تھام لیا اس وقت اللہ میاں نے فرمایا کہ دستگیر اس قدر جہل بڑھا ہوا ہے اور اب تو جہل کے ساتھ شرارت بھی ہوگئی ہے پہلے بدعتی ایسے نہ تھے اکثر اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے نیت خراب نہ تھی اور اب تو شریر ہیں نیت خراب ہے۔ شرارت پر یاد آیا ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ کاٹھیاواڑ میں میرے متعلق یہ مشہور کرر کھا ہے کہ وہ رسول علیہ پر ایمان لانے سے منع کرتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اب اس کا کیا علاج خیر عوام تو عوام ہی ہیں انکی کیا شکایت ان کے لکھے پڑھے ان سے زیادہ بگڑے ہوئے ہیں جیسے ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیعوں کے عوام تو فاسق ہیں اور خواص کافر کیونکہ عوام کو تو کچھ خبر نہیں اور خواص جان کر سب کچھ کرتے ہیں اسی بناء پر ایک تجربہ کار صاحب کہا کرتے تھے کہ حیدرآباد دکن کے امراء تو جنتی اور مشائخ دوزخی ہیں اس لئے کہ امراء تو مشائخ کے ساتھ دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشائخ امراء کے ساتھ دنیا کی وجہ سے ایسے مرید نے پیر سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر بولے کہ ٹھیک ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو دنیا کا کتا مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا تو ہوجانے دیجئے جبھی تعبیر دیجئے یہ بھی دیکھا کہ میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور آپ میری پیر بہت بگڑے واقعی صحیح ترجمانی کی حقیقت یہ ہی ہے کہ مرید بیچارہ تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے اور پیر مرید سے دنیا۔

خالی مشورہ دے کر کاموں سے گریز

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ فلاں مضمون کا ایک

رسالہ لکھ کر چھپوا کر اشتہار دینا چاہیئے اور اس مشورہ میں کوئی کام اپنے ذمہ نہیں رکھا ان بد دماغوں کو شرم نہیں آتی حامی دین بنتے ہیں رسالہ بھی ہم ہی لکھیں، چھپوائیں بھی ہم ہی اشتہار بھی ہم ہی دیں ان سے کوئی پوچھے کہ آپ بھی کچھ کریں گے۔ **ان مع العسر یسرا**۔

(ملفوظ ۱۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جس تنگی کا انجام فراخی ہو وہ تنگی محمود ہے۔

تحریکات میں عوام کو بہکایا جاتا ہے

(ملفوظ ۱۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام بیچاروں کو محض اغراض کے لئے پھنسایا جاتا ہے بہکایا جاتا ہے فتن کی تحریکات لوگوں کے دین کے برباد کرنے کا ذریعہ بن گئیں اللہ ہی محافظ ہیں میرا تو مسلک یہ ہے کہ جو کام آسانی سے ہو سکے کر لو ورنہ چھوڑ دو انسان غیر اختیاری کام کا مکلف بھی تو نہیں پھر کیوں خلجان میں پڑے۔

دینی شبہات کا علاج ہیبت اور محبت اور ان دونوں کے حصول کا طریقہ

(ملفوظ ۱۲۶) ایک صاحب نے ایک شبہ پیش کرنا چاہا حضرت والا نے فرمایا کہ شبہات کا ازالہ محض قیل و قال سے نہیں ہوا کرتا کام کرنے سے اکثر شبہات کا خود بخود سد باب ہو جاتا ہے پہلے کام میں کوشش کرو اور اصلاح کا ارادہ کرو پھر اگر کوئی شبہ ہو پیش کرو کام کرنے سے قبل سوچ سوچ کر باتیں کرنا محض وقت کو بیکار کھونا ہے مجھکو حضرت استادی مولانا محمد یعقوب صاحب کا جواب بے حد پسند آیا ہے دوران درس میں ایک طالب علم نے ایک حدیث پر شبہ کیا تھا اس کا جواب مولانا نے دیا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ جو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ: **لا یحدث فیھما نفسہ**۔ یعنی ان رکعات میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے یعنی حدیث النفس کے طریق پر جیسے ہم لوگ ادھر ادھر کی باتیں سوچا کرتے ہیں اس سے وہ نماز بھی بالکل خالی ہو باقی بے سوچے اگر وساوس آویں کوئی حرج نہیں خود نہ سوچے حاصل یہ ہے کہ خطرات احداث اور بقاء دونوں اس کی طرف سے نہ ہوں تو جو شخص ایسی دو رکعت پڑھے گا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت کیا ایسی نماز ممکن ہے کہ جس میں خیالات یا وساوس نہ آویں اوّل تو اس طالب علم نے سوال ہی غلط کیا حدیث تو یہ ہے **لا یحدث فیھما نفسہ** نہ کہ **لا تتحدث فیھما نفسہ** مگر مولانا نے اس سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ عجیب ہی جواب دیا وہ یہ کہ میاں کبھی ایسی نماز پڑھنے کا تم نے ارادہ بھی کیا تھا جس میں

ناکامیابی رہی ہو کبھی پڑھ کر بھی دیکھی تھی اگر پڑھ کر دیکھتے اور ناکامی رہتی تب پوچھتے بھی اچھے معلوم ہوتے کبھی ارادہ کیا نہیں پہلے ہی حدیث پر شبہ کر بیٹھے شرم نہیں آتی عمل کر کے دیکھا ہوتا اس پر بھی ناکامی رہتی تب ہی اعتراض کیا ہوتا۔ یہ ہے جواب اور میں ایک کلی طریق پر کہتا ہوں کہ حکومت کے قانون میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں ہیبت ہے اسی طرح محبوب کی باتوں میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں محبت ہے بس وسوسہ کا تختہ مشق صرف دین ہی کو بنایا جاتا ہے کیونکہ وہاں نہ ہیبت ہے نہ محبت ہے بس یہ دو چیزیں پیدا کر لو یہی دو چیزیں ہیں وسواس کے روکنے والی غرض جو عملی کام ہیں ان پر اگر شبہ ہو وہ عمل کرنے سے زائل ہو سکتا ہے نری علمی تحقیقات سے کام نہیں چل سکتا بس اسکا ایک ہی علاج ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہیبت یا محبت پیدا کرو اور اس ہیبت و محبت کے پیدا کرنیکا سہل طریقہ یہ ہے کہ اہل خشیت و اہل محبت کی صحبت اختیار کرو پھر نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنے کو اس کے سپرد کر دو۔ اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

(قیل و قال کو چھوڑ کر اپنے اندر حال پیدا کرو اور کسی مرد کامل کے آگے اپنے کو فنا کر دو)

عمل کے بعد خواص معلوم ہوتے ہیں

(ملفوظ ۱۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض اشیاء کی خاصیت عمل کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں کہ ان کے انوار عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے طبیب کے نسخہ لکھنے کیوقت اس کی حکمت اور اسرار نہیں معلوم ہوتے بلکہ استعمال کے بعد اس کا نفع معلوم ہوتا ہے۔

دوسروں کے برا کہنے کی کیا پرواہ؟

(ملفوظ ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہ کا مرض بھی عام ہو گیا ہے۔ رات دن لوگ اسی کی فکر میں ہیں کہ کوئی برا نہ کہے۔ ان باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو۔ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرنے کی فکر کرو میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک خدا کو اختیار کر لو گوں نے پچاس خدا اختیار کر رکھے ہیں۔ کہیں نفس کہیں برادری کہیں قوم، کہیں جاہ، کہیں عزت، کہیں روپیہ، کہیں کچھ کہیں کچھ سو سب کو راضی نہیں کر سکتے۔ ایک کو ہر طرح پر راضی رکھ سکتے ہو۔ بس ایک کو لے لو اسی کو فرماتے ہیں۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار   بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

(میرے نزدیک تو مصلحت یہ ہے کہ لوگ سارے کام چھوڑ کر محبوب کی زلف کے اسیر ہو جاویں)
اور مسلمان کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ یہ شان ہونی چاہئے۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ماھے چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بہ کس نگاہے

(سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں تو اپنے چاند کے خیال میں ہوں کیا کروں میری آنکھ جو اس یکتائے زمانہ کو دیکھ چکی ہے کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتی ۱۲) اور یہ مذہب ہونا چاہیے۔

دلارامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(تمہارا جو محبوب ہے اسی سے دل لگائے رہو اور باقی سارے عالم کی طرف سے آنکھ بند کر لو ۱۲)

غرض نہ کسی کی مدح سے اس کا کچھ بڑھتا ہے نہ کسی کی برائی سے کچھ گھٹتا ہے۔ پھر ان فضولیات میں پڑ کر کیوں آدمی اپنا وقت بیکار برباد کرے۔

قریب ہی کا واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں لوگوں نے مجھ پر کس قدر سب وشتم کیا۔ میرا کیا بگڑ گیا۔ بلکہ ہر طرح کا نفع ہی ہوا اور اسی لئے میں نے لوگوں کے معافی چاہنے سے قبل ہی سب کو معاف کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر دیا کہ میری وجہ سے مواخذہ کسی پر نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف پہنچے تو میرا کیا نفع اور معاف کرنے میں تو امید نفع کی بھی ہے کہ میں اپنا حق لوگوں کو معاف کر دوں۔ شاید اللہ مجھے معاف فرما دیں۔ اس زمانہ میں عجب ایک ہڑبونگ مچا رکھا تھا۔ قسم قسم کی دھمکیاں دیجاتی تھیں۔ سمجھتے تھے کہ دھمکیوں سے اپنا مسلک بدل دے گا۔ جیسے خود ہیں۔ ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں۔ اپنے اوپر دوسروں کو قیاس کرتے ہیں۔ اسی زمانہ میں ایک مولوی صاحب دہلی سے یہاں پر آئے تھے۔ وہ ان مسائل کے متعلق خلوت میں کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو نہ کروں گا کیونکہ اس میں میرے لئے خطرہ ہے کہ مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں اور جلوت میں آپکے لئے خطرہ ہے۔ مگر آپ اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ ایک مولوی صاحب پانی پت میں فرمانے لگے تم کو واقعات معلوم نہیں۔ ورنہ ہماری مواقفت کرتے۔ میں نے کہا آپ کو تو معلوم ہیں۔ آپ مجھ کو خط وکتابت سے مطلع کر دیں کہنے لگے خط وکتابت میں خطرہ ہے میں نے کہا کہ آپ تو اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں کہنے لگے تمھارے لئے خطرہ ہے میں نے کہا کہ میری فکر نہ کیجئے جب کوئی گڑبڑ ہوگی میں کہہ دوں گا کہ کسی دشمن نے مجھ کو لکھ دیا میں کیا جانوں۔

غرض آپ بے فکر ہو کر خط و کتابت کیجئے۔ بس رہ گئے۔

زمین دار یا آسمان دار

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمیندار بہت پریشان ہیں مگر جو آسمان دار ہیں وہ اس زمانہ میں بھی مطمئن ہیں۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی کو آسمان دار ہونا چاہیے۔

خلائی تحقیقات سے معراج کا ثبوت

(ملفوظ ۱۳۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل یورپ میں اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ مریخ ستارہ تک پہنچیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں فرمایا کہ میں نے بھی ایک اخبار میں دیکھا تھا میں نے تو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ جس روز ایسا ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ دو رکعت نماز نفل بطور شکر ادا کروں گا۔ کیونکہ آخر یہ بھی تو ان ہی طبقات کو طے کر کے مریخ تک پہنچیں گے جنکو حضور اقدس ﷺ کے لئے مانع معراج جسمانی کہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کی کوئی تکذیب نہیں کرتا اور شریعت کی تکذیب کرنے کو تیار ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذکر پر فرمایا کہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اعتراض کا منہ نہیں رہا۔ اس بدفہمی کا کچھ علاج ہے کہ جو یہ کریں وہ ہو جائے اور خدا جو چاہے وہ نہ ہو کس قدر یہ ظلم عظیم ہے اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ تمام صنعتیں بھی حق تعالیٰ کی ہی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اس لئے کہ جن دماغوں کی یہ ایجادیں ہیں۔ وہ دماغ بھی تو ان کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود دعوے عقل کے اتنا نہیں سمجھتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ لوگ عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ ہر وقت اکل کی فکر ہے۔ ان مادیات میں پڑ کر خدا کو آخرت کو سب کو بھلا دیا۔ فرعون ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ فرعون بے سامان تھا یہ فرعون با سامان ہیں۔ اس کے پاس اس قدر تکبر کے سامان کہاں تھے جو ان کے پاس ہیں اور عجب نہیں اس جہاز پر بھی تباہی آوے۔ جس سے مریخ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ جیسے ایمڈن پر آئی تھی۔ ان چیزوں کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم غالب ہیں یہ خیال خدا کے نزدیک نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ اکثر ساتھ کے ساتھ توڑ دیتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ اپنی ایجاد اور صنعتوں اور کاریگری پر نازاں ہیں۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ وہاں گری کہاں چھلکے ہی چھلکے ہیں۔

معافی کا مطلب تعلقات کی بحالی نہیں

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مجھ پر عنایت فرماؤں نے بے حد عنایت فرمائی۔ اس کے بعد ان ہی لوگوں کی درخواست معافی کے خطوط بھی بکثرت آئے

ہیں میں نے لکھ دیا معافی تو میرے یہاں ارزاں ہے اس لئے کہ میں بھی خطادار ہوں۔اللہ کا بھی بندوں کا بھی۔ میرا جی بھی اپنی معافی کو چاہتا ہے۔اس لئے میرے یہاں معافی ارزاں ہے لیکن خصوصی تعلقات بہت گراں ہیں۔ وہ نہ ہوں گے اور تعلقات اور چیز ہیں اور معافی اور چیز معافی کی حقیقت تو یہ ہے کہ صاحب حق انتقام نہ لے نہ دنیا میں نہ آخرت میں ۔ دنیا میں یہ کہ غیبت کرے نہ بدخواہی کرے نہ اس کے نقصان سے خوش ہو اور آخرت میں یہ کہ اس کی عقوبت پر راضی نہ ہو اور تعلقات اس کے علاوہ دوسری چیز ہے۔

۲۵ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ایک دن ایک مہینہ کا ہونے کی صورت میں پانچ نمازوں کا حکم

(ملفوظ ۱۳۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام ہے۔ وہاں پر سال بھر میں ایک دن ایک مہینہ کا اور ایک رات ایک مہینہ کی ہوتی ہے۔ وہاں پر اوقات نماز کے متعلق کیا حکم ہے۔نماز کس طرح پڑھی جائے گی فرمایا کہ بعض علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ وقت کا اندازہ کر کے اور حساب لگا کر نمازیں ادا کریں۔ان علماء نے یہ حکم اس سے سمجھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دجال آئے گا تو ایک دن سال بھر کا ہوگا۔اس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ وقت کا اندازہ کر کے نماز ادا کرو اور بعض علماء نے اس مقام پر اس دن میں پانچ ہی نمازوں کا حکم دیا ہے اور یوم دجال پر قیاس کا جواب دیا ہے کہ وہ عارضی بات ہے اور یہاں پر دوام ہے لہذا قیاس مع الفارق ہے پھر فرمایا کہ لوگ ان اختلافات سے گھبراتے ہیں اور علماء پر اعتراض کرتے ہیں۔مگر یہ گھبرانے کی چیز نہیں۔معلوم بھی ہے کہ اختلاف کا ہونا دلیل ہے۔اہتمام تحقیق کی اور اختلاف کا نہ ہونا دلیل ہے۔عدم اہتمام تحقیق کی اور بجز اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ تحقیق نہیں۔علماء اسلام نے ہر بات پر بحث کر کے حقیقت کو اپنی قدرت کی حد تک صاف کر دیا ہے۔ دوسرے مذہب میں ہے ہی کیا جس کی تحقیق کریں۔اور پھر تحقیق سے اختلاف ہو۔ایک مثال عرض کرتا ہوں دو وکیلوں کی پاس مقدمہ لے جایئے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی۔ضرور اختلاف ہوگا۔ دو طبیب حاذق کے پاس مریض کو لے جایئے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا بعض بدعقل ہر اختلاف کو مذموم سمجھتے ہیں جو بات خوبی کی ہے وہ بدفہموں کے نزدیک نقص کی ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت احکام میں قواعد بیان کر دیئے۔ جزئی احکام

نہیں بتلائے۔تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ضرور اختلاف ہوگا جیسے پارلیمنٹ میں زید عمر کے متعلق الگ الگ احکام نہیں تجویز کئے جاتے۔کلیات تجویز کردیئے جاتے ہیں۔انہی کے انطباق کے متعلق ماتحت عدالتوں میں اور وکلاء میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

تدبیر اور تقدیر کا مسئلہ

(ملفوظ ۱۳۳)ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ تدبیر اور تقدیر کا ایسا ہے کہ اہل علم کو بھی اس میں زائد از ضرورت کلام کرنیکی اجازت نہیں۔مگر اس سے جو اصل مقصود ہے یعنی تفویض۔وہ البتہ دستور العمل بنانے کے قابل ہے۔اسی کو ایک بزرگ نے سوال کے جواب کی صورت میں لکھا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب تقدیر کے سامنے تدبیر کوئی چیز نہیں تو تدبیر کو مشروع کیوں فرمایا گیا جواب یہ دیا کہ اسی واسطے مشروع فرمایا گیا کہ یہ تدبیر کریگا اور تقدیر اس کو توڑے گی پھر کرے گا پھر توڑے گی اس اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے کہ تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کوئی چیز نہیں۔تدبیر کو مشروع کیا گیا یہی حاصل ہے تفویض کا عجیب لطیف جواب ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے جو بعض نے دعا کو بھی بیکار سمجھ لیا یہ محض غلط ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ دعا بیکار ہے صرف اس وجہ سے بیکار سمجھ لیا کہ جو مانگا تھا وہ نہیں ملا۔سو یہ مقدمہ ہی غلط ہے۔یہ کیا ضرور ہے ہے کہ جو مانگے وہی مل جاوے۔مانگنے والا اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق سوال کرتا ہے مگر دینے والا اپنی مصلحت وحکمت کے موافق دیتا ہے۔خواہ وہی چیز دیدے یا اس کا نعم البدل دیکھو۔بعض اوقات بچہ پیسہ مانگتا ہے۔باپ انتہائی شفقت کی بناء پر اس کو روپیہ نکال کر دے دیتا ہے۔مگر اس پر کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔یہی کہا جاوے گا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا کامیاب ہے مگر وہ بچہ اپنی کم عقلی اور روپیہ کی حقیقت سے بے خبر ہونیکی وجہ سے اس روپیہ سے خوش نہیں ہوا۔اس لئے اس کے لینے سے اعراض ہے روتا چلا تا ہے۔اینٹھتا ہے اور پیسہ ہی طلب کرتا ہے تو کیا اس کا ایسا کرنا کم عقلی پر دال نہ ہوگا۔اسی طرح یہاں پر سمجھ لیجئے کہ مثلاً دنیا کی کوئی حاجت خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کی اس کی دعاء کی یا اس کے حصول کے لئے ظاہری تدبیر کی کہ وہ بھی عملی دعا ہے۔حق سبحانہ تعالیٰ نے بجائے اس حاجت کے اس سے بہتر چیز عطاء فرمائی جسکو یہ نہیں سمجھا کہ یہ عطیہ اس سوال پر ہوا ہے یا کسی سماوی وارضی آنیوالی بلا کو روک دیا گیا۔یہ بھی تو کامیابی ہے یا کسی نیک عمل کی توفیق عطا فرمادی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے اگر ناکامی کے یہ معنی ہیں اور اس کو ناکامی سمجھتے ہو تو فی الحقیقت یہ سمجھنا البتہ ناکامی کیا بلکہ کم نصیبی بدبختی،کم عقلی،کم

نہی ہے۔ بعض لوگ چند روز دعاء کر کے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ثمرہ تو مرتب ہوتا ہی نہیں۔ کیا دعا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اچھا پھر اور کونسا تلاش کیا ہے۔ جہاں ثمرہ مرتب ہوگا اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس صندوق کی کنجی ہے۔ اس سے کہتے ہیں کہ قفل کھول دے۔ وہ کسی مصلحت سے نہیں کھولتا۔ پھر دوبارہ کہتے ہیں وہ تب بھی نہیں کھولتا مگر یاد رکھو صندوق جب بھی کھلے گا اسی کے کھولنے سے کھلے گا۔ اس لئے کہ اس قفل کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ بس دعاء کی مثال ایسی ہی حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ ان ہی کی عطاء سے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ بدون ان کی عنایت اور رحمت کاملہ کے دوسری کوئی سبیل کامیابی کی ہے ہی نہیں مگر صرف اتنی بات ہے کہ بعض مرتبہ نہ کھلنا ہی مصلحت ہوتا ہے تو اس سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ دوسری مثال مثلاً ریل کا پھاٹک گاڑی آنے کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ کسی نے یہ کہہ دیا آٹھ بج کر دس منٹ پر کھلنے کا معمول ہے۔ یہ دوسری طرف جانے کے لئے اس کے انتظار میں ہے مگر جب وہ وقت آیا کسی مصلحت سے نہیں کھلا تو کیا وہ اس کا کوئی نوکر ہے ممکن ہے کہ ابھی تک ریل نہ آئی ہو۔ اس لئے پھاٹک بند ہے۔ سو ایسے میں اگر موٹر والا آ جائے اور کہے کہ کھول دو سو بعض دفعہ چوکیدار رعایت کر کے کھول دیتا ہے اور اسی وقت اوپر سے ریل آ جاتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ نہ کھولنا ہی حکمت تھا کھولنا غضب ہو گیا۔

موت کی تیاری اور وحشت

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بر ہو بحر ہو حضر ہو، سفر ہو، پہاڑ ہوں، بیابان ہوں، موت کے لئے سب یکساں ہے۔ مگر اس کے نہ علم میں ہے نہ قدرت میں سو بعض لوگ جو زندگی ہی میں اپنے لئے قبر وغیرہ کا اہتمام کر لیتے ہیں۔ محض لغو ہے کیا خبر کہ کہاں موت واقع ہو اور کس طرح ہو موت کے لئے اس فضول اہتمام کی ضرورت نہیں۔ البتہ بعد الموت کے جو واقعات پیش آویں گے۔ اس کے لئے ہر وقت تیار رہنے اور اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض لوگ ان رسمی اہتمام کرنے والوں کے مقابلہ میں موت سے اس قدر خائف ہیں کہ اسکا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے۔ یہ بھی مہمل بات ہے وہ تو ناگزیر ہے۔ شاہی زمانہ میں قلعہ کے ایک دروازہ کا نام خضر دروازہ رکھا گیا تھا جس سے جنازہ گزرتا تھا گویا نام سے بھی وحشت تھی۔ اسی طرح ایک ضعیف العمر عورت جس کے نہ منہ میں دانت تھے۔ نہ ماتھے پر آنکھ تھی، کمر میں خم تھا، اس کو کسی لڑکی نے کہہ دیا کہ بڑھیا خدا کرے تو مر جا تو اس کی شکایت اپنی ایک ہم عمر بڑھیا سے کی مگر الفاظ یہ تھے کہ فلانی

یوں کہتی ہے کہ بڑھیا تو یوں ہو جا (مراد مرجاتا ہے بڑھیا نے موت کا نام نہیں لیا۔ اس قدر وحشت مگر وہ ایسی وحشت کی چیز نہیں کہ مؤمن کیلئے تو عقلاً محبوب چیز ہے اس لئے کہ اسکے وقوع کے بعد ہی محبوب تک رسائی ہو سکتی ہے۔ یہ تو مثل پل کے ہے کہ اس پار سے اس پار تک پہنچا تا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب. تو اتنی وحشت محض بے معنی ہے اس وحشت کا جواب ایک دریا کے سفر کرنے والے ملازم نے جواب دیا۔ اس سے کسی نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا کہاں مرا، کہا دریا میں پوچھا باپ کہاں مرا، کہاں دریا میں، کہا کہ تم پھر بھی دریا سے نہیں ڈرتے ہر وقت دریا میں رہتے ہو اس نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا اور باپ کہاں مرے کہا کہ گھر میں کہا کہ بڑے نڈر ہو پھر بھی تم اسی گھر میں رہتے ہو۔

نری کتابیں کافی نہیں

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک کسی فن میں مہارت نہ ہو۔ نری کتابیں کام نہیں دے سکتیں۔ مثلاً نری کتاب دیکھ کر مسہل نہیں لے سکتا۔ سو نری کتاب دیکھ کر مسئلہ کیسے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے استاد سے فن کو حاصل کرے۔ بڑھئی کا فن ان علوم کے سامنے کوئی مشکل چیز نہیں مگر بدون سیکھے ہوئے۔ بسولہ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر لے گا اپنے ہی مارے گا۔ تلوار ہے یوں ہی تھوڑا ہی کاٹ دیتی ہے۔ اس کا خلوص ہاتھ ہے اور وہ بھی محض دیکھنے سے نہیں آ سکتا۔ سیکھنے سے آ سکتا ہے تو ہر چیز میں ضرورت ہے۔ استاد کی نری کتاب سے کام لینے کے متعلق واقعہ سن لیجئے۔ ایک شخص یہاں پر آئے تھے۔ میرے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔ دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ میں نے پوچھا تو کہتے ہیں کہ مسافر کے واسطے قصر ہے۔ یہ بھی بیچاروں کو خبر نہ تھی کہ مقیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ ایک میرے دور کے عزیز ہیں۔ بوڑھے ہو گئے ہیں چار سنتوں میں ہمیشہ دو رکعت بھری پڑھی اور دو خالی پڑھتے ہیں بتلانے پر کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا۔ اسی طرح ایک شخص نے مغرب کی نماز دو رکعت پڑھی اس لئے کہ مسافر تھے۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ بوقت صبح یوم سہ شنبہ

طریق سے بے خبری کی وجہ

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طریق سے بے خبری کا سبب جہل ہے۔ مسائل بدون علم کے معلوم نہیں ہو سکتے۔ مگر اس کا اہتمام بلکہ ضرورت کا اعتقاد بھی آج کل مفقود ہے۔

ناگوار واقعات کی حکمت

(ملفوظ ۱۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آخرت کا شوق عادۃً بدون دنیا کی نفرت کے نہیں ہوسکتا اور دنیا سے نفرت بدون ناگوار حوادث کے نہیں ہوتی۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ایسے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔ کہ آدمی کو خود بخود دنیا سے نفرت ہوجاتی ہے۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ تحریک حاضر جس میں مجھ کو برا بھلا کہا گیا۔ میرے نقصان کا سبب نہیں ہوئی بلکہ نفع کا سبب ہوئی چہار طرف سے نظر ہٹ کر ایک ہی طرف ہوگئی۔ اس ہی لئے میں ان لوگوں کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے مجھ پر سب وشتم کیا یہ دولت ان ہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں سب کو دل سے معاف کرچکا۔ کنکریوں کے بدلے مجھ کو جواہرات عطا فرمائے گئے۔ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ کوتاہ عمل پر اپنا فضل فرمایا۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

روایت واقعہ میں علماء تک بے احتیاطی کرتے ہیں

(ملفوظ ۱۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روایت کے اس معاملہ میں میں بہت محتاط ہوں۔ میں تو واقعات میں علماء تک کی روایت کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتوی تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں۔ اس پر چاہے کوئی برا مانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کردی۔

شہادت کے معتبر ہونے کی شرط

(ملفوظ ۱۳۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو علی الاطلاق مشہور ہے کہ ہر معاملہ میں دو شہادت کافی ہیں۔ فی نفسہ تو صحیح ہے مگر اسکا اطلاق غلط ہے خود شہادت کے شہادت ہونے میں یہ شرط ہے کہ مدعی قاضی کے یہاں دعوی کرے اور قاضی مدعی علیہ کو طلب کرے۔ اس وقت جو شہادت برسر اجلاس ہوگی وہ معتبر ہوگی اور بدون اس کے دو تو کیا اگر دس آدمی بھی کہا کریں تو حجت شرعیہ نہیں حتی کہ وہ شہادت بھی معتبر نہیں جو حاکم وقت یعنی قاضی کے مکان پر ہوا۔ اجلاس پر نہ ہو۔ غرض شہادت عدالتی معتبر ہے۔ خانگی شہادت حجۃ نہیں دیانات میں معتبر ہے مگر احکام قضا میں معتبر نہیں علی الاطلاق حجیت کا اعتقاد غلط ہے۔ اسی طرح دعوی میں شرط ہے۔ مدعی ذاتی علم کی بناء پر دعوی کرے محض سنی ہوئی روایت پر دعوی نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا کرے گا مسموع نہ ہوگا۔ حتی کہ

سنی ہوئی روایت پر دعویٰ کرنے میں قاضی مدعا علیہ کو طلب نہ کریگا۔

مسلمانوں کی کمزوری کا سبب بد نظمی

(ملفوظ ۱۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزوری کا سبب انکی بد نظمی ہے۔ اگر ان میں نظم ہو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ دوسری قوموں میں نظم ہے وہ اس کی بدولت کامیاب نظر آتی ہیں۔ بحمد اللہ اب بھی مسلمان اس قدر کمزور نہیں مگر ساری کمی نظم کی ہے۔ بدون انتظام کے کچھ نہیں۔ ہوسکتا اگر نظم ہو تو ساری قومیں ان کو بیٹھی دیکھا کریں۔

مخالف کی بے حسی پر اہل حق کا طریقہ

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل اور اہل حق کے مذاق طبعی میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک صاحب کانپور سے میرے پاس آئے تھے۔ یہ وہ صاحب تھے جو مجھ کو اور ہماری ساری جماعت کو گالیاں دیا کرتے۔ کانپور کے بلوہ میں وہ بھی ماخوذ تھے۔ مجھ سے سفارش کرانا چاہتے تھے میں نے سفارش لکھ دی۔ میرے ایک دوست وہاں پر تحقیقات کے لئے مقرر تھے۔ ان کو لکھ دیا کہ واقعہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد جو عقلاً ونقلاً مصلحت ہو وہ کریں مطلب یہ تھا کہ بدون تحقیق زیادتی نہ ہو۔ اس وقت یہ خیال پیش نظر ہوگیا کہ بے بس ہیں۔ بے چارہ ہیں اور ایسے وقت اکثر یہ ہی خیال آ جاتا ہے۔ پس یہ فرق ہے اہل باطل اور اہل حق میں کہ اہل باطل کو تو ایسے موقع پر انتقام کا انتظار رہتا ہے اور اہل حق ڈرتے ہیں کہ یہ وقت انتقام کا نہیں۔ اہل حق قدرت کے وقت تو نرم ہوتے ہیں اور عدم قدرت کے وقت غصہ آتا ہے اور اہل باطل اس کے عکس ہیں۔

تمدن کی ترقی

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمدن کی ترقی سے عالم میں فساد ہوگیا۔ تمدن سے تشویش بڑھ گئی۔

بیعت میں مصلحت کا درجہ

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت میں اگر ضرورت کا درجہ سمجھے تو ٹھیک نہیں البتہ مصلحت کا درجہ سمجھنا ٹھیک ہے وہ بھی جب کام کیا جاوے ورنہ بدون کام کے مطلق بیعت کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھنا محض جہل ہے۔

معاصی سے نفرت

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاصی سے تو نفرت ہونا چاہیئے مگر

عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہئے حاصل یہ کہ فعل سے نفرت ہو فاعل سے نفرت نہ ہو۔ جیسے حسین اپنے منہ کو کالک مل لے تو کالک کو تو برا سمجھیں گے مگر اس کو گورا ہی سمجھیں گے۔ اسی طرح مومن میں برائی عارضی ہے اس لئے اس کو حقیر نہ سمجھیں۔ ہاں برے فعل کو برا سمجھیں۔

تدریس کے وقت غیر متعلق شخص کو نہ بٹھانا

(ملفوظ ۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام کی ہر چیز میں ضرورت ہے۔ میں درس کے وقت مدرسین کے پاس ایسے شخص کو نہیں بیٹھنے دیتا جو شریک درس نہ ہو۔ میں جس وقت کانپور میں مدرس تھا میرا یہی معمول تھا۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ استاد کو تو یہ فکر کوئی بات تقریر میں کتاب کے خلاف نہ ہو جاوے اور شاگرد کو یہ فکر کہ کوئی سوال ایسا نہ ہو کہ جس سے ہم بداستعداد خیال کئے جائیں تو دونوں مشوش ہو جاتے ہیں۔ آج کل مدارس میں قطعاً اس کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ یونہی وقت خراب کیا جاتا ہے۔

سفارش سے خضر علیہ السلام کے واقعہ سے ایک نکتہ

(ملفوظ ۱۴۶) ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہو کر کسی معاملہ میں حضرت والا سے سفارش کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سفارش کے متعلق ایک تمہید سنو۔ خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جا کر علوم سیکھو۔ آپ خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے پوچھا کون فرمایا موسیٰ کون موسیٰ فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ پوچھا کیسے آئے فرمایا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ یعنی میں علوم سیکھنے کیلئے تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اتنے بڑے نبی اولوالعزم اور خضر سے فرماتے ہیں "ھل اتبعک" میں تمہارے ساتھ رہوں مجھ کو کچھ علوم سکھا دیجئے۔ یقینی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے علوم کے سامنے خضر کے علوم کیا چیز تھے مگر خیر جو کچھ بھی تھے ان کے سیکھنے کی درخواست کی خیر یہ تو قصہ ہے مگر اس میں دیکھنا یہ ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس گفتگو میں یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ فرماتے تو اعلیٰ درجہ کی سفارش ہوتی سو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آجکل جو سفارش لکھا کر لے جاتے ہیں یا جا کر کسی کا نام لے دیتے ہیں۔ بعض اوقات اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی حقیقی علوم کے حامل ہیں دیکھئے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے ارشاد سے آیا ہوں۔ کیونکہ یہ سن کر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر چوں چرا نہ کریں گے۔ آزادی نہ رہے گی چنانچہ حضر علیہ السلام نے نہایت آزادی سے شرطیں لگا دیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون اذن کے کسی کی صحبت سے استفادہ حاصل نہیں کرنا چاہئے۔ نیز دوسرے کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا ہوں۔

دیہاتیوں کا کلمہ حکمت

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ دیہاتی لوگ بعض دفعہ ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ بڑے بڑے علامہ دیکھتے ہیں رہ جاتے ہیں۔ میں نے ایک عامی شخص سے جو کسی کے ساتھ راستہ میں جا رہا تھا ۔ یہ سنا کہ بھائی جب بدی کرنے والا بدی کو نہیں چھوڑتا تو نیکی کو کیوں چھوڑتے ہو۔ اسی طرح ایک شخص سے تحریک خلافت کے زمانہ میں ریل میں سنا یہ شخص دیہاتی تھا۔ کسی سے کہہ رہا تھا کہ میاں ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کتنی زبردست علمی بات کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔

نئی جگہ پر جا کر تین باتوں کی وضاحت کرنا

(ملفوظ ۱۴۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آدمی نئی جگہ جائے تو یہ چند باتیں پہنچتے ہی کہہ دینی چاہئیں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں کیوں آیا ہوں۔

قبور سے استفادہ میں اذن ضروری نہیں

(ملفوظ ۱۴۹) ایک مولوی صاحب نے استفادہ کیلئے اذن کی ضرورت پر عرض کیا کہ حضرت قبروں پر جا کر فیض لیتے ہیں۔ وہاں کس کا اذن ہوگا فرمایا کہ وہاں پر اذن کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو تنگی کی وجہ سے بدون اذن کے استفادہ سے منع کیا جاتا ہے۔ وہاں پر تو عالم ملکوت ہے۔ وہاں پر تنگی و پریشانی کچھ بھی نہیں تکلیف و راحت یہاں ہی ہے۔

حضرت کا کمال استغناء

(ملفوظ ۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت یہاں تو الحمدللہ اس پر مطلق نظر نہیں کہ کون معتقد ہے اور کون غیر معتقد خود بیعت مشکل سے کرتا ہوں۔ آنے کی اجازت مشکل سے دیتا ہوں۔ پھر یہاں آ کر بولنے کی اجازت نہیں۔ پرچہ دینے کی اجازت نہیں۔ غرض جس قدر ذریعے معتقد ہونے کے ہوتے ہیں۔ سب مفقود ہیں۔ یہاں پر تو جو بہت ہی بے حیا ہوگا وہی ٹھہر سکتا ہے۔ وگرنہ اگر ذرا بھی غیرت ہوگی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا کون ذلت گوارا کرے۔

شریعت کا مخالف یا مجنون ہے یا دجال

(ملفوظ ۱۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کے ہوش حواس درست ہیں اور پھر شریعت کے خلاف ہے تو وہ دجال ہے اور اگر ہوش و حواس درست نہیں تو مجنون ہے۔ بس یہی معیار ہے۔

اسلام میں شورائیت اور مشورہ کی حدود

(ملفوظ ۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلطان کو چاہیے کہ ہمیشہ عقلاء سے رائے لیتا ہے۔ بدون رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں۔ اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلا ہے۔ بالخصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی۔ ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائے گی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کے وقت اہل شوریٰ میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں جو اختلاف حکمت اور مصلحت اور تدین و خیر خواہی پر مبنی ہو۔ وہ مذموم نہیں مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔ یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے۔ جب تک مشورہ کا درجہ رہے۔ مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا یہ مذموم ہے۔ نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے۔ پھر سلطنت کی اہلیت کا اور انتظام کا ذکر چلا تو فرمایا کہ سلطنت تو بڑی چیز ہے۔ ہم لوگوں سے گھروں کا انتظام تو ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اپنے گھر میں جس جگہ جو چیز رکھی ہوتی ہے۔ استعمال کے بعد جہاں سے اٹھاتا ہوں۔ بالالتزام وہیں رکھ دیتا ہوں۔ مثلاً بکس دیا سلائی کا یا جانماز یا لوٹا میں نے تو اس پر ایک رسالہ لکھ دیا ہے۔ آداب المعاشرت اس میں ایسے انتظامی معاملات کو لکھ دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ اس التزام میں یہ نفع ہے کہ کسی کو رائی برابر بھی تردد نہ ہو کہ یہ چیز اس طرح رکھی تھی اب اس کے خلاف رکھی ہے اور انتظام تو سچ یہ ہے کہ مسلمان ہی کا حق ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پاس قرآن و حدیث وفقہ ہو وہ انتظام کر سکتا ہے یا کافر جاہل انتظام کر سکتا ہے۔ یقیناً قرآن و حدیث جاننے والا صحیح انتظام کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اور حدیث میں جا بجا انتظام کی تعلیم ہے مگر اس انتظام سے مراد فضولیات کا نہیں۔ ضروریات کا انتظام ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کا بھی خاص انتظام اور ادب ہے۔ یعنی ایسا سنبھال کر کرو جو کسی پر بار اور توحش نہ ہو چنانچہ فقہاء نے سب مواقع کے احکام منضبط فرمائے ہیں۔ غرضیکہ ہر بات اور کام مسلمان کا ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے دوسرے پر بار یا تنگی نہ ہو۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ہندو مسلم اتحاد کی مذمت

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی صاحب جو انتقال کر گئے ہیں اتحاد ہندو مسلم کی

تحریک میں بہت ہی سرگرم تھے جب برادران وطن نے پریشان کیا اوران کے جذبات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دیکھا اور حقیقت منکشف ہوئی تب ان سے جدائی اختیار کی اور ایک رسالہ لکھا اس میں یہ شعر بھی تھا جو اس حالت کو گویا پورا مصدق تھا۔

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل　　ہم کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گئے

جمہوریت بچوں کا کھیل ہے

(ملفوظ ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے محض بچوں کا کھیل ہے شطرنج کا سا نظام ہے حکومت تو شخصی ہی ہے اسی کی ہیبت اور رعب بھی ہوتا ہے۔

دعا سب کی قبول ہوتی ہے یہاں تک کہ شیطان کی بھی

(ملفوظ ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دعا سب کی قبول ہوتی ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کچھ قید نہیں انسان کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ جانوروں تک کی دعا قبول ہوتی ہے ایک نبی دعا کے لئے چلے بارش نہ ہوتی تھی دیکھا کہا ایک چیونٹی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی ہے ساتھیوں سے فرمایا چلو بھائی اب ضرورت نہیں رہی دعا کی اس کی دعا قبول ہو چکی اور شیطان کو دیکھئے کٹ رہا ہے پٹ رہا ہے جوتیاں پڑ رہی ہیں ۔لعنت کا طوق گلے میں ڈالا جا رہا ہے اس وقت دعا کی اور دعا بھی ایسی جو کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ قیامت تک زندہ رہوں اور اس پر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ سب قبول کیا ٹھکانا ہے اس وسعت رحمت کا ناواقفوں میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی مگر کونسی دعا اور کہاں کی دعا کچھ معلوم بھی ہے آخرت میں بیشک کافروں کی دعا نجات کے لئے قبول نہ ہوگی **وما دعاء الکافرین الا فی ضلال** . کے یہی معنی ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ خود نہ دیکھیں کسی عالم سے پڑھنا چاہیئے سبقا سبقا اور عالم بھی حافظ ہوتا کہ اوپر نیچے کی آیت کو دیکھ کر سمجھ سکے مطلب یہ کہ سیاق وسباق معلوم کر سکے۔

دین وظیفوں سے آسان نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۵۶) ایک نو وارد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کوئی ایسا وظیفہ بتلاویں جس سے دین کے سب کام آسان ہو جائیں فرمایا کہ میں تو امراض کا علاج کرنے والا ہوں وظیفہ بتلانے والے اور بہت پیر ہیں وظائف ان سے پوچھو یہاں پر تو جو نفس میں کھوٹ ہیں خرابیاں ہیں جس سے گناہ صادر ہوتے ہیں ان کا علاج ہوتا ہے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کا اتباع کرایا جاتا ہے۔

بھکاری کے مانگنے اور اسے دینے کا شرعی حکم

(ملفوظ ۱۵۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ہر شخص کو جائز نہیں اور فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسے سوال جائز نہیں اسے دینا بھی جائز نہیں یہ گناہ کی اعانت ہے اس لئے گناہ ہے ہاں کسی پر اسقدر بار پڑ گیا ہو قرض کا کہ وہ کما کر نہیں دے سکتا اس کی اعانت جائز ہے۔

۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ بوقت صبح یوم پنجشنبہ

دین اور اہل دین کی عظمت

(ملفوظ ۱۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ واقعہ تاریخ میں لکھا ہے ابن بطوطہ کا قوم ہے یہ سیاح ہیں کہ ہمارے زمانے کے مشائخ کا یہ معمول اور انتظام ہے کہ خانقاہ کے صدر دروازہ پر کچھ لوگ واردین کی جانچ پڑتال کے لئے رہتے ہیں ہر طالب خود مشائخ تک نہیں پہنچ سکتا پہلے لوگ جانچ کر لیتے ہیں تب مشائخ تک کوئی پہنچ سکتا ہے اب اگر کوئی ایسا کرلے تو اسقدر بدنام ہو کہ الامان الحفیظ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت کے لوگ اسقدر کم فہم نہ تھے اور ان کے قلوب میں دین اور اہل دین کی عظمت تھی اور آجکل اس کی کمی ہے خود مشائخ کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہیں۔

۲۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ،

ایک صاحب پر مواخذہ اور حضرت کی مشکل

(ملفوظ ۱۵۹) ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر آئے تھے کس واسطے جب بولتے ہی نہیں بندہ خدا کیا گھر سے قسم کھا کر چلے تھے کہ جا کر سوائے ستانے کے اور کوئی کام نہ کروں گا جہالت پر متنبہ کرتا ہوں، بدتمیزی بدتہذیبی پر روکتا ہوں تو کیا یہ جرم ہے جس کے عوض میں مجھ کو ستایا جاتا ہے آپ کی اس حرکت کی (وہ حرکت کوئی سوال پر تلبیس تھا جس کو پوچھنے پر بھی صاف نہ کیا تھا) ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی مولوی سے پوچھے کہ میں حج کر آؤں وہ کہدیں کہ کر آؤ مگر انہوں نے یہ معلوم نہیں کیا کہ روپیہ کہاں سے آئے گا (مثلاً) تو یہ شخص جا کر ڈکیتی ڈالے اس لئے کہ حج بدون روپیہ کے نہیں ہو سکتا اور روپیہ بدون ڈکیتی کے نہیں سکتا بس ڈکیتی جائز ہو جائے گی دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور پیروں کے یہاں کون کھود کرید کرتا ہے ان کے غرض ہی کیا پڑی ہے بلکہ کھود کرید ان کی غرض کے خلاف ہے وہ تو اس پر خوش ہیں ہاتھ چوم لئے پیر چوم

لئے مجھ ہی کم بخت کی عادت ہے کہ کھود کرید کرتا ہوں جس کا داعی محض مصلحت ہے مخاطب کی کیا کہوں کس طرح دل چیر کر دکھلا دوں دونوں طرح رنج ہوتا ہے نہ کہوں تب بھی کیونکہ مخاطب کی مصلحت فوت ہوتی ہے اور کہوں تب بھی مخاطب کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مجھ کو بھی لیکن اگر کہا جاوے گا تو کہنے کی طرح ہی کہا جاوے گا یہ تو ممکن نہیں کہ ہاتھ جوڑ کر پیر پکڑ کر عرض کروں سو یوں تو نہیں کہا جاتا پھر اس سے بھی دل دکھتا ہے کہ ایک شخص اتنی دور سے آیا اور ویسے ہی چلا گیا اس کی غلطی بھی نہ بتلائی گئی غرض ہر طرح پر رنج ہی ہوتا ہے اور یہ وجہ ہے میرے بدنام ہونے کی کہ اگر متنبہ کرتا ہوں تو بے لطفی کی یہ نوبت پہنچتی ہے اور نہیں کرتا تو جس غرض سے آئے تھے وہ حاصل نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کا خط اور حضرت کا جواب

(ملفوظ ۱۶۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیرا کا انتقال ہو گیا اب یہ بتلا دو کہ میرا حصہ کہاں ہے تاکہ وہاں جا کر حاصل کروں میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ صاحب کشف کا کام ہے اور میں صاحب کشف نہیں اس پر فرمایا کہ ایسے پاگل طالب رہ گئے۔

مسلمانوں کے افلاس کا علاج:

(ملفوظ ۱۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اور دب گئے ہیں اس کا ایک قومی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے ان میں قوت ایمانیہ تھی وہ افلاس سے پریشان نہ ہوتے تھے اور اس وقت دین کی قوت تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر مال کی بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے اور کیا ہو گا اب تو یہ ہو رہا ہے کہ حکام مسلمان کو الگ دبا رہے ہیں برادران وطن الگ اور یہ افلاس مسلمانوں کا زیادہ تر فضول خرچی کے سبب سے ہے ایک دانشمند شخص خوب کہتے تھے کہ آمدنی تو اختیار میں نہیں مگر لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں اور جو چیز اختیار میں ہے یعنی خرچ اس کے گھٹانے کی فکر نہیں، واقعی خوب کام کی بات کہی۔

ایک پیر صاحب کی غذا

(ملفوظ ۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو مشائخ کے یہاں ایسی باتیں مایہ ناز ہو رہی ہیں جیسے ایک پیر کے مرید نے کہا کہ حضرت کچھ نہیں کھاتے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آخر کچھ کھاتے بھی ہیں کہا کہ صرف آدھ پاؤ بالائی اور ایک چھٹانک مغز بادام اور ایک پیالی چائے اور تھوڑا سا دودھ اس شخص نے کہا واقعی حضرت کچھ نہیں کھاتے صرف اتنی اور کسر ہے کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا کیا لغویات ہیں۔

حضرت کی ہر چیز خصوصاً سوال میں بھی احتیاط:

(ملفوظ ۱۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر کام ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں مجھ کو اس پر وہمی کہا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں آ کر مدرسہ کی رقم سے کھانا نہیں کھاتا حضرت مولانا نے مجھ سے سوال کیا میں نے صاف عرض کر دیا مجھ کو اس کے جواز میں شبہ ہے پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا ایک شخص نے میرا وعظ سن کر سو روپیہ چندہ بلقان میں دیئے اور انجمن ہلال احمر میں داخل کئے اور احمق نے مجھ پر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اس کی مستقل رسید منگا کر دو ورنہ میرا روپیہ واپس دو میں نے قطع شغب کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دے دیا ایک مولوی صاحب نے یہ سن کر مجھ سے فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دیئے تمہاری معرفت جو چندہ بلقان جمع ہوتا اس میں سے سو روپیہ رکھ لئے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اس کی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں کیا ٹھکانہ ہے اس بداحتیاطی کا نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہل علم کو بھی احتیاط نہیں الا ماشاء اللہ اور عوام کو تو کیا ہوتی۔

بے طریقہ ایک پیسہ بھی خرچ ہو تو دکھ ہوتا ہے:

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر دین کے لئے جان مال گھر سب خرچ ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں لیکن جی یہ چاہتا ہے کہ طریقہ کے ساتھ ہو باقی یوں ہی گڑبڑ میں تو ایک پیسہ بھی جاتے ہوئے دل دکھتا ہے۔

مسلمان دیندار اور غیرت مند ہونا چاہئے

(ملفوظ ۱۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مسلمان چاہے مالدار نہ ہو مگر دیندار ہو اور غیرت والا ہو۔

اولاد اور بیوی کے نفقہ کا فرق

(ملفوظ ۱۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اولاد اگر خود مالدار ہو اس کا نفقہ واجب نہیں مگر بیوی کا نفقہ ہر حال میں خاوند کے ذمہ فرض ہے۔

محقق ہمیشہ مقلد ہو گا

(ملفوظ ۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق آدمی جو جامع شرائط اجتہاد کا نہ ہو غیر مقلد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنی تحقیق سے فاقد شرائط ہونا دیکھے گا۔

۳۰/ذی الحجہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ذم التحریف للدین الحنیف

یعنی تحریف دین کی مذمت

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری زندگی کا مدار تو استحضار ثواب پر ہے ورنہ اس قدر طبیعت کمزور واقع ہوئی ہے کہ اگر ثواب کا استحضار نہ ہو تو میں بعض حوادث کا تحمل ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ بس یہ اعتقاد میری زندگی ہے کہ جہاں کوئی تکلیف پہنچی فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں ثواب ہے اس سے وہ کلفت جاتی رہتی ہے اگر ثواب کا اعتقاد نہ ہوتا تو میں تو ختم ہی ہو جاتا یہ امید ثواب ایسی قوت کی چیز ہے کہ بڑی سے بڑی کلفت اور رنج کو سہل کر دیتی ہے اور افسوس ہے کہ اس کو آج کل معمولی چیز خیال کر رکھا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں۔ نعوذ باللہ استغفر اللہ. میں کہتا ہوں کہ جس قدر مسلمانوں کے پاس سامان ہے قوت کا ان سب میں یہ ایک نہایت زبردست چیز ہے نئے تعلیم یافتہ اس پر ہنستے ہیں کہ ثواب کو لئے بیٹھے ہیں پرانے خیال کے ہیں بلکہ علماء تک نے بھی اس کی ترغیب چھوڑ دی وعظوں میں ثواب وعذاب کا ذکر ہی جاتا رہا حالانکہ قرآن وحدیث میں زیادہ یہی بھرا ہوا ہے کہ اگر یہ کرو گے ثواب ملے گا نہ کرو گے عذاب ہوگا مسلمان کے پاس اس کا کیا جواب ہے یہ خیال پھیلایا ہے آج کل کے نیچریوں نے نہایت ہی بدعقیدہ لوگ ہیں اور اکثر لیڈر اس ہی خیال کے ہیں خدا سے نڈر ہیں آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے انڈے روشن ہیں یا بجلی سما گئی ہے حالانکہ یہ باتیں سب ظلماتی ہیں اور ان کو زیادہ تر خراب کیا ہے حب جاہ نے پرانے طریقوں کو ذلت سمجھتے ہیں ہماری عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ ہم اپنے سلف کے طریقہ پر رہیں ان کے قدم بہ قدم چلیں ہماری صورت ہماری سیرت ہمارا لباس ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہمارا کھانا پینا سب اسی طرز پر ہو ہم بھی دین پر عمل کریں اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔ غرض اسی پرانے طرز کو اختیار کریں دیکھئے بوڑھے آدمی کی عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ اپنے بڑھاپے کو چھپائے نہیں اگر چھپائے گا پوڈر مل کر یا خضاب کر کے تو ایک روز حقیقت کھلے ہی گی تو پھر جیسی ذلت کا سامنا ہوگا اظہر من الشمس ہے یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں اور داڑھی کے تو اس قدر دشمن ہیں کہ جس کا حد وحساب نہیں زیادہ افسوس یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی تو اس حرکت کے استحسان کا درجہ ہے اس کو معیوب نہیں سمجھتے زیادہ شکایت تو یہی ہے کہ یہ طرز

ان لوگوں نے اختیار کیا اور پھر اس کو تاویل سے اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ داڑھی منڈانا تو خاص جہاد کے موقع پر بھی جائز نہیں اور یہ محض جاہلانہ خیال ہے کہ داڑھی کے ہوتے ہوئے دشمن پر ہیبت نہ ہوگی رعب نہ ہوگا بلکہ جہاد میں بھی داڑھی والے ہی کا رعب اور ہیبت ہوتی ہے کہنے کی تو بات نہ تھی کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے مگر بضرورت کہتا ہوں کہ آپ کے ملک میں آپ ہی کے دوش بدوش ایک قوم ہے سکھوں کی اس کو دیکھ لیجئے کیا وہ پولیس میں نہیں وہ جنگ پر نہیں جاتے مگر دیکھ لیجئے کہ ان کے داڑھی ہوتی ہے یا نہیں انکا ذکر اس لئے کیا کہ آخر کس طرح ان بے غیرتوں کو غیرت بھی دلاؤں اور سن لیجئے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں کے بادشاہ کے لئے قانوناً حکم ہے داڑھی رکھنے کا اسی طرح اگر عورت حکمران ہو تو اس کو چوٹی کٹانے کی ممانعت ہے یہ اس قوم کا فتوی ہے جن کے یہ کور باطن مقلد ہیں خود انگلستان اور یورپ میں اسی قانون کا بادشاہوں کے لئے نفاذ ہے سو اگر یہ ذلت کی چیز سمجھی جاتی تو وہ اس کو کب گوارا کرتے پھر وہ بھی بادشاہ کے لئے ان باتوں کو سوچ کر کچھ تو شرم آنا چاہئے اس کے بعد ہم مشتاق ہیں کہ یورپ کے فتوی سن لینے کے بعد ہمارے لیڈر صاحبان اور ان کے ہم خیال اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ اگر عزت کی بات داڑھی منڈانا ہے تو بادشاہ کیلئے بہت زیادہ ضرورت ہے عزت کی اس کا کیا جواب دیتے ہیں یہ تو جدید روشنی والوں کی حالت ہے اب قدیم روشنی والوں کو لیجئے جو دین کے مدعی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں میں نے ان کو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ اگر کسی میں خدا کی یاد ہے اور فرمانبرداری ہے تو مجرم قابل سزا بدعقیدہ اور اگر خدا کی نافرمانی اور معصیتوں کا ذخیرہ ہے تو خوش عقیدہ اور قابل مدح اور پکے سنی اور حنفی انا للہ وانا الیہ راجعون مگر اب الحمد للہ یہ رنگ نہیں رہا حیدر آباد میں بمبئی کے متعلق ایک صاحب نے روایت بیان کی تھی کہ وہاں پر وہابی کی پہچان یہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہو گھٹنوں سے نیچا کرتہ ہو پیشانی پر سجدہ کا نشان ہو ارکان نماز کی ادائیگی میں تعجیل نہ کرتا ہو بلکہ اطمینان سے نماز کو ادا کرتا ہو یہ وہابی کی پہچان ہے سو اگر یہی باتیں ہیں تو اس کا تو کسی کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔

استاد کے بغیر علم اور شیخ کے بغیر عمل نہیں آتا

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون استاد کے کوئی کام بھی نہیں آ سکتا ایک ادنی سی بات ہے قلم بنانا مگر وہ بھی بدون استاد کے نہیں بنا سکتا یعنی جب تک کسی استاد سے بنانا نہ سیکھے نہیں بنا سکتا میں ہی ہوں حالانکہ لوہے کے قلم سے لکھ کر میرا جی خوش نہیں ہوتا سادہ قلم سے لکھتا ہوں تو جی خوش ہوتا ہے مگر قلم خود نہیں بنا سکتا جب ضرورت ہوتی ہے دوسرے سے بنواتا ہوں تو جب ادنی چیزوں میں استاد کی ضرورت ہے تو مسائل بدون استاد کے اور اہل علم کے سیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے کیسے سمجھ میں آ سکتے ہیں اور اسی طرح بدون شیخ کامل کے اصلاح باطن کس طرح ہو سکتی ہے علم میں ضرورت ہے استاد کی عمل میں ضرورت ہے شیخ کامل کی محض کتابیں دیکھ کر کام نہیں چلا سکتا جیسے مریض کہ طب کی کتاب دیکھ کر اپنا علاج نہیں کر سکتا۔

ملقب بہ تنبیہ الاحزاب علی ضرورۃ الحجاب: (یعنی پردہ کی ضرورت)

(ملفوظ ۱۷۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی اعلیٰ درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہے نصوص اور مسائل کے خلاف ہونے کے علاوہ بے پردگی خود ایک غیرت کی چیز ہے جو کہ فطری ہے ان بے حسوں میں غیرت بھی تو نہیں رہی مجھ کو تو مسلمانوں کی اس حالت پر بے حد صدمہ اور رنج ہے کیا کروں اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہو تو ایک دن میں ان کو درست کر دوں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک شخص ضبیع نام مدینہ میں وارد ہوا اور قرآن شریف کے متشابہات میں سوال جواب کرنا شروع کیا آپ نے حاضر ہونے کا حکم دیا اور سر پر قمچیاں مارنا شروع کیں بس دماغ درست ہو گیا پھر اس کو وطن واپس کر دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو کہ عامل تھے لکھ دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اس کے پاس کوئی نہ بیٹھے کذا فی روح المعانی ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نعل دار جوتا روشن دماغ ہے واقعی صحیح ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے جہاں چار کتابیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں توریت، زبور، انجیل، قرآن اگر ان سے عملی فیصلہ نہ ہو تو اس کے لئے ایک پانچویں چیز بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ اس آیت کے مذکور ہے: وانزلنا الحدید فیہ باس شدید۔

یعنی لوہے کو بھی نازل فرمایا ہے مراد اس سے سیف ہے اس سے عملی فیصلہ ہو جاتا ہے اسلام میں آج کل یہ ہی تو نہیں رہی اسی کی ساری خرابی ہے آزادی کا زمانہ ہے جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے اس آزادی سے یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ عام پلیٹ

فارموں پر بے پردگی کے متعلق لیکچر دیئے جاتے ہیں قرآن وحدیث میں تحریف کی جاتی ہے اور ان تازہ تحریکات کی بدولت اور زیادہ گمراہی کا دروازہ کھل گیا لوگ دلیر ہو گئے اور ان آزاد لوگوں کو زیادہ جرأت مولویوں کی شرکت سے پیدا ہوئی اگر یہ جماعت الگ رہتی تو ان کو اتنا حوصلہ نہ ہوتا اس لئے مولویوں کی شرکت کی وجہ سے عوام ان قصوں میں شریک ہو گئے اور ان بددینوں کو ان کے گمراہ کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا اور جن لوگوں نے خداترسی کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ دین محفوظ رہے ان تحریکات سے علیحدگی رکھی ان پر قسم قسم کے الزام اور بہتان باندھے گئے بدنام کیا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن سی آئی ڈی کے محکمہ سے تنخواہ پانے والے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا کہا گیا مگر اس کا نتیجہ بہت جلد برآمد ہوا کہ برادران وطن نے شدھی کا حربہ اور جابجا مسلمانوں کو قتل اور مسجدوں کو شہید کرنا شروع کیا تب حقیقت منکشف ہوئی کہ واقعی ہم کہاں اور کس طرف جارہے تھے یہ اس کا نتیجہ ملا کہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ سازش کی توحید اور رسالت کے منکروں کو مسلمانوں کے مجمع میں مذکر بنایا مساجد کے ممبروں پر ان کو بٹھایا یہ ہیں عقلاً بیدار مغز یہ ہیں روشن دماغ جن کے دماغوں میں گیس کے انڈے اور بجلیاں روشن ہیں ارے کہیں بجلیاں کام دیتی ہیں کام دینے والی چیزیں ہیں خدا کی تجلیاں اگر اس سے دماغ روشن ہو تو پھر دیکھو کہ خدا کی اعانت خدا کی امداد خدا کی رحمت خدا کی نصرت تمہارے سروں پر بادل کی طرح سایہ افگن ہو اور اس وقت تمام عالم کی غیر مسلم اقوام بھی مل کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیوں کہ گداگری کرتے پھرتے ہو تمہارے گھر کے اندر خود خزانہ دفن ہے اگر تم کو خبر نہیں تو جن کو خبر ہے ان سے دریافت کرو اس کے حصول کا طریقہ معلوم کرو ان کی جوتیاں سیدھی کرو ان کی ناز برداری کرو پھر دیکھو کہ کیا کچھ ملتا ہے کور باطن دوسری قوموں کی ترقی اور دولت کو دیکھ کر رال ٹپکاتے پھرتے ہیں تم کو تو خود ایک اتنی زبردست دولت سے نوازا گیا ہے کہ وہ دولت اور کسی کو حاصل ہی نہیں اور اس دولت کے سامنے تمام ترقیاں اور دولتیں گرد ہیں وہ دولت کیا ہے دولت ایمان جس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز کسی کی صحبت میں رہو اور اپنے خناس کو دماغ سے نکال دو تب دیکھو ابھی تک تو بتوں ہی کی پرستش میں گزاری ہے ذرا خدا کی پرستش کر کے بھی دیکھ لو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی اسی کو فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ — خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

برسوں تک تو سخت پتھر کی طرح رہا ہے۔ آزمائش کے لئے چند ہی روز کے لئے خاک کی

طرح نرم ہوجاؤ دیکھو زمانہ بہار کی پتھر سرسبز نہیں ہوتا اور خاک میں رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں۔۱۲۔
میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس کے بعد پھر تم ہی تم نظر آؤ گے میں یہ کہہ رہا تھا کہ ساری خرابی آزادی کے سبب ہے ایک صاحب کا واقعہ یاد آیا کہ وہ پردہ کے خلاف لیکچر دے رہے تھے ایک شخص نے درمیان لیکچر میں کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو پردہ سے نکالئے گھر گئے اور اپنی بیوی کو بے پردگی پر راضی کر کے نکال لائے مگر کپڑے وہی ہندوستانی گلبدن کا پاجامہ وغیرہ اتفاق سے ایک مرتبہ ان کو سفر پیش آیا تو ریل کے اندر فسٹ کلاس کے درجہ میں سفر کیا اس لئے کہ بڑے آدمی تھے ایک اسٹیشن پر کسی چیز کی ضرورت ہوئی خاوند صاحب تو چیز لینے گئے اور وہاں پر ایک انگریز کوئی بڑا افسر اس درجہ میں آ کر بیٹھا اس نے اس عورت کو دیکھ کر کہا کہ تم رنڈی ہے تم کیوں اس درجہ میں بیٹھی ہو کسی دوسری جگہ جاؤ اس عورت نے کہا کہ میں رنڈی نہیں ہوں گھر ستن ہوں اس پر جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ خاوند صاحب تشریف لے آئے انہوں نے بھی اس انگریز سے کہا کہ یہ ہماری منکوحہ ہے اس نے کہا کہ ہم کو ہندوستان میں اتنا زمانہ گزر گیا ہم نے کبھی کسی شریف عورت کی صورت نہیں دیکھی تم جھوٹ بولتے ہو یہ رنڈی ہے اور تم اس کے آشنا ہو یہ صاحب اسٹیشن ماسٹر کو بلا کر لائے اس نے تصدیق کی کہ میں ان کو جانتا ہوں یہ ان کی بیوی ہیں پھر اس نے کوئی مزاحمت تو نہیں کی مگر نفرت ظاہر کر کے خود دوسرے ڈبہ میں جا بیٹھا اب غور کیجئے ایک انگریز بے دین بے قید بے باک مگر اس کو اس قدر غیرت آئی کہ ہندوستان میں شریف عورت اس طرح کیوں بے محابا پھرتی ہے اپنی عورت کے لئے تو ان کی بے حیائی کو گوارا کر لیا مگر ہندوستانی عورت کیلئے گوارا نہیں کیا جہاں تک تتبع کیا گیا پردہ کے مخالف یا تو رذیل ہیں یا بد معاش رذیل تو اس وجہ سے کہ جیسے کسی نے کبڑے سے پوچھا تھا کہ تم اپنا اچھا ہونا چاہتے ہو یا اوروں کا کبڑا ہونا اس نے کہا کہ اوروں کا کبڑا ہونا تا کہ جس طرح وہ مجھ کو ہنستے ہیں میں بھی ان کو ہنسوں اور بد معاش اس وجہ سے کہ اپنی خواہشات کو پورا کریں ایک صاحب کا دوسرا واقعہ ہے منصوری پہاڑ پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے جا رہے تھے چند بد معاشوں نے مل کر یہ حرکت کی کہ دو نے تو اس کے خاوند کو پکڑ لیا اور بقیہ اس کو لے گئے اور زبردستی منہ کالا کیا پھر ان دو نے بھی کیا یہ نتائج ہیں بے پردگی کے اس کے بعد اس شخص کو ہوش آیا اور اپنی بیوی کو پردہ کرایا تجربہ سے قبل تو احکام کی ان لوگوں کے قلوب میں وقعت اور عظمت ہوتی ہی نہیں ایسے کور مغز ہیں۔

۳۰/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

چندہ لینے میں احتیاط

(ملفوظ ۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل چندہ کے بارے میں بہت ہی کم احتیاط ہے حتی

کہ قریب قریب تمام مدارس میں بھی اس باب میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا ہے میں اس معاملہ میں سخت ہوں اور زیادہ بے احتیاطی یہ ہے کہ جو فرداً فرداً چندہ کی تحریک کی جاتی ہے اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے گرانی ہوتی ہے نیز نہ دینے پر بخل بھی ثابت ہوتا ہے جس کا حاصل ایک مسلمان کو متہم کرنا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہیں جو تحریک عام اور تحریک خاص میں امتیاز کرتا ہوں اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک مسلمان پر بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور وہ بدنام نہ ہو دعوت عام اور چیز ہے اور انفرادی صورت میں کسی سے سوال کرنا اور چیز ہے مجھ کو تجربہ ہے لوگوں کی حالت معلوم ہے اس تحریک خاص کا اثر ظہور بخل قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْهَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا۔ کیونکہ احفاء والحاف خطاب خاص ہی میں ہوسکتا ہے اور اس کے بعد خطاب عام کا اس عنوان سے ذکر ہے۔ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ یہ دعوت خطاب عام ہے اور اسی فرق کی وجہ سے احفاء پر جو بخل ہوا اس میں نکیر نہیں فرمایا گیا کہ معذور ہے اور دعوت پر جو بخل ہوا اس پر نکیر فرمایا گیا۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ الآیۃ۔ میں نے میرٹھ کے ایک وعظ میں اس فرق کو بیان کیا تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی اس بیان میں شریک تھے وعظ کے بعد خوش ہو کر فرمایا کہ آج آیت کے معنی معلوم ہوئے یہ ان کی تواضع ومحبت تھی مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو اس وقت سے جانتا ہوں کہ یہ مجھ کو نہ جانتا تھا مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور حضرت صاحب میرے پاس ہے ہی کیا بس یہ ہی ایک چیز ہے یعنی اللہ والوں کی محبت مولانا نہایت سادہ تھے کوئی بناوٹ نہ تھی۔

میلان الی الامرد کے علاج کا نفع:

(ملفوظ ۲۷۱) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ایک لڑکے کی طرف میلان ہو گیا ہے ہر وقت شب و روز اس کا دل میں خیال رہتا ہے اب چند ماہ کے بعد ہوش آیا ہے آپ کو لکھتا ہوں دعاء بھی فرما دیں کہ اس بلاء سے نجات ہو اور اصلاح بھی فرما دیں میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ التکشف جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۰ پر اس کا علاج مذکور ہے اس کو دیکھیں اور عمل کریں آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے میں نے اس کو دیکھ کر عمل کیا اللہ کا شکر ہے کہ مرض کا علاج ہو گیا اب کسی وقت بھی اس کا خیال نہیں آتا میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ مبارک ہو اس پر فرمایا کہ اگر کوئی خود اپنا علاج چاہے اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ التکشف میں جو اس کے متعلق تدبیر میں لکھی ہیں الحمد اللہ اس سے بہت لوگوں کو نفع ہوا۔

عوام کی بے استقلالی اور چندہ کی دلوں پر گرانی

(ملفوظ ۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی بے استقلالی کی حالت دیکھ کر کیا کسی کام کرنے کو جی چاہے اور کیا ہمت بڑھے معترض لوگ کہتے تو ہیں کہ یہ کسی کام میں شرکت نہیں کرتا اگر یہ شرکت کرے تو سب کام ہو جائیں مگر ان باتوں کو تو میں ہی سمجھتا ہوں مجھ کو لوگوں کی حالت کا تجربہ ہے میں اپنے تجربات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے فراموش کر دوں مثال میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں یہاں پر ایک چندہ ہوا تھا احباب خاص میں وہ بھی میں نے نہیں کیا خود احباب نے کر لیا مگر میں نے منع نہیں کیا اس درجہ کی شرکت بھی تھی اس میں ایک حصہ چند آدمیوں نے مل کر اپنے ذمہ لیا تھا رمضان المبارک سے قبل کا واقعہ ہے آج تک بھی ایک پیسہ نہیں آیا یہ حالت ہے ایک خط اطلاعی گیا اس کا بھی جواب نہیں اور تماشہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ بیعت کا تعلق رکھنے والے ہیں جن کی یہ حالت اس کے مصداق ہے۔

گر جان طلبی مضائقہ نیست　　　گر زر طلبی سخن دریں ہست

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر روپیہ مانگو تو اس میں ذرا تردد ہے۔ ۱۲۔)

کسی ظریف کا قول ہے محبت رکھیں پاک لینے دینے کے منہ میں خاک ان ہی واقعات سے مجھ کو آج کل کے چندہ سے بے حد نفرت ہے لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے بھی یوں وصول کیا اور اس ترکیب سے وصول کیا بھیک مانگنے میں کون سی عزت ہے اس میں تو ذلت ہی ذلت ہے اور اگر جبر سے یا اثر سے کام لیا تو یہ ڈکیتی ہوئی اس میں بھی کونسی عزت ہے اور اگر ڈکیتی میں عزت ہے تو پھر کھلم کھلا ڈکیتی ہی ڈالو عزت کا کام تو کرنا چاہئے ایک بہت بڑے علامہ سے میری گفتگو ہوئی تحریک خاص پر کہ یہ جائز نہیں پوچھا کہ کیا دلیل ہے میں نے حدیث پڑھی: الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه۔ یعنی کسی مسلمان آدمی کا مال بدون اس کی خوشدلی کے حلال نہیں تو کہتے ہیں ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں میں نے دل میں کہا کہ کل کو یہ کہے گا کہ گو مال حرام ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں یہ تو گرانی کی تسلیم پر گفتگو تھی اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ لوگ ہمارے مرید ہیں مرید کو گرانی نہیں ہوتی سو اس کا اندازہ ایک حدیث سے ہو سکتا ہے حضور ﷺ ازواج مطہرات سے فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے بعد تمہارا بہت خیال ہے کہ کون تمہاری خدمت کرے گا غور کرنے کی بات ہے کہ صحابہ کے متعلق حضور کا یہ خیال اس کے

بعد کسی پیر یا شیخ کو اپنے مرید پر کس طرح اعتماد ہوسکتا ہے کہ تحریک خاص پر گرانی نہ ہوگی کیا منہ ہے کسی کا جبکہ حضور کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں میں سے کم ایسے ہونگے جو خدمت کرسکیں گے باوجود اس کے صحابہ جان نثار تھے قربان جایئے حضور ﷺ کے کیسی پاکیزہ تعلیم فرما گئے۔

دین میں نظر آنے والی دشواریوں کی مثال

(ملفوظ ۱۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دین سے توحش ہے اس کا سبب جہل و کسل ہے اگر علم صحیح وطلب صادق ہو تو دین میں کوئی دشواری اور تنگی پیش نہیں آسکتی مجھے تو اس باب میں اس قدر شرح صدر ہے کہ میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جتنی دشواریاں دین میں نظر آرہی ہیں اگر ارادہ کرو اور عمل شروع کردوں تو میں سچ عرض کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب دشواریاں ہٹتی چلی جائیں میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں دیکھا ہوگا یا کسی پختہ سڑک پر کہ راستہ کے دونوں طرف کے درخت ہوتے ہیں اور دور سے نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر دونوں طرف کے درخت آپس میں ملے ہوئے ہیں اور راستہ بند ہے اب یہ اس کو دیکھ کر ہراس زدہ کھڑا ہے کوئی مبصر آیا اس نے دریافت کیا کہ کیوں ہراس ہے کہتا ہے کہ راستہ آگے بند ہے منزل مقصود پر کیسے پہنچوں گا وہ کہتا ہے کہ جہاں تک راستہ کھلا ہے وہاں تک تو چل اور پہنچ پھر آگے دیکھنا اب وہاں پہنچ کر جس راستہ کو بند سمجھتا تھا اتنا ہی اور راستہ بھی کھلا ہوا نظر آیا لیجئے کام بن گیا جب تک چلنا شروع نہ کیا تھا اس وقت تک راستہ بند نظر آرہا تھا اگر چلنا شروع کر و خود بخود درخت اور پہاڑ سب ہٹتے نظر آئیں گے اور واقع میں وہ پہاڑ ہی نہیں تھے محض تمہارا خیال اور وہم تھا اسی کو فرماتے ہیں ۔

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست جز کہ سحر و خدعہ نمرود نیست،

طلب اور ہمت پر جبکہ خلوص کیساتھ ہو بڑے بڑے پہاڑ حباء منشورا ہو کر میدان بن جاتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں ۔

گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید

(اے خلیل ابراہیمؑ یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے سوائے نمرود کے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں ہے ۱۲ اگر عالم میں راستہ نظر نہیں آتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے خود بخود راستہ کھلتا چلا جاوے گا۔ ۱۲۔

یکم محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

طالب کی اصلاح میں کمی کرنا خیانت ہے

(ملفوظ ۱۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر شخص کے ساتھ یہ چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو معاملہ صاف ہو اس میں تلبیس نہ ہو ایہام نہ ہو خصوص ان لوگوں سے جو محبت کا دعوی کرتے ہیں تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تو اگر ذرا سی بات بھی بے ڈھنگی ہوتی ہے تو برداشت نہیں کر سکتا اور اصل بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے فہم پر اور فہم لوگوں میں ہے نہیں پھر اصلاح کس طرح ہو اگر میں ان کی بیہودگیوں پر سکوت کروں تو یہ ہو سکتا ہے کیا مشکل ہے بلکہ اس میں مجھے راحت بھی ہے مگر میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں جیسے مریض طبیب کے پاس جائے اور طبیب اس مریض کے مرض پر اطلاع نہ دے اس کے مرض کو چھپائے کیا یہ خیانت نہیں اور تف ہے ایسے چھپانے پر اور ایسی خوش اخلاقی پر جو آج کل کے رسمی پیروں کے یہاں مروج ہے اب تو خلاصہ اس تعلق کا یہ رہ گیا ہے کہ مرید نے ہاتھ پاؤں چومے لئے نذرانہ پیش کر دیا آ گے نہ مرید کو اصلاح کی ضرورت نہ پیر کو احتساب کی ضرورت شمع کی طرح پیر صاحب بیچ میں بیٹھے ہیں اور پروانے (یعنی مرید چہار طرف جمع ہیں سو مجھ کو تو یہ طرز کسی درجہ میں بھی پسند نہیں لیکن اگر اس کے مقابلہ میں کسی کو ہمارا طرز بھی پسند نہ ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مت آؤ اور اگر آ گئے ہو اور دھوکا ہو گیا ہے تو اب چلے جاؤ بلانے کون جاتا ہے اور اگر باوجود ہمارے اس طرز کے بھی ہم کو کوئی لپٹے تو پھر اس طرز کے حقوق ادا کرو بقول عارف شیرازی۔

یا مکن با پیلبانان دوستی	یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی	یا فرو شو جامۂ تقوی بہ نیل

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی نہ کرو یا گھر ایسا بناؤ جہاں ہاتھی آ سکے یا تو عاشقی کا دعویٰ نہ کرو اور اگر کرتے ہو تو تقویٰ کو خیر باد کہو)

اور یہ حقوق وہ ہوں گے جن کو ہم حقوق سمجھتے ہیں وہ نہیں جن کو تم حقوق سمجھتے ہو اور اگر کسی سے یہ نہیں ہو سکتا تو ہم سے تعلق مت رکھو لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بلی کے گوہ کی طرح ان کے نقائص کو دبائے رہو سو اگر ایسا کیا گیا تو پھر اصلاح کس طرح ہو گی اور مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں دوسرے کی حالت کو چھپاؤں مشکل ہے جبکہ میں اس کا اخفا کرنا خیانت سمجھتا ہوں پھر یہ بات بھی تو

قابل رہے کہ خود میری حالت کھلی ہوئی ہے بری یا بھلی میں خود اس کو نہیں چھپاتا اگر اس حالت میں میں کسی کو پسند ہوں مجھ سے تعلق پیدا کریں ورنہ اور کہیں جائیں بقول غالب ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جسکو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

میرے طرز کو تشدد کہا جاتا ہے حضرت شیخ اکبر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مریدوں کو آپس میں زیادہ نہ ملنے دینا چاہئے کیا یہ بھی تشدد ہے اور واقعی شیخ نے یہ بڑے کام کی بات فرمائی اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر کہیں شاعری ہو رہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں بے سمجھے نکات و اسرار بیان ہو رہے ہیں غرض یونہی وقت فضول بیکار برباد کیا جاتا ہے نہ ذکر ہے نہ شغل ہے نہ فکر۔ ہے نہ تلاوت ہے نہ نوافل ہیں بس مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہے اور حضرت شیخ اکبر تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید شیخ سے کسی تعلیم کی مصلحت پوچھے اس کو نکال دو ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی طالب آ کر بیعت کا سوال کرتا تو آپ کھانے میں اس کا امتحان لیتے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد جو کھانا بچا ہے اس میں روٹی سالن تناسب سے بچایا نہیں اگر تناسب نہ ہوتا تو بیعت سے عذر فرما دیتے کہ تمہاری طبیعت میں انتظام نہیں ہمارے یہاں تمہارا نباہ نہ ہوگا اور بزرگوں نے ہمیشہ طالبوں کے بڑے بڑے سخت امتحانات لئے ہیں میرے یہاں تو پھر بھی بہت وسعت ہے باقی میرا اصلی مذاق یہی ہے کہ قبل مرید ہونے کے تو اس کی دوستی کے حقوق کو پورے طور سے محفوظ رکھتا ہوں۔ مگر بعد مرید ہوتے کے پھر دوستی کے علاقہ کو ناپسند کرتا ہوں اس وقت مریض اور طبیب کے علاقہ کی ضرورت ہے مگر لوگوں کو خبر نہیں اس طریق کی اور اس کے آداب کی اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر علماء تک کو خبر نہیں اور واللہ میں تو بہت رعایتیں کرتا ہوں مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میں غلامی بھی نہیں کرتا ایک مولوی صاحب ہیں ان کو میری سیاست کے وقت لوگوں پر بہت رحم آتا تھا میں نے ان کو رسالہ آداب الشیخ دیا کہ اس کو بغور دیکھئے یہ رسالہ شیخ اکبر کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے اصل رسالہ عربی میں تھا اس کا میرے ایک دوست نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے انہوں نے دیکھا کہنے لگے کہ یہ تو آپ سے بھی کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں اس کے بعد انکا تشدد کا گمان رفع ہوا۔

زیادہ غلطیاں فکر کی کمی سے ہوتی ہیں فہم کی کمی سے نہیں

(ملفوظ ۱۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اس پر قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ فہم کی کمی سے غلطیاں

بہت کم ہوتی ہیں زیادہ فکر کی کمی سے ہوتی ہیں اور فکر ہوتے ہوئے اگر فہم میں کمی بھی ہو اس سے غلطیاں عدد میں بھی کم ہوتی ہیں اور کیفا بھی کم ہوتی ہیں مگر فکر و غور سے کام نہیں لیتے اس سبب سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اگر فکر ہو تو خود سمجھ میں نہ آنے پر دوسرے سے پوچھے گا کہاں تک غلطی ہوگی چونکہ فکر اور توجہ سے کام نہیں لیتے اس لئے مجھ کو زیادہ غصہ آتا ہے اور فکر کی کمی کا سبب طلب کی کمی ہے چنانچہ خدا کی اتنی بھی طلب نہیں کہ جتنی کسی رنڈی پر یا لڑکے پر عاشق ہو جانے پر اس کی طلب ہے پھر شیخ کی تعلیم کا کیا خاک اثر ہو خدا سے صحیح اور قوی تعلق پیدا کرنا چاہئے اور وہ بدون اس کے فکر کے ساتھ اعمال میں احوال میں باطناً بھی ظاہراً بھی شریعت کا پورا اتباع ہو ہی نہیں سکتا۔

ہدیہ رد کرنے کا فائدہ

(ملفوظ ۱۷۷) ایک نو وارد صاحب نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے معمول کے خلاف ہونے کی بناء پر حضرت والا نے قبول فرمانے سے انکار فرمایا تھوڑی دیر میں ان صاحب سے ایک غلطی ہوئی اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اس وقت میرے پانچ روپیہ کا تو نقصان ہوا لیکن اگر میں وصول کر لیتا تو اس وقت آپ کی اصلاح کے متعلق صاف صاف نہ کہہ سکتا تھا لے لینے کے بعد خیال تو ہوتا ہی ہے کہ یہ میرے محسن ہیں ان کی رعایت کرنا چاہئے یہ نہ لینے ہی کی برکت ہے کہ صاف صاف کہہ دیا اور اگر نہ کہتا تو ان کے دین کا نقصان تھا اور اب تو اپنا دنیا کا نقصان کیا بلا سے پانچ روپیہ نہ ملے مگر ایک مسلمان کو ہمیشہ کے لئے جہل سے نجات مل گئی۔

بزرگوں کی ہر بات میں برکت ہوتی ہے

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی ہر بات بابرکت ہوتی ہے پانی پت میں ایک بزرگ تھے عادۃً تو وہ صاحب سماع نہیں تھے مگر اس سے پرہیز بھی نہ تھا کسی مجلس میں اتفاق سے شریک ہو گئے ایک بار اتفاق ہی سے ایک مجلس میں شریک تھے قوال یہ کہہ رہا تھا ایسا ٹونا کر دے ری ایسا ٹونا کر دے یعنی ایسا سحر کر دے اسی وقت میں ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئی کہ مجھ کو سب ستاتا ہے ناراض رہتا ہے اون بزرگ نے خادم سے کہا کہ یہ ہی لکھ کر دیدو کہ ایسا ٹونا کر دے ری خادم نے یہ ہی لکھ کر اس عورت کو دے دیا خدا کی قدرت سے خاوند مسخر و مطیع ہو گیا۔

انگریزی پڑھ کر دین کی حفاظت کا طریقہ

(ملفوظ ۱۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ میں انگریزی پڑھنے کو

منع نہیں کرتا اگر ضرورت ہے پڑھو اور نہ میں کہتا ہوں کہ عربی پڑھ کر سب علامہ بن جائیں ہاں دین کی حفاظت کی ہر مسلمان کیلئے ضرورت ہے سو اس کی ایک صورت بیان کرتا ہوں کہ انگریزی پڑھ کر بھی حفاظت ممکن ہو وہ صورت یہ ہے کہ تعطیلات کے زمانے میں نصف حصہ لہو ولعب میں صرف کرو اور کم از کم نصف حصہ اہل اللہ کی صحبت میں صرف کرو یہ صحبت بڑی چیز ہے تو اس صورت میں دین محفوظ رہے گا ورنہ نری انگریزی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسے دیوبند کا ایک قصہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک ڈپٹی صاحب تھے ان کے باپ پرانی وضع کے سادہ مزاج گاڑھا پوش تھے بیٹے سے ان کی نوکری پر ملنے گئے ان کے دوست احباب نے پوچھا کہ آپ کی تعریف باپ کہتے ہوئے عار آئی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں ان بڑے میاں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے میں اس کی ماں کا پڑوسی ہوں وہ میری بغل میں رہا کرتی ہے لوگ سمجھ گئے کہ بڑے میاں ڈپٹی صاحب کے باپ ہیں ایک اور واقعہ ہے ایک صاحب ولایت پاس کر کے آئے باپ سے ملے تو مصافحہ کرتے وقت پوچھا کہ ول بڈھا تم اچھا ہے ادب کا تو نام نہیں رہتا فرمایا کہ ادب پر یاد آیا دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں صاحب سب جانتے ہیں کس درجہ کے تھے فن میں بھی عزت میں بھی میں نے ان سے نفیسی کے کچھ سبق پڑھے بھی ہیں اس معنی کو میرے استاد بھی تھے ان کے ایک مصاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے یہاں آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان ہی صاحب سے جو کہ تھانہ بھون کے رہنے والے تھے پوچھا کہ وہاں جانے کے کیا شرائط اور ملنے کے کیا اوقات ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کو اس تحقیق کی کیا ضرورت ہے آپ تو ان کے استاد ہیں تو حکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ میں جس حیثیت سے جا رہا ہوں اسی طرح جاؤں گا اس میں استادی شاگردی کا کوئی دخل نہیں یہ ہے ادب آج شاگرد اتنا ادب نہیں کرتے استاد کا جتنا پہلے استاد کرتے تھے اپنے شاگردوں کا ایک اور واقعہ یاد آیا خورجہ کے رہنے والے مظفر نگر میں ایک ڈپٹی صاحب تھے جو صاحب نسبت صاحب طریقت بھی تھے ایک مرتبہ وہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے وہ معمر شخص تھے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی مگر حضرت کی شہرت ہو چکی تھی بہت لوگ معتقد بھی تھے ان ڈپٹی صاحب نے بھی ایک بیاض لکھی ہے بیاض دلکشا اس کا نام ہے اس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت کی نسبت لکھا ہے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد   فی الحال بصورت طلا شد

(جو لوہا پارس سے چھو بھی گیا فوراً وہ سونا ہو جاتا ہے۔ ۱۲)

محض ایک ہی ملاقات معلوم ہوئی ہے اور خود بھی صاحب نسبت تھے اور معمر اور معزز مگر ایک ہی ملاقات کا یہ اثر ہوا کیسی عقیدت کا اظہار فرمایا یہ ہے ادب۔

۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری مجلس بعد نماز جمعہ

شاہجہان اور تخت طاؤس

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہجہان نے تخت طاؤس بنوایا تھا، وہ تخت اس وقت یورپ میں ہے بہت ہی قیمتی تخت ہے کئی لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا تھا جس وقت یہ تخت بن کر تیار ہوا اور شاہجہان اس تخت پر بیٹھے ہیں تو ان کے وزیر سعد اللہ خاں پانی پت کے رہنے والے اپنی آستین میں ایک چھرا رکھ کر دربار میں حاضر ہوئے شاہجہان نے تخت پر اول دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ فرعون کو تخت آپ نے عطاء فرمایا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور مجھ کو عطا فرمایا تو میں آپ کی بندگی ادا کر رہا ہوں یہ مجھ پر آپ کا فضل اور رحمت ہے پھر سعد اللہ خان سے چھرا لانیکی مصلحت پوچھی یہ سن کر سعد اللہ خان نے عرض کیا کہ مصلحت یہ تھی کہ اگر آج تخت پر بیٹھ کر کوئی کبر کا کلمہ آپ کے منہ سے نکلتا جس سے آگے کفر کا اندیشہ ہوتا تو کلمہ کفر نکلنے سے پہلے آپ کا کام تمام کر دیتا اس لئے کہ میں نے آپ کا نمک کھایا تھا اس کو حلال کرتا گو اس کے عوض میں دوزخ ہی میں چلا جاتا مگر آپ کو کفریات سے متلبس نہ ہونے دیتا اس پر شاہجہان بہت خوش ہوئے اور سعد اللہ خاں کی بڑی عزت اور قدر کی۔

سرسید کا ایک وعدہ

(ملفوظ ۱۸۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل سائل سوال کرتے پھرتے ہیں بظاہر نہایت تندرست ہٹے کٹے ہوتے ہیں ان کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا نہیں آج کل تو لوگوں نے مانگنے کا پیشہ بنا لیا ہے اس پر استطر اداً ایک سائل کا قصہ بیان فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب نے بردایت محسن الملک کے بیان کیا کہ سید احمد خان اپنی کوٹھی میں بیٹھے تھے اس میں شیشے کے کیواڑ تھے ایک شخص آئینوں میں سے نظر آیا نہایت بوسیدہ اور میلے کپڑے پہنے ہوئے کوٹھی سے باہر آ کر بیٹھا یہ شیشہ کے کیواڑوں میں سے دیکھ رہے تھے محسن الملک بھی سید احمد خان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سرسید نے ان سے کہا کہ دیکھو یہ ایک مکار سائل ہے اور اب اپنا لباس تصنع کا بدلے گا اور پھر آ کر سوال کریگا مگر میں اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا ایسا ہی ہوا اس نے اپنی گٹھڑی میں سے چوغہ عمامہ تسبیح

نکالی اور بن ٹھن کر کوٹھی پر آیا اور دستک دی کیواڑ کھول دیئے گئے اس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اس وقت سید احمد خاں لیٹے ہوئے تھے نہایت بے رُخی سے جواب دیا اور بیٹھے بھی نہیں اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا کہ مجھ کو فلاں ضرورت ہے اعانت چاہتا ہوں سر سید اسی طرح بے التفاتی کے ساتھ لیٹے رہے دوران گفتگو میں اس کے منہ سے یہ بھی نکلا کہ میں شاہ غلام علی صاحب کا دیکھنے والا ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ سید احمد خان نہایت اضطراب کے ساتھ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے وہ کچھ حالات شاہ صاحب کے بیان کرتا رہا اور سر سید بہت توجہ سے سنتے رہے پھر اس کے لئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ کھانا منگایا اور کھانے کے بعد پچاس روپیہ پیش کئے جب وہ چلا گیا تو محسن الملک نے پوچھا کہ یہ کیا خبط تھا خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ شخص مکار سائل ہے، پیشہ ور ہے اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا یا ایسے معتقد ہوئے جیسے اس نے جادو کر دیا ہو آخر آپ کو یہ سوجھی کیا تھی سید احمد خان نے کہا کہ تم کو خبر نہیں اس شخص نے کس کا نام لیا اگر یہ اس وقت جان بھی طلب کرتا تو میں عذر نہ کرتا حضرت شاہ صاحب کی اس قدر عظمت تھی نام سن کر از خود رفتگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔

نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل بالضم

(ملفوظ ۱۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے ذرہ برابر الحمد اللہ بغض نہیں یا خلش نہیں نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل (بالضم اور الحمد اللہ دوسرے بھی میرے ساتھ ایسے ہی ہیں اہل وطن کو اکثر دیکھا ہے کہ مخالف ہوتے ہیں مگر الحمد اللہ میرے ساتھ میرے اہل وطن کو نہ مخالفت ہے نہ تعظیم ہے ہاں محبت سب کو ہے حتی کہ ہنود کو بھی بھنگی چماروں تک کو بھی محبت ہے بعض لوگ ان ہی اہل وطن میں ایسے بھی ہیں جو تحریکات کے زمانہ سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہمیشہ سے جب ملتے ہیں جھک کر سلام کرتے ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ آپ کا فضل ہے رحمت ہے ورنہ مجھ میں ایسا کونسا سرخاب کا پر ہے۔

نہ ڈھیلا بنے نہ ڈھیلا

(ملفوظ ۱۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جس کا نام اخلاق ہے اچھی خاصی دکانداری ہے مجھ کو ایسے اخلاق متعارفہ سے نفرت ہے اسی لئے بدنام بھی ہوں مثلاً یہ تعویز گنڈوں ہی کا سلسلہ ہے اگر ان لوگوں کے ساتھ ڈھیلا پن برتا جاتا تو اچھا خاصہ میلا لگ جاتا پھر کوئی کام بھی نہ ہو سکتا مزاحاً فرمایا کہ سب کام میلا ہو جاتا اور خصوص عورتوں کا تو ہر وقت ہجوم رہتا اور عورتوں یا لڑکوں کا ہجوم فتنہ ہے اس میں بڑے بڑے مفسدے ہیں میری تو اس باب میں یہ رائے ہے کہ ایسے اسباب

اختیار کرے کہ نہ ڈھیلا بنے بیائے مجہول اور نہ ڈھیلا بنے بیائے معروف۔

متکبرین کا تھانہ بھون میں علاج اور حضرت شیخ الہند کا واقعہ

(ملفوظ ۱۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا دیوبندی کی بھی اخیر میں یہی رائے ہو گئی تھی کہ بعض کے لئے تشدد کی ضرورت ہے چنانچہ ایک معتبر شخص مجھ سے حضرت کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے یہ وہاں درست ہو سکتے ہیں متکبر آدمی کو تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میرے پاس بھیجنا تھا باوجود اس کے کہ حضرت اس قدر وسیع الاخلاق تھے جن کی نظیر مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی حضرت کے اخلاق پر یاد آیا یہ حکایت مجھ سے مولوی محمود صاحب رامپوری نے بیان کی رامپور سے میں اور ایک ہندو دیوبند ایک عدالتی ضرورت سے آئے میں نے حضرت کے یہاں قیام کیا اس ہندو نے مجھ سے کہا کہ میاں ایک چارپائی کی جگہ مجھ کو بھی دیدو تو میں بھی یہاں ہی پڑ رہوں تاکہ تحصیل میں ساتھ جانا آسان ہو میں نے اس کو بھی ایک چارپائی بتلادی گرمی کی دوپہر کا وقت تھا وہ اس پر پڑ کر سو گیا اور ایک چارپائی پر میں لیٹ گیا تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت زنانہ مکان سے دبے دبے پاؤں تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اٹھا اور پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں میں دبادوں گا فرمایا کہ یہ میرا حق ہے میرا مہمان ہے تم کو حق نہیں جاؤ تم اپنی جگہ لیٹو کہیں اس قیل وقال سے اس بیچارے کی آنکھ نہ کھل جائے اور پھر اس کو تکلیف ہو غرض حضرت پاؤں دباتے رہے اور اس کو کچھ خبر نہیں پڑا ہوا خرخر کر رہا تھا فرمایا کہ اس میں اتنا مقدر تھا تو حضرت کے اخلاق کی نظیر ملنا مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہ ہی رائے تھی کہ ان کو تھانہ بھون بھیجا جائے وہاں ان کے مزاج درست ہونگے اور کمال اخلاق کے ساتھ حضرت کا یہ دوسرا کمال تھا کہ دونوں شانیں جمع تھیں ایک وقت گھر پر کا فریضہ (مہمان) کا حق ادا ہو رہا ہے اور ایک وقت جب وہ کافر میدان میں آوے تو سیف کا حق ادا ہو رہا ہے جبکہ اس کا ظلم وحیف (ستم) ظاہر ہو۔

صرف بیعت ہو جانا کافی نہیں

(ملفوظ ۱۷۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ قلب میں وساوس آتے ہیں اس کے واسطے کوئی ورد بتلادو یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مرید ہیں لیکن آج تک یہ خبر نہیں کہ ورد

سے بھی کہیں وسوسوں کا علاج ہوتا ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ فقط بیعت سے کچھ کام نہیں چلتا تعلیم و تنظیم کی ضرورت ہے اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے بس یہ سختی ہے کہ میں ناواقفوں کو واقف بناتا ہوں کیا یہ بھی جرم ہے ایک قصبہ ہے تیتروں وہاں سے بہت سی عورتیں بیعت ہونے آئیں ایک چھکڑا بھرا ہوا تھا مزاحاً فرمایا کہ چھکڑا کیا بھرا ہوا تھا اس میں ایک جھگڑا بھرا ہوا تھا میں نے بیعت کرنے سے اس بناء پر انکار کر دیا کہ تم اپنے اپنے خاوندوں سے پوچھ کر نہیں آئی ہو میں بیعت نہ کروں گا میں نے بعد میں سنا کہ ان عورتوں نے کہا کہ یہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی اچھا تھا ترت یعنی فوراً مرید کر لے تھا میں نے کہا کہ بالکل سچی بات ہے دونوں جز صحیح ہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اچھا ہونا اور میرا برا ہونا مگر بلانے کون گیا تھا تم یہاں پر آ و اور آ کر مرید ہو سب خفا ہو کر چلی گئیں۔

خالی رائے دینے والوں کا علاج

(ملفوظ ۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رائے دینا بہت آسان ہے مگر جب کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو سب کام سے منہ چھپاتے ہیں یہ مرض اکثر نیچریوں میں ہے یہ جب کوئی رائے دیتے ہیں میں قبول کر کے طریقہ عمل ایسا بتلا دیتا ہوں کہ ان کو بھی اس میں کچھ کرنا پڑے اور وہ آسان ہوتا ہے مگر سب ختم ہو جاتے ہیں۔

بزرگوں کی عظمت سے نور ایمان قوی ہوتا ہے

(ملفوظ ۱۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگوں کی عظمت قلب میں ہو تو اس سے نور، ایمان قوی ہوتا ہے دین میں رسوخ ہوتا ہے۔

سماع اور خواجہ نقشبندی

(ملفوظ ۱۸۸) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی نے فرمایا ہے نہ انکار میکنم ونہ این کار میکنم اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی منکر نہیں تارک ہیں۔

چشتیہ کا مذہب

(ملفوظ ۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتی بیچارے تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں ان کا مذہب تو یہ ہے۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان مانمی خواہیم ننگ و نام را
عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا
(اگرچہ عاقلوں کے نزدیک یہ بات بدنامی کی ہے مگر ہم ننگ و نام کے خواہشمند نہیں۔۱۲)

علوم نقشبندیہ کے اور جانبازی چشتیہ کی

(ملفوظ ۱۹۰) ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ علوم کا تو میں نقشبندیوں کا معتقد ہوں ان میں بڑے بڑے علماء گزرے ہیں اور چشتیوں میں اس قدر علماء نہیں گزرے مگر جانباز چشتیوں میں زیادہ ہیں یہ بات دوسروں میں اس درجہ کی نہیں۔

سچا آدمی محبوب ہوتا ہے:

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس میں مکروفریب نہ ہو سچا ہو یہ ادا مجھ کو بہت پسند ہے اور یہ ادا جس میں بھی ہو وہ مجھ کو محبوب ہے۔

دنیا اور آخرت کی پریشانی سے نجات

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پریشانی سے بچاوے دنیا کی وہ پریشانی چاہے قلت مال سے ہو یا فقدان تندرستی سے ہو یا اولاد کی نافرمانی سے ہو اور آخرت کی پریشانی ظاہر ہے کہ صرف معصیت سے ہے اللہ تعالیٰ سب سے بچاوے۔

حضرت شیخ الہند کی حالت گریہ

(ملفوظ ۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حکایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مالٹا میں تشریف فرما تھے ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبرائے ہیں یہ لوگ سمجھے کہ گھر بار یاد آ رہا ہو گا یا جان جانے کا خوف ہو گا فرمایا کہ میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں جو تم سمجھے ہو بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں۔

عنداللہ محبوب ہونے کا مراقبہ

(ملفوظ ۱۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر گر جاؤں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس کو ہلاک کر دیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کو بنایا نہیں اس وجہ سے ایسا کہتے ہو میں نے بنایا ہے اس کی قدر میں جانتا ہوں کس قدر رحمت ہے اور اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے میں نے تو ایک مرتبہ اس سے

استنباط کر کے دوستوں سے کہا بھی تھا کہ عند اللہ اپنے محبوب ہونے کا مراقبہ کیا کرو اس سے بڑا نفع ہوگا کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی پھر یہی مراقبہ میں نے ایک کتاب میں بھی دیکھا ایک بزرگ نے بھی یہی لکھا ہے اس وقت دیکھ کر بڑا جی خوش ہوا کہ جو چیز قلب میں آتی ہے الحمد للہ اس کی تائید بزرگوں سے بھی نکل آتی ہے میں اتنی قید اس مراقبہ میں اور لگایا کرتا ہوں کہ صاحب مراقبہ شریف طبیعت کا ہو ورنہ برا اثر قبول کرے گا کہ عجب و دلال (ناز) اور تعطل پیدا ہو جائے گا۔

کسی مسلمان کے انتقال پر حالت خوف ہونا

(ملفوظ ۱۹۵) فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے، بہت عرصہ تک میں اس کو سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے وہ یہ کہ اگر کسی بزرگ کے انتقال کو سنتا ہوں تو ان کے متعلق احتمال مواخذہ کا قلب پر استحضار ہوتا ہے اور اگر کسی گنہگار کے انتقال کو سنتا ہوں تو اس کی نسبت معاملہ رحمت کا قلب پر استحضار ہوتا ہے بڑے ہی سوچ میں تھا کہ یہ کیا قصہ ہے ایک روز سمجھ میں آیا کہ وہاں یعنی بزرگ کی نسبت رحمت کا استحضار تو پہلے ہی سے ہے دوسرے احتمال کا استحضار ہونا چاہئے تاکہ جمع بین الخوف والرجاء ہو اور یہاں یعنی گنہگار کی نسبت اعتدال مواخذہ کا استحضار پہلے ہی سے ہے احتمال رحمت کا استحضار ہونا چاہئے۔

صرف وعظ اور لیکچر کافی نہیں

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لیکچروں یا وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لیں فی نفسہ اچھی بات ہے مگر بدون عملی جامہ پہنائے نرے وعظوں اور لیکچروں سے کفایت نہیں ہو سکتی اس کی طرف کسی کو بھی التفات نہیں محض زبانی عملدرآمد ہے۔

غیر مسلموں کو علم سے مناسبت

(ملفوظ ۱۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم میں ساری دنیا مسلمانوں کی محتاج ہے اور ہمیشہ سے رہی دوسری قوموں کا عدم مناسبت علمی کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی نور الحسن صاحب کاندھلوی کی ایک انگریز سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات ایک سر رشتہ دار نے اس انگریز کی تمناؤں کے بعد کرائی تھی اس انگریز نے سوال کیا گنگ مولوی صاحب نے سوال کو مہمل سمجھ کر جواب میں بطور تمسخر کہہ دیا سنگ بس قافیہ ملا دیا جن صاحب نے مولوی صاحب کی انگریز سے ملاقات کرانے کی کوشش کی تھی ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا واہیات آدمی ہے کیا لغو حرکت کی وہ کہنے لگے وہ انگریز مجھ سے کہتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑے عالم ہے ہم نے پوچھا

تھا کہ دریائے گنگ کہاں سے نکلا ہے انہوں نے کہا کہ پہاڑوں سے بس یہ علوم ہیں دوسری قوموں کے اور خیر یہ تو محض مہمل بات تھی جو تحقیقات ان کے یہاں مایہ ناز ہیں وہ بھی اسلامی علوم کے سامنے محض لچر ہیں اس کا مشاہدہ ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری مجلس خاص بوقت یوم شنبہ

ایک صاحب کے سکوت پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۹۸) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے تنبیہ فرماتے ہوئے جواب طلب فرمایا کہ اس غلطی کا جواب دو وہ صاحب خاموش رہے اس پر فرمایا کہ جواب نہ دینا بھی بہت ہی ایذا رسانی کی بات ہے ایک خیر خواہ بصورت سوال دوسرے کو اس کے جہل سے نکالنا چاہتا ہے اور وہ اس میں جواب سے اس کی امداد نہیں کرتا۔ آدمی پوچھنے پر جواب دے جواب نہ دینے کا مرض بھی عام ہو گیا ہے۔ اس پر بھی وہ صاحب کچھ نہ بولے۔ خاموش رہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ارے میاں جب تم نہ بولنے کی قسم کھا کر آئے تھے تو یہ بتلاؤ کہ دوسرا اصلاح کس طرح کرے۔ اپنا تو حساب لگا لیا کہ جاؤں گا یہ کہوں گا، یہ ہوگا، وہ ہوگا مگر دوسرے کی بات کا تو جواب دے دو تمہارے نزدیک دوسرے کا سوال لغو ہے بیکار ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ بندہ خدا اتنا دق کر کے کہا پہلے سے یہی کہہ دیا ہوتا خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا۔ یہاں پر جتنے آتے ہیں منتخب ہو کر ایسے ہی آتے ہیں۔

گائے کا گوشت کھانا

(ملفوظ ۱۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ گائے کا گوشت کھانے سے قساوت پیدا ہوتی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ قساوت کا علاج ہی گائے کے گوشت کھانے میں ہے چنانچہ مشاہد ہے کہ جو قومیں گائے کا گوشت نہیں کھاتیں وہ بے رحم ہیں اور جو کھاتے ہیں وہ رحم دل ہیں۔

ایک ہندو کے اطمینان قلب کیلئے علاج

(ملفوظ ۲۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معزز ہندو نے ایک شخص کے ہاتھ کہلا کر بھیجا تھا کہ میں اپنے مذہب کی تعلیم پر پوجا پاٹ کرتا ہوں مگر قلب کو اطمینان نہیں ہوتا تذبذب ہی رہتا ہے دعاء کر دیجئے کہ حق واضح ہو جائے اور کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیجئے۔ میں نے کہا بھیجا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کثرت سے پڑھو اور ایک بات اور کہلا کر بھیجنے کا ارادہ ہے وہ یہ کہ وہاں تو

پوجاپاٹ کر کے امتحان کیا اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور یہاں بدون عمل کے امتحان کرنا چاہتے ہو۔ اس پوجاپاٹ کے بجائے یہاں تلاوت قرآن نماز وغیرہ کر کے دیکھو اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو تو پھر اطلاع کرو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ممکن نہیں کہ اطمینان نہ ہو اسی کو مولانا فرماتے۔

ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست　　　　جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

(دنیا کا کوئی کونہ بغیر خطرہ کے نہیں ہے، خلوت گاہ حق میں ہی آرام ہے) وہاں تو عمل اور یہاں محض زبانی اس کا کیا اثر ہو۔

تمہید

رسالہ سلطان العلوم دیوبند بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ میں زیر عنوان اسلام اور ترقی ایک مضمون حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم کا نظر سے گزرا۔ جو حضرت دام ظلہم کے مختلف مواعظ سے ایک مسلسل صورت میں مرتب کیا گیا ہے چونکہ مضمون نہایت نافع ہے اور اس کے قبل اس ہیئت اجتماعیہ سے شائع نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو رسالہ ہذا میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے منتفع ہوسکیں۔ فقط مدیر۔

اسلام اور ترقی

لوگ کہتے ہیں کہ علماء اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی طریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات۔ یعنی ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ استبقوا امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے، اب کسی کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے لہذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکے۔ بس فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔ (العبرۃ بذبح البقرۃ ص ۴۵)

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو مفید نہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں۔ ان کا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ ان کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے۔ اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی۔ نہ ان کی سزا ملے گی۔ اور مسلمانوں سے الحمد للہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے۔ ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں اور ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب کو ہی فائدہ دے۔

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔

دیکھئے شراب اور جوئے اور سود میں نفع ہے۔ خود ارشاد عزوجل ہے۔ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ کہہ دیجئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں) لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں۔ جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہوا ہے۔ لوگ تدبیر کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور چاہتے ہیں کہ یہ علماء ساتھ دیں۔ (المرابطص ۴۸) اور وہ فائدہ ہی کہاں ہوا۔ جس میں خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور دین و دنیا دونوں کی تباہی ہو۔ اس لئے مسلمانوں میں ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے۔ (تسہیل)

ترقی کی قسمیں

ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بری باتوں میں بھی مگر بھلائیوں میں تو ترقی کوشش کر کے حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں ورنہ نہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے میں تو ترقی کرنا چاہتا ہوں بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز کو چور کو، گرہ کٹ کو، کفن چور، رشوت لینے والے کو، سود خور کو سٹہ باز کو غرض ہر بدمعاش کو یہ کہنے کا حق

حاصل ہوگا اس لئے بھلائی میں تو ترقی اچھی ہے اور برائی میں ترقی بری ہے تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں یا جس ترقی کو علماء اسلام کہتے ہیں ہم اسکا بھلا ہونا ثابت کردیں خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے مگر ان طریقوں نے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنادیا ہے (البقرہ ۴۵) (جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے)

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی

موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جڑ کاٹ دی ہے صحابہ کرام نے جو حضور ﷺ کے نمونہ تھے کہیں ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی نہ حضور ﷺ نے کبھی اسکی تعلیم فرمائی نہ حضور ہی کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ہے ان سب کی ترقی تو دین کی ترقی تھی۔ اگر چہ اسکے ساتھ ہی ساتھ دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں لیکن مقصود صرف دینی ترقی تھی چنانچہ انکی اس شان کو خود خدا تعالی ارشاد فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انکو زمین پر قبضہ دیدیں تو یہ نماز ادا کرتے رہا کریں۔ زکوۃ دیتے رہا کریں۔ اور بھلائی کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)

یہ ہے ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تجارت آخرت ۲ تا ۴۔

مالی ترقی

جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں اسکے تین حصے ہیں مال، عزت حکومت، آجکل دوسری قوموں کے سامان عیش دیکھکر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی، اسی میں ہے کہ انکو دنیا زیادہ نہ ملے اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے اس پر شاید یہ شبہ ہوا کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالی ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالی کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالی آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں آپ کو کیا خبر ہے کہ اسوقت آپ کے جو جو ارادے اور نیتیں ہیں زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں اسکو تو اللہ تعالی ہی جانتے ہیں۔

حضرات صحابہ اکرام سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا مگر حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ "تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہونگے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال وسامان اور غلام اور نوکر ہونگے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ اسوقت ہم اللہ کی عبادت کرنیکے واسطے فارغ ہو جائیں گے نتفرغ للعبادۃ و نکفی المؤنۃ ہم عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے

اور مشقت سے بچ جائیں گے۔

حضور نے فرمایا تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آجکل ہے جب حضور نے صحابہ کے لئے زیادہ پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لئے کب پسند فرمائیں گے اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہیئے اُولٰئِکَ عَجَّلَتْ لَھُمْ طَیِّبٰتُھُمْ فِیْ حَیٰوتِھِمُ الدُّنْیَا (یہ کافر لوگ تو وہ ہیں جنکو انکی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دیدی گئی ہیں) اور آخرت میں تو کافروں کے لئے عذاب ہی ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہیے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جاوے ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمد اللہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے صحابہ کو حضور کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا تو ہم تو گویا بادشاہ ہیں۔

ارشاد نبوی ہے: من اصبح معافی فی جسدہ امنافی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیرت لہ الدنیا بحذ افیرھا (یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اسکو تمام دنیا مل گئی)۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں ان کو کیا خبر ہے کہ امیر ہونیکے بعد وہ کیسے ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ نیک نیت عطا فرما دیتے ہیں یہی انکے درجے بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔

خود ارشاد فرمایا ہے: قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ (اچھی اچھی باتیں اور معافی دیدینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتانیکی تکلیف ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں بردبار رہیں) جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا (مظاہر الاحوال ۱۸)

ایک شبہ اور جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں ہے: وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ بیشک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے)

کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَاۨ الْوَصِیَّۃُ الایتہ (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے) یہاں مال کو خیر فرمایا

ہے لہذا ماں کا ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوئی اور فاستبقوا الخیرات (بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آ گئی۔

جواب یہ ہے کہ الخیرات میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو۔ اور مال ہر طرح بھلائی نہیں اسکی بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں جنکی رعایت نہیں کی جاتی اس لئے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں روکتے جائز بلکہ فرض کہتے ہیں۔

حضور کا ارشاد ہے: کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے) (علاج الحرص ص ۱۷)

عزت کی ترقی

حق تعالیٰ فرماتے ہیں. وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (یعنی اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور اسکے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے) بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہوگا وہ عزت، حاصل کرنے سے کیسے روکے گا علماء صرف طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لیکر جانے سے پشاور نہیں پہنچ سکتے جو طریقے لوگ کہتے ہیں وہ غلط ہیں صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ و رسول نے بتایا ہے مگر اس طریق کی تحقیق کے لئے پہلے یہ سمجھے کہ عزت حاصل کرنیکی غرض کیا ہے اور وہ کیوں ضروری ہے لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں اسکی غرض محض بڑا بننا ہے مگر میں اسکی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا آدمی جو کچھ کرتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لئے کہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کا فائدہ حاصل کرے دوا کرتا ہے تو اس لئے کہ بیماری کے ضرر سے بچے اور تندرستی کا فائدہ حاصل کرے غرض جو کچھ کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنیکے لئے یا ضرر سے بچنے کے لئے دوسری بات یہ سمجھئے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں اور اسکا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدہ کے حاصل کرنیکے واسطے ہے اور عزت ضرر سے بچانیکے لئے اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہوجاتے ہیں تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد کے اندر ہونیکی وجہ سے ہوتی ہے ورنہ عزت تو بچاؤ کی ہی چیز ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کرسکتا کیونکہ غلبہ اور عزت بیحد وانتہا ہے تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور

خطروں سے بچاتی ہے مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں کوئی ہمکو ذلیل نہیں کر سکتا بیگار میں نہیں پکڑ سکتا غرض عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنیکے قابل ہیں بشرطیکہ طریقہ سے ہوں شریعت کی حد میں رہکر ہوں اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کرنیکی برائی کرتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے منع کرنا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی ہو کہ انکی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔ خود ارشاد ہے: قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُ کُمْ وَاَبْنَآءُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (فرمادیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جنکو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم یعنی عذاب لائیں)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال و عزت کی محبت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر مال نہ جائے یہ برا ہے اور بہت برا ہے۔ (البقرۃ ص ۱۴۲)

حکومت کی ترقی

لوگ علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاسیات کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونا چاہیے یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے اس میں اور ترقی کرنا چاہیئے۔ لیکن افسوس ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ ملاناپن چاہا جاتا ہے سلطنت و حکومت سے بھی مقصود ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان سے محروم ہیں انکو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں حکومت سے تو صحابہ میں بھی یہ ملاپن ہی پسند فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انکو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ نماز

پڑھتے رہا کریں زکوۃ دیتے رہا کریں اُ اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں (علاج الحرص ص ۱۷)

حاصل یہ ہے کہ مال عزت حکومت تینوں کی ترقی میں خود انہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے تینوں ترقیاں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں جن سے کسی حکم کے خلاف نہ لازم آئے تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور خالص حرص ہے تو یہ سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے تا کہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اسکی کبھی اصلاح بھی نہ ہوسکے (تسہیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہئے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں انکو بھی ترقی ہوتی حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ معاملوں میں شریعت کی حدوں کے پابند کتنے تاجر ہیں غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو وہ ان کی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں اور پھر انکو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں دوسروں کو رغبت بھی دلاتے رہتے ہیں کبھی انکی سی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی ہوگی کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے عورتیں آزاد ہوں گی تو علوم اور صنعت وحرفت سیکھیں گی خود بھی ترقی کرینگی اور اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی لیکن یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین نہیں اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہے جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں تو اگر بے پردگی سے ہی ترقی ہوتی

ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کرلی (العمرۃ ص ۴۲ و ۴۵،)
تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں پائی جاتیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے (تسہیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں وہ انکی ایسی صفتیں ہیں جوانہوں نے آپ ہی کے گھر سے لی ہیں جیسے منتظم ہونا مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بردبار ہونا، انجام سوچکر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا، ہوش سے کام لینا آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا، اور یہ سب باتیں وہ ہیں جنکی تعلیم اسلام نے دی ہے اوران سب حکموں کا خاصہ ہے کہ انکے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے چاہے کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑے۔

اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے ان میں نہ اتحاد و اتفاق ہے نہ رازداری کا مادہ ہے نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے نہ انجام سوچکر کام کرتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے اس لئے انکی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی اور دوسری قوموں نے انکے گھر سے چرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی وہ اس میں ظاہر ہو گیا مگر یہ چوری ناتمام چوری ہے جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں اسکے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں دبے ہوئے خزانے ہاتھ نہیں لگے اس لئے انکو بھی اس پارس کی پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھ کر چھور دیا کہ اسکی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقاد رسالت، نماز و روزہ وغیرہ ہیں افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لی ہیں تو اس یا اس کی پتھری کے ساتھ ملکر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپکے اسلاف کو حاصل تھی کہ ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔ افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے اس صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی۔ وعد اللّٰہ الذین امنو او عملوا الصٰلحت لیستخفنھم فی الارض ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا

یعبد و ننی و لا یشر کون بی شیاہ ۔(اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور ان کو ملک میں خلیفہ و بادشاہ بنائیں گے اور ان کو دین پر جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے قبضہ والا بنا دیں گے اور خوف کے بعد امن بدل دیں گے کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں)۔

کس قدر صاف طریقہ سے ان عملوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے، اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونیکا احتمال بھی نہیں کیا اس سے بڑھکر کوئی تدبیر ترقی کی ہوسکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونیکا وہم بھی نہ ہو اس میں سوفی صد کامیابی ہی کامیابی ہے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اسکے خلاف نہیں ہوگا اس لئے اس تدبیر میں کامیابی بالکل یقینی ہے (تسہیل)

افسوس جس خزانہ کو چور نے ناواقف ہوکر یا بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا آج اسکی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ و رکوع یا قومہ غائب یہ سب بے قدری اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے اسکے دنیا کے فائدے انکو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو اور ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں۔

اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھئے کہ مسلمان کس ذوق وشوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجالاتے، گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے۔ اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضامندی ہونا چاہیے یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں افسوس ہم مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ رکھا ہے پھر کیسے ترقی ہوسکتی ہے (العبر ۃ البقرۃ ۴۹ تا ۵۲)

(احقر تسہیل کنندہ عرض کرتا ہے کہ ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے، تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے صنعت وحرفت والیکی ترقی صنعت وحرفت کی ترقی سے ہوتی ہے غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ بھی ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا تو پھر کیا مسلمانوں کی ترقی اسی سے نہ ہوگی کہ اسکے اسلام میں ترقی

ہو اور اسلامیت میں اعتقادات، معاملات، اخلاق سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو، بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا: اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (تم ہی عالی اور ترقی والے ہوا گر پورے مسلمان بن جاؤ)

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ انکی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ وعزت، والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رکھیں گے اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی یہ ایک زریں اصول ہے چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اسی سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین اور اسلاف کو جسقدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کئے ہیں کیا ناجائز خرید وفروخت کی تھی کیا پردہ اٹھایا تھا، یا اور کوئی تدبیر جو آجکل کی غیر قوموں میں وراج پا رہی ہے ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی؟

ظاہر ہے ان میں سے کوئی نہ تھی وہاں فقط وہی ایک تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے یعنی کمال ایما، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعت غرا کی کامل فرمانبرداری ہر مسلامان کے لئے ہیچ اور ذلیل بن جانا جس میں ایثار اتفاق واتحاد، بردباری، انتظام استقلال سب کچھ آ گیا ہے بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ اور وہم وخیال سے زیادہ ترقیا کی ہیں یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے۔

افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑ کر در بدر بھیک مانگی جا رہی ہے اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جا رہا ہے۔

کاش قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اسکی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان، کامل کی طرف لایا جاوے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کا درس دیا جائے پھر ترقی مال وعزت کی بلکہ حکومت تک آگے رکھی ہوئی ہے فقط (واللہ اعلم بالصواب)

عرب جیسی قوم کی اصلاح چند دنوں میں

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرب کی اصلاح بڑے سے بڑا عاقل بھی سو ڈیڑھ سو برس سے کم مدت میں نہ کرسکتا ایسی جہالت تھی مگر حضور ﷺ نے چند روز میں کایا پلٹ کر دی واقعی خدا کی امداد خدا کا فضل تھا اور زیادہ جلد اثر ہونیکا ظاہری سبب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کسی فعل سے یہ

متو ہم نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ نے کوئی پالیسی کی ہو ورنہ دوسرا آدمی کتنا ہی صاف ہو لیکن کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی بات کو ضرور مخفی کرتا ہے مگر حضور ﷺ کی جو حالت تھی اور جو واقعات تھے حتی کہ جن کا تعلق ازواج مطہرات سے تھا وہ بھی کسی پر مخفی نہ تھے حضور نے کبھی اسکی پروانہیں کی آپکی جو حالت تھی بالکل کھلی ہوئی تھی کسی حالت سے کسی کو دھوکا نہیں ہوسکتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ جو بھی اس حالت کو دیکھ کر ایمان لائے وہ دل سے لائے اور نہایت مضبوط اور جان نثار ثابت ہوئے۔

دوسروں پر مواخذہ کیوقت حضرت پر غلبہ خوف

(ملفوظ ۲۰۲) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں جب کسی کی کوتاہی یا غلطی پر متنبہ کرتا ہوں خود مجھ پر اسوقت ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور جہاں کسی نے معذرت پیش کی میں فوراً نرم ہو جاتا ہوں اس لئے کہ مجھ کو بھی تو خوف ہے کہ اگر کہیں حق تعالیٰ مجھ سے اسی طرح، مواخذہ فرمائیں اور معذرت قبول نہ ہوتو کیا جواب دے سکتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے تو بندوں کی کیا حالت اور کیا ہستی۔

ابتدائے سلوک میں قلت کلام کی ہیئت:

(ملفوظ ۲۰۳) ایک صاحب کی غلطی پر ماخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی رحمت سے ہمت دی ہے کہ باوجود اتنی لمبی چوڑی اذیتوں کے پھر تحمل کی توفیق ہوتی ہے بدون توفیق کوئی کر نہیں سکتا اور زیادہ اذیت بے سمجھے بیعت پر اصرار کرنے سے ہوتی ہے سو اول تو خود بیعت ہی ضروری چیز نہیں خواہ مخواہ لوگ اس میں الجھتے ہیں اور نہ یہاں کے قیام میں مجھ کو مکاتبت مخاطبت کی فرصت ضرورت تو اسکی ہے کہ یہاں پر چندروز بیٹھ کر باتیں سنیں اور چلے جائیں چاہے اعتقاد لیکر جائیں اور چاہے بداعتقادی لیکر جو رائے قائم ہو اسپر عمل کریں تو لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں یہ بھی بد فہمی کی بات ہے نئے آدمی کو جسقدر نفع یہاں پر خاموش بیٹھنے میں ہوسکتا ہے مکاتبت مخاطبت سے وہ نفع قیامت تک بھی نہیں ہوسکتا اور اگر خاموش بیٹھنے سے نفع نہ ہوتو اسی سے قابلیت اسکی معلوم ہو جائیگی تو ایسے شخص سے تعلق رکھنا ہی بیکار اس لئے کہ جس میں اسقدر بے حسی ہو اسکو کیا نفع پہنچ سکتا ہے اسی لئے یہاں نئے آنے والے سے یہ شرط کرلی جاتی ہے کہ اگر مخاطبت مکاتبت نہ کرو اور خاموش مجلس میں بیٹھے رہو تو آنے کی اجازت ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو یہاں نہ آئے کہیں اور تعلق پیدا کرے اگر بولنا چاندی ہے تو سکوت سونا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارہ میں یہ ہے کہ شیخ کو زبان ہونا چاہیئے یعنی افادات کا ناطق ہو اور مرید کو کان ہونا چاہیئے

یعنی انصات واستماع (خاموش رہنے اور صرف سننے) پر عامل ہو شیخ کو یہ خطاب فرماتے ہیں۔

سنما ے رخ کہ خلقے والہ شوند و حیران　　بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید

اور مرید کو یہ خطاب فرمایا جاتا ہے۔

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش،　　یک دو روزے امتحان کن گنگ باش

پہلے زمانہ میں مجاہدے چار تھے قلت الکلام کم بولنا قلت المنام کم سونا قلت الطعام کم کھانا قلت الاختلاط مع الانام کم ملنا مگر اس وقت محققین نے دو کو حذف کر دیا ہے یعنی قلت الطعام اور قلت المنام اس لئے کہ قوی ضعیف ہیں ان دو مجاہدوں کے جو ثمرات ہیں یعنی انکسار قوت بہیمیہ وہ اس وقت تو بلا مجاہدہ ہی حاصل ہیں مگر دو کو باقی رکھا جائے یعنی قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام غرض قیل وقال سے سالک کو بڑا ہی ضرر ہوتا ہے خصوص مبتدی کو اگر قلت کلام کے ساتھ ایک تو گناہوں کو چھوڑ دے دوسرے تخلیہ اختیار کر لے انشاء اللہ تعالیٰ تصفیہ قلب میسر ہو جائے گا اور قساوت جاتی رہے گی اگر اس میں شبہ ہو اس طرح امتحان کر لے کہ ایک ہفتہ تنہائی میں بیٹھ کر دیکھے پھر لوگوں سے ملکر دیکھے معلوم ہو جائیگا کہ بولنا کوئی نافع چیز ہے یا سکوت غرض مبتدی کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ خاموش رہے۔

لوگوں کی شکایت اپنے دکھ کا اظہار

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اسکی شکایت کرتے ہیں کہ ہم گئے تھے ہماری طرف توجہ نہیں کی عجیب بات ہے میں جو اسوقت یعنی صبح کو بیٹھتا ہوں جو کہ خلوت کے کاموں کا وقت ہے مگر عام منظر پر بیٹھتا ہوں تو ان آنے والوں ہی کی وجہ سے کہ کسی کی ضرورت میں حرج نہ ہو اور ان ہی لوگوں کی وجہ سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں کرتا انکے آنے کے وقت اپنا کام چھوڑ دیتا ہوں بعض وقت کام کی وجہ سے بات کرنیکو جی نہیں چاہتا مگر کرتا ہوں سو اسقدر تو رعایت مگر اسپر بھی الزام دیا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے اور توجہ کس کو کہتے کیا گود میں لیکر بیٹھنے کو توجہ کہتے ہیں بات سننے کو توجہ نہیں کہتے۔

اپنے مصلح سے متعلق شبہ کے حل میں احتیاط

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس سے اصلاحی تعلق ہو اگر اس پر کوئی شبہ ہو تو اس کے متعلق خود اس سے تسلی کرنا نہ چاہئے نہ اسکے متعلقین سے اس سے اسکو طبعاً انقباض ہوگا اور انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہوگا نیز جواب میں اس لئے پس و پیش کریگا کہ اس میں ایک گونہ خود

غرضی کا شائبہ ہے اور اسکے متعلقین سے اس لئے کہ ان کو اس سے رنج ہو جائیگا یہ طریق بہت ہی نازک ہے اسکے ہر قدم پر سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ادب میں اعتدال:

(ملفوظ ۲۰۶) ایک شخص نے آکر مصافحہ کیا اور کچھ ایسے عنوان کے ساتھ کہ جس میں ادب کا لحاظ نہ تھا اسپر فرمایا کہ اعتدال بالکل گم ہو گیا اگر ادب کریں گے تو حد عبادت تک پہنچ جائیں گے اور بے تکلفی اختیار کرینگے تو بیہودگی اور بدتمیزی کے درجہ تک پہنچ جائیں گے آدمیت اور سلیقہ کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

حکم شرعی کے اسرار اور حکمتیں معلوم کرنیکا مرض

(ملفوظ ۲۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ہر حکم کی حکمتیں اور اسرار معلوم کرنے کا مرض عام ہو گیا ہے اور یہ سبق زیادہ تر نیچریوں سے لوگوں نے حاصل کیا ہے اس سے بچنا چاہیئے حضرت مجدد صاحب کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں کا اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی کا اتباع نہیں بلکہ حکمت کا اتباع ہے جب نبی کو نبی مان لیا پھر لم کیف کیسا سچ تو یہ ہے کہ پورے حقوق جبھی ادا ہوتے ہیں جب عشقی تعلق ہو۔ بدون اسکے خطرہ ہی رہتا ہے گو خطرہ کا مقابلہ اختیاری ہے۔

کسی کی اصلاح عین خوش اخلاقی ہے

(ملفوظ ۲۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں اور کھود کرید کرتا ہوں اس کو لوگ بداخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ میری اس بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں اسکے لئے انتظام کرتا ہوں اس کو بداخلاقی سمجھا جاتا ہے حالانکہ کسی کی درستی کرنا عین شفقت وخوش اخلاقی ہے۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ عوام کو دیکھئے خواص کو دیکھئے انگریزی دانوں کو دیکھئے عربی نوجوانوں کو دیکھئے سب کی ایک حالت ہے الا ماشاءاللہ ان سب کی موذی حرکات کا منشاء بے فکری ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف یا اذیت نہ پہنچے دوسروں کو وہی اذیت سے بچا سکتا ہے اور وہی دوسروں کو ہلکا رکھ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اٹھائے اور خود تکلیف برداشت کرے میں الحمدللہ خود بوجھ اٹھاتا ہوں اور دوسروں کو ہلکا رکھتا ہوں۔

اخبارات کی مزمت

(ملفوظ ۲۰۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اکثر اخباروں کونہایت ذلیل صحیفے سمجھتا ہوں انکی بدولت لوگوں کے دین کو بڑا نقصان پہنچا آجکل لوگ اخبار میں اپنا نام آجانے کو باعث فخر خیال کرتے ہیں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

معذرت کر لینے پر دل صاف ہو جانا

(ملفوظ ۲۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کے میرے دل میں کوئی کدورت نہیں رہتی جہاں کسی نے معذرت کی میں بالکل پگھل جاتا ہوں اور جو شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے پھر میں اس سے زیادہ کنج وکاؤ نہیں کرتا اس سلسلہ کو بہت جلد ختم کر دیتا ہوں اور جو کچھ پوچھ پاچھ کرتا بھی ہوں وہ محض اسکے دیکھنے کو کہ یہ سمجھ بھی گیا اپنی غلطی کو یا نہیں سو اس میں بھی مخاطب ہی کی مصلحت ہوتی ہے میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔

جاہ کے اثر سے کام نہ لینا

(ملفوظ ۲۱۱) فرمایا کہ جاہ کے اثر سے کسی سے کام نہیں لیتا خواہ اس کی ساتھ کتنی ہی خصوصیت ہو یوں اپنی محبت سے کوئی کام کر دے یہ دوسری بات ہے۔

ایک صاحب کا دس سال بعد اپنی کوتاہی سے رجوع

(ملفوظ ۲۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کسی کوتاہی کی معذرت کو آئے تھے ان سے جو دس برس پہلے بات کہی گئی تھی اب اسکو کرنے پر آمادہ ہوئے میں نے وہی شرط اب بھی لگائی کہ معافی کا اعلان کر دبذریعہ اشتہار اب آمادہ ہوئے ہیں لفظ آمادہ پر مزاحاً فرمایا کہ پہلے نر بنے ہوئے تھے اب مادہ ہوئے ہیں اسی رعونت کو توڑنا چاہتا تھا۔

فاسق فاجر کے دل میں بھی خدا کی محبت ہونا

(ملفوظ ۲۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سخاوت اور رحم کی صفت بہت زیادہ ہے نیز ان کے دلوں میں خدا کی محبت بھی سب محبتوں پر غالب ہے کتنا ہی فاسق فاجر مسلمان ہو مگر جب موقع آتا ہے اس محبت ہی کی وجہ سے خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔

ہندوؤں کا اذان سے بد کنا

(ملفوظ ۲۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام اور احکام اسلام دونوں چیز فطری ہیں البتہ نطرت

سلیم ہونا چاہیئے ایک ریاست میں ایک ہندو راجہ نے اذان کہنے پر فیصلہ کیا تھا ہندو اذان دینے سے مسلمانوں کو روکتے تھے راجہ نے ہندوؤں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی اذان دینے سے تمہارا کیا حرج ہے عرض کیا کہ اذان سے ہمارے دیوتا بھاگتے ہیں راجہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ ایک گھوڑا تھا تمہارے یہاں وہ توپ کی آواز سے چونکتا تھا ہم نے اسکو میدان میں بندھوا کر اور اسکے پاس توپ لگا کر گولے چلوائے تو اس کی بدک نکل گئی تھی اسی طرح اگر دیوتا اذان سے بھاگتے ہیں تو اسکی بھی یہی ایک صورت ہے اذان کہلوائی جائے تا کہ انکی بدک نکلے اس لئے کہ کسی موقع پر اگر دیوتا اور ان کی امداد کی ضرورت ہوئی اور مسلمانوں نے پڑھ دی اذان تو وہ سب بھاگ جائیں گے اس وقت ہم کو شکست ہوگی یہ فیصلہ دیا راجہ نے واقع میں اسلام کی طرف فطری کشش ہے اگر کوئی منع نہ ہو تو کافر بھی اسکو ہی قبول کرے پہلے ہندو اسقدر متشدد نہ تھے یہ ان آریوں نے عداوت کا بیج بویا ہے یہ آریہ جماعت مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ سیاسی جماعت ہے یہ ہندوں کے نیچری ہیں۔

''نہ ستانے والوں کا خادم ہوں''

(ملفوظ ۲۱۵) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خادم ہوں اگر کوئی ڈھنگ سے خدمت لینا چاہئے مجھے خدمت سے عذر نہیں لائق مخدوم کا خادم بن سکتا ہوں نالائق مخدوم کا خادم نہیں بن سکتا مخدوم کا خادم ہوں مجذوم کا خادم نہیں اگر کوئی مجھ سے سلیقہ سے خدمت لے انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو وفادار کارگذار خادم پائیگا اور اگر کوئی بے طریقہ بدسلیقہ بے اصول ہو تو اسکی ایسی تیسی کہ وہ خدمت لے سکے یہ میرے کہنے کی تو بات نہیں مگر دیکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ کیا کسی وقت مجھ کو فرصت ہوتی ہے ہر وقت کام میں لگا رہتا ہوں تو جو شخص اسقدر خدمت میں مشغول ہو گیا وہ خدمت سے گھبرائے گا پھر اس خدمت کا نفع عاجل تو دوسرے ہی کو پہنچتا ہے باقی مجھ کو اگر کچھ اجر ملتا ہے تو وہ نفع آجل ہے مگر محتمل ہے نہ معلوم مقبول بھی ہے یا نہیں بہر حال اسکا نفع یقینی اور میرا محتمل غرض میرا خادم ہونا ظاہر ہے مگر جب کوئی ستائے میں اسکا خادم نہیں بن سکتا اصول صحیحہ کا تابع ہو کر تو خدمت آسان بے اصول خدمت مشکل ہے کس کس کی ایسی خدمت کرے اور کس کس کو خوش رکھے یہ ہیں وہ باتیں جنکی بناء پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

اسراف اور بخل کا علاج

(ملفوظ ۲۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اسکی شکایت عام ہے کہ مسلمانوں میں فضول

خرچی کا مادہ بہت زیادہ ہے اسکا اصلی سبب بدانتظامی ہے انتظام ضروری چیز ہے اور تجربہ ہے کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے اور فضول خرچی بند نہیں ہوسکتی اس لئے کسی قدر بخل کی بھی ضرورت ہے اور یہ درجہ بخل کا چونکہ ضرورت کا ہے اس لئے مذموم نہیں غرض وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں اور انتظام کا ایک گڑ ہے اسکو اپنے اصول میں داخل کرے تو بہت نافع ہے وہ گر یہ ہے کہ سوچ کر خرچ کرے اور سوچنے کا بھی طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سوچے اور درمیان میں آدھ آدھ گھنٹہ کا فصل ہو چند روز تک تو گرانی ہوگی مگر پھر عادت ہوجائے گی مگر غلو اس میں بھی ممنوع ہے اگر ہر شے اپنے درجہ پر رہے تب ممنوع نہیں اور اس بخل کے مشورہ کی ایک مثال ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے کہ اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ کو موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں اس میں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو اسکا عکس کرتے ہیں یعنی اس کو الٹا موڑتے ہیں تاکہ اس کا بل اور خم نکل کر سیدھا ہوجائے اگر بدون دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں سیدھا نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہیئے اور بخل کا مرض ہو تو صورت اسراف کا مگر یہ تجویز تجربہ کار ہی کرسکتا ہے وہی مرض کو سمجھتا ہے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا آپ نے دریافت فرمایا کہ کچھ مال بھی تیرے پاس ہے عرض کیا ہے دریافت فرمایا کہ کسقدر عرض کیا کہ سو درہم فرمایا کہ انکو خرچ کرکے آؤ جب مرید کریں گے۔ عرض کیا بہت اچھا پھر دریافت فرمایا کہ کسطرح خرچ کرو گے عرض کیا کہ اللہ کے واسطے کسی کو دے دونگا فرمایا نہیں دریا میں پھینک کر آؤ عرض کیا بہت اچھا دریافت فرمایا کسطرح پھینکو گے عرض کیا کہ دریا پر لیجا کر ایکدم دریا کے اندر پھینک دونگا فرمایا اسطرح نہیں بلکہ ایک درہم ہر روز جا کر پھینکو مطلب یہ تھا کہ نفس پر روزانہ آرہ چلے وہ بزرگ شیخ تھے کہتے تھے کہ اس میں حب مال کا مرض ہے اور محبت ایک ہی چیز کی قلب میں رہ سکتی ہے اس لئے شیخ قلب کے خالی کرنے کی فکر کرتا ہے اور اسکے موقع محل کو وہی سمجھتا ہے اس لئے اسکی تجویز میں چون و چرا جائز نہیں کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ وہی کہتا ہے جو اسکے دل میں ڈالا جاتا ہے بعضے طالب علم دریا میں پھینکنے پر شبہ کرتے ہیں کہ یہ تو اضاعت ہوئی مال کی جواب یہ ہے کہ اضاعت وہ ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو یہاں نفس کے ایک خاص درجہ کے علاج کے مصلحت تھی جو شیخ کے اجتہاد میں دوسری صورت سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی اور معالجہ کا زیادہ مدار اجتہاد پر ہے لہذا شبہ کی کوئی وجہ نہیں۔

۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

اپنی بیماری کی اخباری اطلاع سے انقباض:

(ملفوظ ۲۱۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طبیعت کا ناساز ہونا ایک اخبار نے چھاپا ہے فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے خواہ مخواہ اہل تعلق کو پریشانی میں ڈالنا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا میں تو اخباروں میں کسی کے متعلق مضمون کا چھپنا اسکی نہایت ذلت سمجھتا ہوں اخبار نہایت نفرت کی چیز ہے اکثر اس میں صدق خالص کا احتمال بھی نہیں اور اخبار تو اخبار ایسے تذکرہ کو تو میں خطوط میں بھی پسند نہیں کرتا اگر خود کوئی خیریت دریافت کرے تو خیر علالت کی خبر کا بھی مضائقہ نہیں مگر از خود دوسروں کو اطلاع دینا نہایت نامناسب بات ہے لوگوں کو نہ معلوم ایسی باتوں میں کیا مزہ آتا ہے یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے دوسرے حالت میں طبعی طور پر تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے پس اگر ایک حالت کی مثلاً ناسازی کی تو عام خبر ہوگئی اور دوسری حالت یعنی صحت کی خبر نہ ہوئی تو اس سے محبت رکھنے والوں کو ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی اس میں ایک بات خلاف مذاق یہ ہے کہ کسی کی حیات کا یا کسی کے مرض کا یا کسی کی موت کا ایک ہنگامہ بنانا نہایت لغو حرکت ہے اہل ذوق تو خود گھر والوں کے لئے ایسے مشغلہ کو پسند نہیں کرتے میرے نانا صاحب صاحب حال تھے جب بیمار ہوئے اور حالت زیادہ نازک ہوئی تو بیوی بچوں کو الگ الگ بلا کر سب کو رخصت کیا پھر چادر سے منہ ڈھانک کر لیٹ گئے گھر والے رونے لگے چادر کھول کر فرمایا! ارے ظالمو مرنے بھی نہیں دیتے۔

غلبہ کیفیات اور موت کے وقت دنیا سے بے التفاتی

(ملفوظ ۲۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیفیت کے غلبہ کے وقت بیوی بچوں سے بھی قدرے بے التفاتی ہو جاتی ہے اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حافظ غلام مرتضی صاحب مجذوب پانی پتی جنہوں نے بطور پیشین گوئی میرا نام رکھا تھا نانا صاحب سے انکی خاص بے تکلفی تھی نانا صاحب پر اسوقت غلبہ تھا ابتداء میں اکثر ایسا غلبہ ہوتا ہے تعلقات سے وحشت ہوتی ہے بیوی بچوں سے بھی قدرے بے التفاتی تھی حافظ صاحب تھانہ بھون تشریف لائے تو نانا صاحب کے گھر والوں نے نانا صاحب کی شکایت بے التفاتی کی حافظ صاحب نے اس غلبہ کیفیت کو اپنے تصرف سے سلب کر لیا نانا صاحب پر اس قدر قلق طاری ہوا حافظ کے پیچھے اینٹ لے کر دوڑے بھاگے ارے ڈاکو یہ کیا کر چلا مگر حافظ صاحب نے پیچھا پھیر کر بھی نہ دیکھا چل ہی دیئے پھر جب

ناناصاحب کی وفات کا وقت آیا ہے تو حافظ صاحب اس روز پھر تشریف لے آئے اور اسوقت اس کیفیت کو واپس کر دیا یہ تصرف تھا حافظ صاحب کا اس وقت ناناصاحب پر بیحد مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑے جوش کی باتیں کرتے تھے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ موت کے وقت مناسب ہے کہ ایک دو عاقل میت کے پاس ہوں زیادہ بھیڑ کی ضرورت نہیں وہ ذکر اللہ میں مشغول ہونے کا وقت ہے نہ کہ دنیوی خرافات کا اب تو یہ حالت ہے کہ بچوں کو لا کر کھڑا کیا جاتا ہے انکے واسطے کیا کر چلا بیوی آ کر کہتی ہے مجھ کو کس پر چھوڑ چلا یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں نہ معلوم اس پر کیا گزر رہی ہے تم کو اپنی پڑی ہے ایسے موقع پر ایک دو عاقل کے پاس ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ اسکو ذکر اللہ میں مشغول رکھیں بس۔

حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یاد مقصود بالذات ہیں

(ملفوظ ۲۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا میں جو کچھ تنبیہ کرتا ہوں یا کھود کرید کرتا ہوں صرف اس واسطے کہ مخاطب کو جہل سے نجات ہو اور مقصود سے قرب ہو لوگ اکثر بیعت کو یا متعارف ذکر و شغل کو یا جوش خروش کو مقصود سمجھتے ہیں جو سخت دھوکہ ہے حقیقت پر پردہ پڑا ہوا ہے حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یہ دو چیزیں ظاہر میں پھیکی پھیکی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی مقصود بالذات ہیں گو ان کے ساتھ شورش نہ ہو جوش خروش نہ ہو۔

صرف تصانیف اور وعظ سے معتقد نہ ہونا چاہیئے

(ملفوظ ۲۲۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا لکھا ہے کہ فلاں شخص سے آپکی باتیں سنکر دل کو بیحد اطمینان ہوتا ہے جواب یہ دیا گیا سنی سنائی روایت کا کوئی اعتبار نہیں اسپر یہ بھی فرمایا کہ تصانیف دیکھ کر یا وعظ سنکر یا زبانی تعریف سن کر اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے اس سے ایک خاص نقشہ ذہن میں ایسا جما لیتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ رافضیوں کے ذہن میں ہے لیکن اگر لوگ انکی اصلی حقیقت کو دیکھ لیں تو سب سے پہلے حضرت علیؓ کے یہ شیعی ہی دشمن ہوں یہ دیکھ کر یوں کہیں کہ یہ کیسے حضرت علیؓ ہیں یہ تو حضرت ابوبکرؓ ہیں یہ عثمانؓ ہیں ایسے کسی جاہل نے ایک مسجد کی محراب میں لکھا دیکھا تھا۔

چراغ و مسجد و محراب منبر ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

وہ جاہل چھری لیکر حضرت علیؓ کے نام پر چڑھ گیا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے مرتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے پاس بیٹھا دیکھتے ہیں ان سے جدا ہی نہیں ہوتے یہ کہہ کر حضرت علیؓ

کا نام چھری سے چھیل ڈالا۔ جہل ایسی چیز ہے غرض خیالات کا کیا اعتبار حقائق کو دیکھنا چاہیئے۔

گفتگو کا ہر جز واضح کر کے آگے چلنا چاہیئے:

(ملفوظ ۲۲۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ پر گفتگو ہو اور اسکے چند اجزا جدا جدا ہوں تو خلط نہ کرنا چاہیئے اول ایک بات ہو وہ صاف ہو جائے تب دوسری بات ہو یہ ہے ادب گفتگو کا پہلی بات نفیاً یا اثباتاً عدماً یا وجوداً جسطرح بھی طے ہو جائے پھر دوسری بات شروع کرنا چاہیئے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی تو ہر بات صاف اور بے غبار ہوتی ہے ذرا الجھن نہیں ہوتی فرمایا کہ تفصیلی تعلیم جس کی آپ قدر کرتے ہیں میری بدنامی کا سبب ہے میں طالبین کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ انکو اپنا مقصود معلوم ہو جہل سے نجات ہو۔ حقائق منکشف ہوں مگر یہ معاملہ بھی ہر شخص کے ساتھ نہیں صرف اسی کے ساتھ ہے جو اپنے کو میرے سپرد کرتا ہے اور تعلیم چاہتا ہے اور محبت کا دعویٰ کرتا ہے میں اسکو چھوٹی سے چھوٹی بات پر تنبیہ کرتا ہوں اس لئے کہ یہ اپنے مقصود کو سمجھ لے۔

کامل، عوام کا مشابہ ہونا:

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کامل کی حالت مشابہ عوام کے ہوتی ہے وہ سب میں ملا جلا رہتا ہے اسکی کوئی خاص امتیازی شان نہیں ہوتی اور یہی حالت حضرات انبیاء علیہم السلام کی تھی اور اس ہی حالت کو دیکھ کر لوگوں نے کہا ان انتم الا بشر مثلنا انبیا علیہم السلام نے اسکی نفی نہیں کی بلکہ اثبات میں جواب فرمایا: ان نحن الابشر مثلکم (تم تو ہمارے ہی جیسے ہو)
بیشک ہم بشر ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ
ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے (چنانچہ ہم پر احسان فرمایا کہ ہم کو نبوت عطا فرمائی)
البتہ اولیاء متوسطین میں امتیازی شان ہوتی ہے جن کو عوام بھی امتیازی شان سمجھتے ہیں مگر انبیاء اور اولیاء کاملین بالکل مشابہ عوام کے اپنی حالت رکھتے ہیں انکی تو بس یہ شان ہوتی ہے۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

مجازی سب زیور کے محتاج ہیں اور ہمارے محبوب کو حسن خداداد حاصل ہے۔
غرض شیخ کامل اپنی شان میں مشابہ ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے جہاں اور کمالات اسپر مشکوۃ (شمع) نبوت سے فائض ہوتے ہیں اسپر یہ بھی انبیاء کا ہی فیض ہوتا ہے کہ اسکا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا

کھانا پینا نشست برخاست رفتار گفتار سب سنت ہی کے تابع ہوتا ہے۔

شیخ تو وہ ہے جس کا فیض سارے عالم پر محیط ہو

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ تو وہ ہے جس کا فیض سارے عالم میں محیط ہو جب تک جسم میں قوت ہو جسم سے بھی ورنہ پھر قلب سے اور توجہ سے ایک شخص مجھ سے کہتے تھے کہ فلاں شیخ چالیس برس تک خانقاہ سے نہیں نکلے میں نے کہا واقعی عفیف عورت ہیں کسی نامحرم کے سامنے نہیں آئے۔ یہ شیخ ہیں شیخ تو وہ ہے کہ اپنے فیض سے تمام عالم کو محیط ہو نہ کہ کسی کوٹھری کا مقید ہو جاوے۔

اعمال مقصود کی کیفیات بہت پختہ ہوتی ہیں:

(ملفوظ ۲۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اعمال مقصودہ کی اتباع پر جو روحانی کیفیات ہوتی ہیں۔ وہ اس قدر لطیف ہوتی ہیں کہ ان کا ادراک ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے اکثر کیفیات نفسانیہ کے طالب رہتے ہیں۔ کیفیات روحانیہ کی قدر نہیں کرتے ایسے شخص کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے دیوبند میں ایک رئیس کے یہاں شادی تھی۔ اس میں کچھ بیگاری چمار بھی بلائے گئے تھے اور ان کو علاوہ اور کھانوں کے فیرینی کی رکابیاں بھی دیدی گئیں تھیں تو ان کو چکھ کر ایک چمار کیا کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ تھوک سا کے ہے (کیا ہے) یہ قدر کی فیرینی کی ایسے ہی ان کیفیات کی قدر جو کہ اعمال مقصودہ سے ہوتی ہیں۔ ان ناواقفوں کے نزدیک ایسی ہی جیسے چمار نے فیرینی کی قدر کی تھی البتہ اگر ایک سیر بھر گڑ کا ڈلا اس کو دیدیا جاتا تو خوش ہو جاتا اسی طرح کیفیات روحانیہ کو ناواقف لوگ کیفیات ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اصلی کیفیات یہی ہیں۔ دیکھئے اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص اس سے یہ کہے کہ مثلاً عصر کی نماز چھوڑ دے اور ایک لاکھ روپیہ لے لے مگر وہ نماز نہیں چھوڑیگا اور ایک لاکھ روپیہ نہ لے گا بلکہ یہ کہے گا کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دو تب بھی نماز نہ چھوڑوں گا ایک شخص ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ میں جان دینی پڑ جائے وہ اس سے دریغ نہیں کرتا اگر یہ کیفیات نہیں تو اور کیا ہیں کہ جس کے سامنے جان و مال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا یہ تقاضا یہ پختگی یہ عزم کس چیز کا اثر ہے حتی کہ ساری دنیا بھی اگر اس کے خلاف پر مجبور کرے وہ مجبور نہیں ہوتا۔ اس حالت میں اس کو ایک حظ ہوتا ہے لذت ہوتی ہے ہفت اقلیم کی سلطنت اس کے سامنے گرد ہوتی ہے۔ یہ سب کیفیت ہی کے تو کرشمے ہیں اور یہ نعمت بعض احکام کے اعتبار سے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان میں موجود ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے۔ یہ ہی حالت ہر حکم میں ہو جاوے یہی کمال مقصود ہے جو کاملین کو عطا ہوتی ہے۔

کیفیت نفسانی وروحانی میں فرق

(ملفوظ ۲۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ کیفیت نفسانی ہے اور یہ روحانی فرمایا جس کیفیت میں مادہ شرط ہو وہ نفسانی ہے اور جس میں مادہ شرط نہ ہو وہ روحانی ہے اور اسکا پورا پتہ تو مرنے ہی کے بعد چلے گا جب مادہ سے تجرد ہو جائیگا باقی یہاں پتہ چلنا تو یہ محض تبرع ہے کہ یہاں بھی کسی پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ لیکن ظہور کا منتظر نہ رہے اصل چیز تو اعمال ہیں انکے اہتمام میں مشغول رہنا چاہیئے کیفیات کے پیچھے ہی نہ پڑنا چاہیئے لوگ آجکل اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ اعمال کی روح کیفیات کو سمجھتے ہیں حالانکہ روح اعمال کی کیفیات نہیں بلکہ روح اعمال کی اخلاص ہے خصوص کیفیات نفسانیہ تو کسی درجہ میں مقصود ہی نہیں بلکہ بعض حالتوں میں مضر ہو جاتی ہیں اور کیفیات روحانیہ گو محل التفات تو نہ ہونا چاہیئے مگر وہ مضر کسی حال میں نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ایک پارسل آیا اسکو کھولا گیا تو اس میں سے ایک بم کا گولا نکلا اور ایک دم پھٹ گیا تمام جسم کو زخمی کر دیا ہاتھ جل گیا منہ جھلس گیا اور ایک پارسل آیا جس میں سے سیب انگور انار امرود نکلے تو پہلی صورت تو کیفیات نفسانیہ کی حالت ہے اور دوسری صورت روحانی کیفیت ہے اور یہ جتنے دعوٰی حدود کے باہر ہوئے ہیں انا الحق وغیرہ یہ سب کیفیات نفسانی ہی سے تو ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ کاملین کو ایسی حالت پیش نہیں آتی حضرت شیخ عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں تیس چالیس برس تک نماز پڑھی اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ اتنے زمانہ تک راستہ جامع مسجد کا نہ معلوم ہوا بختیار خادم کی حق حق کی آواز پر تشریف لیجاتے تھے مگر نماز کسی وقت کی قضاء نہیں ہوئی ان ہی بزرگ کا مقولہ ہے منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جامرد انند کہ دریا ہا فرد برند و آروغ نہ زنند پس انا الحق نتیجہ تھا کیفیات نفسانیہ کے غلبہ کا اور یہ مقولہ نتیجہ تھا کیفیات روحانیہ کے غلبہ کا اور اس جوش خروش سے رونق تو ہو جاتی ہے خانقاہ کی کوئی ہو حق کر رہا ہے اور کوئی رو رہا ہے اور کوئی چلا رہا ہے کوئی کود رہا ہے کوئی پھاند رہا ہے کوئی امنڈ رہا ہے کوئی ابل رہا ہے مگر ایسی خانقاہ مجانین کی ہوگی عقلا کی نہیں ہوگی حضرات صحابہ کی طرح رہنا چاہیئے یہ ہی شان محبوبیت کی ہے مگر آجکل ہو حق کا کرنا ہی بڑا بھاری کمال سمجھا جاتا ہے۔

درویشی اور مولویت میں ایک فرق

(ملفوظ ۲۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درویشی کا رنگ ڈھیلا ہے (بیائی معروف) اور مولویت کا رنگ ڈھیلا ہے (بیائے مجھول اس لئے لوگ مولویوں سے گھبراتے ہیں اور درویشوں کو چمٹتے ہیں۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

بدفہمی کے متعدد دلچسپ واقعات:

(ملفوظ ۲۲۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا ایک وعظ ہے تقویم الزیغ اس کو جو تسہیل المواعظ کے سلسلہ میں سہل کیا گیا ہے تو اس میں تقویم الزیغ کا ترجمہ مترجم نے کیا ہے کجی کی درستی ایک شخص نے وعظ منگایا اس پر بہت برا بھلا لکھا کہ تم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو وعظ اور لکھا ہے کجی کی درستی اس میں کجی کے نسخے کہاں ہیں خدا کے بندہ نے بجائے قلب کی کجی کے عضو کی کجی کو سمجھ لیا یہ سنکر حضرت والا نے تبسم فرماتے ہوئے کئی واقعے کم فہموں کے بیان فرمائے کہ حق السماع میری ایک کتاب ہے ایک پیرزادے بیان کرتے تھے کہ گنگوہ میں عرس کے موقع پر وہی پیرزادے مختلف کتابیں فروخت کر رہے تھے اس میں سے یہ رسالہ بھی تھا ایک شخص نے رسالہ کی لوح دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کی تصنیف ہے اس نے میرا نام لیا تو وہ شخص بہت خوش ہوا کہ سماع کو اس نے بھی حق کہا ہے اور اسکی قیمت دریافت کی اور اس نے قیمت بتلادی شائد ایک ہی دو جلد باقی تھی فوراً خرید لی اس خیال سے کہ کوئی اور نہ خرید لے اور پھر نہ ملے خرید کر جو دیکھا تو اس میں سماع کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے بہت خفا ہوا کہ لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے ایسا نام رکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کو حق کہا ہے اور لکھا ہے اسکے خلاف اس بھلے مانس سے کوئی پوچھتا کہ حق السماع کے نام سے سماع کا حق ہونا کیسے لازم آیا ایک اور شخص نے لکھا تھا کہ تم نام رکھنے میں بہت دھوکا دیتے ہو تم نے نام تو رکھا ہے اصلاح الرسوم اور اس میں ہے رسوم کا ابطال میں نے کہا کہ مرض کا اصلاح تو اسکے ازالہ ہی سے ہو سکتی ہے اسی طرح بہشتی زیور میں ایک نسخہ ہے نمک سلیمانی کا اس میں مزید آسانی اور سہولت کے لئے نمک کا وزن عبارت میں لکھ دیا گیا ہے کہ نمک سرسٹھ تولہ تو میرے پاس چند خطوط اس مضمون کے آئے کہ ایک تو تم نے نمک کا وزن نہیں لکھا اور دوسرے سرسٹھ کیا دوا ہے بہت تلاش کی کہیں نہیں ملتی ایک مضمون میں لفظ حضرت سلمہ لکھا تھا تو ایک لکھے پڑھے صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت سلمہ کون ہیں جن سے یہ روایت ہے یہ آفت ہے اس بدفہمی کا کیا علاج اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ کے وعظوں میں بعض مضامین سخت بہت ہیں اگر انکو سہل کر دیا جائے تو مناسب ہے میں نے کہا کہ کیا ان میں ایسے مضامین بھی ہیں جو آپکے نزدیک سہل ہیں اور گاؤں والوں کے نزدیک سخت ہیں کہنے لگے ہاں میں نے کہا تو انکو آپ اول سہل کر دیجئے کیونکہ انکو تو آپ سمجھ چکے ہیں سہل کرنا آسان ہوگا مگر اس

تسہیل کا امتحان کرا دیجئے وہ امتحان یہ ہے کہ گاؤں والے سنکر یہ کہدیں کہ ہم سمجھ گئے تو اس سے تسہیل کا طریقہ مجھ کو معلوم ہو جاویگا پھر جو مضامین آپکے نزدیک سخت ہیں اسی طریقہ سے میں انکو سہل کر دونگا پس کھوئے گے مشورہ دے دینا کون مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے مگر جب کرنیکا نام آتا ہے تو پھر سب ترکی تمام ہو جاتی ہے یہ بھی آجکل لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے اور یہ سبق بھی لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے سمجھتے سمجھاتے خاک نہیں مگر ہر معاملہ میں رائے دینے کو تیار ان لوگوں کی سمجھ کی وہ حالت ہے جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے ایک شعر کو سمجھا تھا قصہ یہ ہوا کہ کسی کے ایک دوست کی کسی شخص سے لڑائی ہو رہی تھی وہ دوست بھی ہاتھ پاؤ چلا رہے تھے مگر ان بزرگ نے جا کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے دوست بیچارے کی خوب مرمت ہوئی یعنی خوب پٹائی ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے فرمان پر عمل کیا ہے فرماتے ہیں۔

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست　　در پریشاں حالی و در ماندگی

(دوست وہ ہے جو پریشانی اور عاجزی کی حالت میں دوست کی دستگیری اور امداد کرے۔۱۲۔)

ایک عالم غیر مقلد کی حکایت بیان کرتے تھے کہ کسی کتاب میں ایک حدیث کا اردو ترجمہ دیکھا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھے تو آپ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے ایک شخص نے بعد نماز کے دریافت کیا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہلکے نماز پڑھو انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو ایسی حدیث نہ سنی نہ پڑھی لاؤ ہمکو بھی دکھلاؤ وہ کونسی حدیث ہے اور کونسی کتاب میں ہے آجکل بڑی بڑی کتابوں کے ترجمہ اردو میں ہو ہی گئے ہیں ایک کتاب اٹھا کر لایا اور لا کر سامنے رکھدی اس شخص نے کتاب دیکھ کر کہا کہ میاں اس میں تو یہ حدیث کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہیئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تا کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو آپ نے ہلکی بیائے معروف کو ہلکے بیائے مجہول معنی حرکت سمجھا تب میاں کو اپنی غلطی کا علم ہوا یہ حالت ہے آجکل کے چودہویں صدی کے مجتہدوں کی اسپر دعویٰ ہے حدیث دانی کا حق تعالیٰ فقہا کو جزاء خیر عطا فرمائیں وہ ہم کو گمراہی سے بچا کر راہ پر لگا گئے جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

تقلید کی تعریف اور اس کی فطری ضرورت

(ملفوظ ۲۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ خود بینی اور خود رائی بڑی ہی مذموم چیز ہے حق تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم

صاحب کی تقریر سن کر کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے اور میں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوتی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں حضرت جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اس لئے کہ اس کے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی امام محمد امام ابو یوسف مجتہد مطلق ہیں مگر اصول میں وہ امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں فروع میں تقلید نہیں کرتے وہ بھی ضرورت سمجھتے ہیں تقلید کی تقلید سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں فرمایا تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل عرض کیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائیگا فرمایا کہ اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائیگا وہ اتباع کہلاتا ہے۔

ایک عیسائی سے مناظرہ:

(ملفوظ ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم مناظر بھی ہیں وہ میری نسبت کہتے تھے کہ تجھ سے بڑا مناظر میں نہیں دیکھا اور یہ بھی کہتے تھے۔ کہ چاہے خصم عناد کی وجہ سے ساکت نہ ہو مگر تقریر ایسی ہوتی ہے کہ اس سے ٹھکانے کی بات نکل آتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے میں نے جواب میں کہا کہ تم نے یہ بات سمجھی ہو گی مجھے تو واقعی یہ بھی معلوم نہیں کہ مجھ مناظرہ سے کچھ مناسبت بھی ہے البتہ شروع طالب علمی کے زمانے میں تو مجھ کو اس سے بہت زیادہ دلچسپی تھی مگر اب تو نفرت ہے ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک عیسائی مناظر انگریز دیوبند آیا دیوبند کے اسٹیشن کے قریب ایک باغ ہے وہاں اسکا قیام ہوا میں خبر پا کر مناظرہ کے لئے وہاں پہنچا اور مناظرہ شروع ہوا اسی اثنا میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا خیال ہوا کہ یہ ناتجربہ کار ہے اور عیسائی کہنہ مشق اس لئے مناظرہ کے دوران میں تشریف لے آئے اسوقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا۔ میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میں گفتگو کرونگا میں الگ ہو گیا اور عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور اسکی کتنی قسمیں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے بس اسکے ہوش و حواس گم ہو گئے بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ تھے مولانا فرماتے کونسا کلمہ کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے تو کلمہ کی تعریف اقسام بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کس قسم کے کلمہ ہیں جب نہیں بتلا سکا تو اسکی میم نے خیمہ میں دیکھا کہ یہ جواب نہیں دے سکتا تو ایک پرچہ لکھ کر

مناظرہ بند کر دیا یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ مناظرہ چھوڑ کر چلدیا مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ مادیات میں ہی چلتے ہیں نزیات میں خاک بھی نہیں چلتے دوسرے واقعہ دیوبند ہی میں مدرسہ کے قریب ایک عیسائی آ کر بیان کرنے لگا میں خبر سن کر مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا اس نے انجیل ہاتھ میں لیکر مجھ سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کہے گا کہ انجیل ہے پھر وہ کہتا کہ قرآن مجید بھی انجیل کو آسمانی کتاب کہتا ہے پھر میں اسکا محرف ہونا ثابت کرتا ایک بکھیڑا تھا ایک صاحب آ گئے حکیم مشتاق احمد وہ کہنے لگے کہ ایسے جاہلوں سے تم کیوں مناظرہ کرتے ہو ان سے جاہل ہی نبٹتے ہیں اور صاحب خود مناظرہ کو تیار ہو گئے وہ انجیل ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ہی ان سے بھی یہ ہی سوال کیا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ ہے کدو بے حد جھلایا کہ تم گستاخی کرتا ہے کہ تم توہین کرتا ہے انہوں نے کہا کہ اس میں گستاخی اور توہین کی کیا بات ہے ہم اپنی علم سے یہی کہتے ہیں کہ یہ کدو ہے غالباً مقصود یہ ہوگا کہ جب منسوخ ہونیکے علاوہ ممسوخ ہے تو معطل ہے مثل کدو کے خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا باقی تتبع سے محقق ہو چکا ہے کہ علوم حقیقیہ مسلمانوں ہی کا حق ہے دوسروں کو ان سے مَس بھی نہیں ہوتا مزاحاً فرمایا ہاں مُس سے مَس ہوتا ہے۔

متعدد مہمانوں کو کھانا کھلانے کا اصول

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر متعدد مہمان ہوں اور ان میں پہلے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کو ایک جگہ جمع کر کے کھانا نہیں کھلاتا اگر خود بھی ساتھ کھاتا ہوں تب جمع کر لیتا کیونکہ اس وقت میں خود ان سب کے لئے واسطہ ہو جاتا ہوں اور مجھ سے سب کو واسطہ ہوتا ہے یہ بات کبھی نہ سنی ہو گی مہمانوں کے باب میں اسقدر رعایتیں کرتا ہوں اور پھر سخت مشہور ہوں یہ معمول اس لئے ہے کہ کھانے پینے میں مختلف لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے آپس میں بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے انقباض ہوتا ہے۔ دل کھول کر فراغت سے کھانا نہیں کھایا جاتا مختلف طبائع مختلف رنگ کی ہوتی ہے بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کھانے میں حجاب ہوتا ہے۔

صوفیہ کے کشفیات کا حکم

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیا کے کشفیات میں اور احکام وحی میں نسبت ہی نہیں اسی طرح نصوص اعتقادیہ میں اور ان کی جو رائے سے تفسیر کی گئی ہے ان میں کوئی نسبت نہیں وہ نصوص جس حالت پر ہیں انکو ایسے ہی رہنے دینا چاہیئے حضرت عمرؓ کا قول ہے فرماتے ہیں۔

ابهموا ما ابهمه الله یعنی جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مبہم رکھا ہو تم بھی مبہم رکھو بڑی حکمت کی بات بیان فرمائی۔

کھانا کھاتے وقت کس قسم کی بات کی جائے

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کھانے کے وقت اگر کھانیوالے سے ایسی بات کی جاوے جس میں قوت فکریہ صرف نہ ہو تو مضائقہ نہیں یہ کھانے کے آداب میں سے ہے اور جس میں قوت فکر یہ صرف ہو ایسی گفتگو نہ کرنی چاہیئے ورنہ کھانے کا لطف جاتا رہتا ہے۔ برباد ہو جاتا ہے۔

اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسروں سے رعایت نہ کرنا

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنے کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی بالکل رعایت نہیں کرتے جس سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کو ابتلاء ہے اس سے بہت ہی بچنا چاہیئے۔

خوش اخلاقی کا مطلب نرم بات کرنا نہیں

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اخلاق نام ہے صرف نرمی سے بولنے کا چاہے کتنی ہی سخت بات ہو اور ایذا رساں ہو مگر لہجہ نرم ہو ہمارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے کسی پر ناراض ہو کر بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپکا کان پکڑ کر باہر نکال دو لہجہ نہایت نرمی کا ہوتا تھا تو بہت خلیق مشہور تھا کیا واہیات ہے بلکہ اس سے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ بات نرم ہو مگر معاملہ سخت ہو کیونکہ نرم آدمی سے سختی کا صدور خلاف توقع ہونے کے سبب زیادہ رنج کا سبب ہوگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نرم گفتگو کو جو اخلاق سمجھا جاتا ہے اس پر ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو جو کہ احمق تھا وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو عزیز و احباب آئیں ان سے نرم اور میٹھی بات کرنا بھاری لباس سے ملنا اونچی جگہ بٹھلانا بڑھیا کھانا کھلانا اس شخص کا انتقال ہو گیا ایک شخص ان کے دوستوں میں تھے دوست کے انتقال کی خبر پا کر تعزیت کو آئے انہوں نے آ کر گھر میں اطلاع کرائی صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچلان پر بٹھلا دو گھر میں سے آئے تو بڑے بڑے قالین اور دریاں بدن پر لپیٹے ہوئے انہوں نے حسب رواج دریافت کیا کہ والد مرحوم کیا بیمار ہوئے تھے جواب میں کہتے ہیں روٹی پھر کوئی بات پوچھی کہتے ہیں گڑ پھر کھانا لایا گیا مہمان نے کھا کر کہا کہ گوشت گلا نہیں تو بہت خفا ہوئے اور بولے کہ آپ کی خاطر پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا اور آپکو پسند نہیں آیا مہمان نے کھانا تو چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں

ہیں کہا کہ جب والد صاحب کا انتقال ہو رہا تھا مجھکو چند وصیتیں کیں تھیں ایک تو یہ کہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی آئے تو بھاری لباس سے ملنا تو اس سے بھاری لباس میرے پاس اور کوئی نہ تھا اور ایک یہ کہ نرم اور میٹھی بات کرنا تو روٹی اور گڑ سے زیادہ نرم اور میٹھی اور کوئی چیز نہیں ایک یہ کہ اونچی جگہ بٹھلانا مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی نہیں ایک یہ کہ بڑھیا کھانا کھلانا تو یہ پچاس روپیہ کا کتا تھا جسکا گوشت آپکے سامنے ہے اس سے زیادہ قیمتی بڑھیا اور کوئی جانور بکرا وغیرہ میرے یہاں نہ تھا وہ بے چارے لاحول پڑھکر بھاگے بس لوگ ایسے اخلاق کے طالب ہیں ان اخلاق میں سے ایک تواضع بھی ہے اسکا بھی یہی حشر کیا گیا ہے میرے ابتدائی کتابوں کے استاد مولانا فتح محمد صاحب کا واقعہ ہے ایک لڑکا تھا شادی وہ مولانا سے کریما پڑھتا تھا اسکا سبق تھا ولا گر تواضع کنی اختیار مولانا کی عادت تھی جب تک لڑکا پچھلا سبق نہ سنا لیتا آگے نہیں بڑھاتے تھے۔ مولانا نے پچھلا سبق سنتے ہوئے پوچھا تواضع کسکو کہتے ہیں کہا کہ تواضع یہی ہے کہ کسی کو حقہ دیدیا پان دیدیا مولانا نے خوب مرمت کی بھاگ نکلا پھر پڑھنے نہیں آیا اور جنگل کے کام میں لگ گیا ایک عرصہ کے بعد مولانا جنگل کی طرف تشریف لے گئے وہی شادی ہل چلا رہا ہے مولانا نے دریافت فرمایا کہ ارے شادی تواضع بھی یاد ہے عرض کیا ہاں حضرت ساری عمر یادرہیگی یہ ہل ہی تواضع نے پکڑوا دیا ہے تو آجکل تواضع اسی کو سمجھتے ہیں جس کو شادی نے بیان کیا تھا اور عوام تو عوام خاص بھی اخلاق کی یہی حقیقت سمجھ رہے ہیں۔

وجود صانع پر فطرت خود دلیل ہے

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنیکی ضرورت نہیں فطرت خود بتلا رہی ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا ضرور موجود ہے میں نے ایک دہری ملحد کا قول دیکھا ہے جو بعد میں صانع کا قائل ہو گیا تھا کہ میں جس زمانے میں صانع کے انکار پر لیکچر دیا کرتا تھا تو میرا ضمیر میری تکذیب کرتا تھا فرمایا کہ صانع کی دلیل تو خود صانع ہی ہے بقول مولانا

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

(آفتاب خود ہی اپنے وجود کی دلیل ہے اگر تم کو وجود آفتاب کی دلیل کی ضرورت ہے تو اس سے روگردانی مت کرو ۱۲)

اور عمیق نظر سے دیکھا جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ راز اس کا یہ ہے کہ دلیل ہمیشہ مدلول سے زیادہ واضح ہونا چاہیئے ورنہ وہ [illegible] نہ تعالیٰ کا وجود خود

سب سے زیادہ واضح وظاہر ہے پھر اسکی کوئی دلیل کیسے ہوسکتی ہے اور جو دلائل سمجھے جاتے ہیں وہ محض صورۃ دلیل ہیں ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے۔

شش جہت پردہ بر چشم ایں ہفت پردہ چشم　　　بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

(آنکھوں میں جو سات پردے ہیں یہی معرفت کے لئے حجاب ہو رہے ہیں (یعنی میں صرف اسباب ظاہری پر نظر کرے حقیقت سے نا آشنا ہو رہے ہیں ورنہ مارا چاند (محبوب) تو آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے ۱۲۔)

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں لن ترانی فرمایا گیا لن اری نہیں فرمایا یعنی میں تو دیکھنے کے قابل ہوں تم میں دیکھنے کی قوت نہیں اس لئے تم نہیں دیکھ سکتے اور جو لوگ دہریت چھوڑ کر صانع، کے قائل ہوئے ہیں انکا قول دوسرے دہریوں پر زیادہ حجت ہے کیونکہ ان پر دونوں حالتیں گزر چکی ہیں ایک مولوی صاحب نے ایک دہری کا واقعہ بیان کیا وہ اکثر ایسے لوگوں کی کتابیں دیکھتے رہتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک دہری نے خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ میں اپنے اندر تصرف کر کے اپنے وجود کے علاوہ سب چیزوں سے خالی ہو گیا پھر مزید تصرف کر کے اپنے وجود سے بھی خالی ہو گیا مگر پھر بھی ایک چیز مجھکو اپنے اندر محسوس ہوتی تھی اس سے بھی خالی ہونے کی بیحد کوشش کی کہ وہ بھی نکل جائے مگر کامیاب نہ ہوا تب معلوم ہوا کہ جو چیز نفی کرنے پر بھی نہیں نکلتی وہی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی ہے یہ دیکھ کر خدا کے وجود کا قائل ہو گیا اس اصل پر ایک شبہ کا جواب بھی ہو گیا وہ شبہ یہ ہے کہ الست بربکم قالوا بلی میں جو عدہ لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں حجت رہے وہ ہمیں یاد ہی نہیں پھر ہم پر حجت کیسے ہوگی جواب یہ ہے کہ یاد ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی تمام خصوصیات بھی یاد ہوں بلکہ صرف اسکا اثر یعنی مقصود کا ذہن میں ہونا کافی ہے مثلاً بچپن میں پڑھا تھا آمدن کے معنی آنا لیکن اسکی خصوصیت بالکل یاد نہیں مگر باوجود اسکے ایسا یقین ہے کہ کسی طرح زائل نہیں ہوسکتا تو کیا اسکو یاد نہ کہیں گے اسی طرح یوم میثاق کی خصوصیات یاد نہ ہونا مضر نہیں جو اسکا اثر ہے توحید وہ فطرت میں اسقدر مرکوز ہے کہ اسکی نفی عادۃً محال ہے اس لئے وہ یاد میں داخل ہے اور حجت ہے۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے چند واقعات

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی طالب علمی کے زمانہ میں گفتگو ہو جاتی تھی تمام مدرسہ سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا بڑا لطف ہوتا تھا دونوں اعلیٰ درجہ کے ذہین تھے جسوقت ایک صاحب کی تقریر ختم ہوتی تھی تو سننے والے سمجھتے تھے کہ اب اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا یہ طالب علمی کے زمانے کے واقعات ہیں ایک واقعہ مقتدا ہونے کے زمانہ کا عجیب سنا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات سفر حج میں تھے جہاز میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو گئی اور طے نہ ہوا تو حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب گفتگو بند کی جائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تو چل ہی رہے ہیں وہاں پیش کر دیں گے وہاں فیصلہ ہو جائے گا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ صفائی سے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں اور یہ طالب علمی بحث ہے اسکا حضرت کیا فیصلہ فرماتے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے غلبہ عشق سے فرمایا کہ اگر اسکا فیصلہ بھی حضرت صاحب نہیں فرما سکتے تو ہم نے ناحق حضرت کا دامن پکڑا یہ حالت تھی عشق کی غرض حاضری ہوئی اور مسئلہ قصداً پیش کیا نہیں گیا مگر ایک سلسلہ میں حضرت نے اسکی خود ہی تقریر فرمائی اور نہایت سہولت و تحقیق سے فیصلہ فرما دیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو تو بیحد مسرت ہوئی اور حضرت مولانا گنگوہی کو بیحد حیرت ہوئی کہ حضرت نے اس فن کو حاصل نہیں کیا اور عجیب طریق سے فیصلہ فرمایا کہ بڑے سے بڑا متبحر بھی ایسا فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی پرانے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نوعمری ہی کے زمانے سے عام مقبولیت تھی نہ مشائخ نے ان پر کبھی اعتراض کیا اور نہ علماء نے شروع ہی سے اثر عام مقبولیت کا تھا حضرت حاجی صاحب کا نو عمری کے زمانے کا ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے کہ ایک بار دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے ملنے کو تشریف لائے ہم مولانا سے سبق پڑھ رہے تھے مولانا نے درس بند فرما دیا اور استقبال فرمایا اور فرمایا بھائی حاجی صاحب آ گئے اب سبق نہ ہوگا فرماتے تھے کہ ہم نے دل میں کہا یہ حاجی کون ہیں اچھے آئے درس ہی بند کروا دیا یہ معلوم نہ تھا کہ ساری عمر کے لئے اس عرفی سبق کو بند کرا دیں گے ایک واقعہ حضرت کے متعلق اور یاد آیا والد صاحب حج کو تشریف لے گئے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی درخواست کی حضرت سن کر خاموش ہو گئے ایک روز بہت سے لوگ بیعت ہو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی آ جاؤ حضرت حاجی صاحب کی تو یہ سادگی کہ خود فرما رہے ہیں اور والد صاحب کی سادگی ملاحظہ ہو کہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت میں تو مٹھائی لا کر مرید ہونگا اسپر بھی حضرت خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا دوسرے

وقت والد صاحب مٹھائی لا کر مرید ہو گئے بات یہ ہے کہ ان حضرات میں تو دونوں جانب خلوص تھا یہ اس کے آثار تھے اور ہم لوگوں میں دونوں طرف عدم خلوص اس لئے کاوش کی حاجت ہو گئی۔

شریعت کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں

(ملفوظ ۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیم ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں۔

اکرام اور تعظیم میں فرق ہے۔

(ملفوظ ۲۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو ہوتا ہے اکرام اور ایک ہوتی ہے تعظیم صورت دونوں کی ایک ہے مگر نیت کی وجہ سے دونوں میں حقیقت کا فرق ہے حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے مکان پر تشریف لیجاتے تو حضرت فاطمہ کھڑی ہو جاتیں اور حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ کے مکان پر آتیں تو حضور کھڑے ہو جاتے ان دونوں میں وہی اکرام اور تعظیم کا فرق ہے گو صورت ایک ہے غرض اکرام جسکا حاصل تو خاطر داری اور رعایت ہے اور چیز ہے اور تعظیم اور چیز ہے صورت ایک ہونیکی وجہ سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں وہ خاطر داری کو بھی تعظیم ہی سمجھتے ہیں اور ترک تعظیم کو ترک اکرام۔

عمامہ کو ضروری سمجھنے پر ایک صاحب سے بحث

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا جب میں فارغ ہوا تو ایک دوست کے پاس جا بیٹھا ایک صاحب ضعیف العمر آئے اور کہا کہ کئی مرتبہ تم سے ملنے کو جی چاہا مگر اتفاق سے ملاقات نہ ہو سکی اور ایک بات بھی کہنی ہے وہ یہ کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے میں نے کہا کہ کیا فرض ہے واجب ہے کہا کہ سنت ہے میں نے کہا کہ سنت موکدہ ہے یا مستحب کہا کہ اس سے کیا بحث میں نے کہا کہ بحث اس لئے ہے کہ ہر ایک کے احکام جدا ہیں مگر اس پر بھی وہ اپنی ہانکتے رہے کہ تم سنت کے خلاف کرتے ہو پھر تم بھی نفس کی شوخی سے اس تلاش میں لگا کہ ان میں بھی کوئی بات سنت کے خلاف ہے تو وہ پاجامہ پہن رہے تھے میں نے کہا کہ یہ پاجامہ جو آپ پہن رہے ہیں سنت کے خلاف ہے لنگی باندھنا چاہیئے کہنے لگے کہ بوڑھا آدمی ہوں اس لئے لونگی کھل جانے کا اندیشہ ہے میں نے کہا کہ میں جوان آدمی ہوں عمام کی گرمی سے دماغ میں گرمی ہو جانیکا اندیشہ ہے بس ان سے کچھ جواب بن نہ پڑا لگے کوسنے کہ خدا کرے تمہارے دماغ میں خوب گرمی ہو جاوے مجھ کو بھی غصہ آ گیا میں نے کہا تم بازار میں ننگے ہو جاؤ ان دوست نے ان دونوں کو روکا یہ حقیقت ہے آجکل کا مناظرہ کی عمامہ کو آجکل بعضے لوگ فرض واجب سمجھتے ہیں خصوص سرحدی لوگ

اور یہ رومال جو سر کو باندھ لیتے ہیں اور عمامہ کا قائم مقام سمجھتے ہیں یہ تو ایسا ہے جیسے لنگوٹی باندھ کر اسکو پاجامہ کا قائم مقام سمجھنا یہ سر کی لنگوٹی ہوئی عمامہ سے اسکا کیا تعلق ہے۔

ریل میں قانون سے زیادہ وزن لیجانے سے احتیاط:

(ملفوظ ۲۴۰) ایک استفتاء بصورت پیکٹ آیا اس پر دو پیسہ کا ٹکٹ تھا اور واپسی کے لئے بھی دو پیسے کا ٹکٹ ہمراہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ خود تو لوگ ناجائز حرکت کرتے ہی ہیں۔ دوسروں کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو چاہے دوسرے کی وضع اور مذاق کے خلاف ہی ہو یا اسکی شرعی تحقیق ہی کے خلاف ہو۔ حضرت والا نے اس استفتاء کو امانت میں رکھ کر فرمایا کہ ان کے پوچھنے پر متنبہ کروں گا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے اس میں تو کارڈ بھی نہیں پہنچ سکتا پھر اسپر فرمایا کہ میرے ایک متقی زی علم انگریزی داں ضلع الہ آباد کے رہنے والے دوست ہیں۔ وہ سفر کے ارادہ سے چلے۔ اسٹیشن پر پہنچ کر اسباب کے زائد ہونے کا خیال ہوا مگر وقت کی تنگی سے وزن نہیں کرا سکے جب منزل مقصود کے اسٹیشن پر اترے وہاں بابو سے کہا کہ اسباب وزن کر لیا جاوے بابو نے انکار کیا کہ ہمیں فرصت نہیں۔ یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس گئے۔ اس سے کہا وہ پہلا بابو بھی آ گیا اور دونوں اسکے متعلق باہمی گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے اسرار کیا۔ اس پر دوسرے بابو سے اور ان کو وضع سے ملا سمجھ کر کہ یہ انگریزی نہیں جانتے ہوں گے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شراب پیئے ہوئے ہے۔ ہم اسباب وزن کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ اسرار کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور شراب سے عقل مفقود ہو جاتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شراب نہیں پی۔ میرا مذہبی حکم یہی ہے کہ کسی کا حق نہ رکھا جائے تب وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے مگر اسباب پھر بھی وزن نہ کیا۔ آخر انہوں نے گھر آ کر خود اسباب کو وزن کر کے اسقدر محصول کا ٹکٹ لے کر چاک کر دیا۔ میں ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہا تھا۔ میرے پاس گنے بھی تھے جو معاف اسباب سے زائد تھے۔ میں نے بابو سے کہا کہ اسباب کو وزن کر لیا جائے۔ بابو نے کہا کہ آپ اسباب لے جائیں۔ کوئی نہیں پوچھے گا میں نے کہا کہ اگر کسی نے پوچھا تو کیا جواب دیا جائے گا۔ کہا کہ ہم گارڈ سے کہہ دیں گے۔ میں نے کہا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا۔ کہا کہ گارڈ غازی آباد تک جائے گا۔ میں نے کہا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا کہا وہ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ وہ کانپور سے بھی آگے جائے گا۔ میں نے کہا پھر کانپور سے آگے کیا ہوگا کہا کہ آگے تو جانا ہی نہیں۔ میں نے بتلایا کہ آگے بھی جانا ہے۔ ہمارے مذہب نے ایک اور زندگی کی بھی خبر دی ہے یعنی آخرت وہاں بازپرس ہوگی۔ یہ سن کر بابو بے حد متاثر ہوا۔ بڑا اثر ہوا اور اسباب کو وزن کیا اور ایک روپیہ محصول لے کر بلٹی دیدی۔

خوش لباسی کی حدود

(ملفوظ ۲۴۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھے کپڑے پہننا اور خوش لباس رہنا کیا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ فرمایا کون منع کرتا ہے۔ شریعت نے تنگی نہیں کی۔ اگر ریا و فخر کے لئے نہ ہو تو آسائش کی اجازت دی ہے بلکہ آسائش سے آگے بڑھ کر آرائش کی بھی ممانعت نہیں ہے۔ اگر ریا اور فخر کا مرض نکل جائے تو اسکی اجازت ہے کہ راحت کا بلکہ تجمل کا بھی سامان کریں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ جاہ کے لئے نہ کیا جائے۔ خوش لباسی پر یاد آیا یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے۔ نابینا ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ جیسے الٹا توا ایک بار بہت سفید کپڑے پہنے جا رہے تھے۔ ماموں صاحب بڑے ظریف تھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ دیکھو رات کو بھی دن لگے۔ ہر شخص پر کپڑا ازیب بھی تو نہیں دیتا۔ بلکہ بیچارے کپڑے کی بھی درگت بن جاتی ہے۔

عظمت دین کی کمی

(ملفوظ ۲۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عام لوگوں کے قلوب میں بھی دین کی عظمت تھی۔ اب تو خواص میں بھی اسکی کمی ہو گئی ہے اور یہ سب خرابیاں اس کی ہی بدولت ہو رہی ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت یوم سہ شنبہ

بے علمی کے باوجود موٹے موٹے الفاظ بولنے کا نتیجہ:

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو بڑے بڑے شستہ الفاظ بولنے کا شوق ہوتا ہے مگر بوجہ علم نہ ہونے کے موقع اور محل کی تمیز نہیں ہوتی۔ اس پر فرمایا کہ ایک صاحب ہیں یہاں کے رہنے والے۔ ان کو پرشوکت الفاظ بولنے کا بہت شوق ہے۔ ایک جگہ بسبیل گفتگو کہنے لگے کہ فلاں معاملہ میں میں بھی ثالث بالخیر تھا۔ ایک صاحب علم نے فرمایا کہ صاحبزادے سوچ سمجھ کر بولا کرتے ہیں۔ ثالث بالخیر اصطلاح میں ولدالزنا کو کہتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک جگہ تعزیت میں گئے کسی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اور لوگ بھی تعزیت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اس میں سے کسی صاحب نے تعزیت فرماتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو اسکا نعم البدل عطا فرمائیں۔ یہ صاحب بھی سن رہے تھے۔ بس ان کے ایک بات ہاتھ آ گئی کہ جہاں تعزیت میں جایا کرتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں۔ ایک جگہ اتفاق سے ایک صاحب کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ تعزیت کے لئے پہنچے کہتے ہیں حق تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس کے یہ معنی

ہوئے کہ آپ کی اماں دوسرا خصم کرے۔ کس قدر اس شخص کو ناگوار ہوا ہوگا۔ ایک ہندو رئیس کے باپ کا انتقال ہوا ایک دوسرے ہندو صاحب تعزیت کو گئے جاکر تعزیت کی اور اس میں یہ الفاظ کہے کہ خدا کرے آپ اپنے والد صاحب کے قدم بقدم ہوں اور ضرور ہوں گے کیونکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

شرکت والے کام پورے نہیں ہوتے

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایسے کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ جس میں دوسرے کی شرکت کی ضرورت ہو۔ آج کل تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ کام ہوتا ہی نہیں جس میں مختلف طبائع کے لوگ جمع کئے جائیں۔

سیاست اور اسلام

(ملفوظ ۲۴۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک شخص سیاست کا ماہر ہے مگر ہے کافر اگر اس میں اس کی اقتداء کرلی جائے کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر کافر نماز خوب جانتا ہو اور مسلمان نہ جانتا ہو تو کیا اس کافر کی اقتداء جائز ہے۔ شبہ کا منشا یہ ہے کہ سیاست کو لوگ دین نہیں سمجھتے۔ خود یہی سخت غلطی اور جہل اعظم ہے۔ سیاست بھی تو دین ہی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اسلام نے سیاست کی تعلیم نہیں کی۔ سو یہ کتنی بڑی تحریف ہے۔ پھر دین میں کافر کی اقتداء کرنا کیا معنی نیز کیا اس میں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت نہیں ہے اور کیا کوئی شخص کہیں یہ بات دکھلا سکتا ہے کہ اسطرح سے کہ اسطرح سے اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کرانا اور ان کو ذلیل کرانا جائز ہے۔ اور کیا مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں کہ وہ سیاست جانتا ہو۔ البتہ اس طریق سے ان کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں کہ کافر تابع ہوں اور مسلمان متبوع اور یہاں بالکل عکس ہے کہ مسلمان تابع اور کافر متبوع اور مجھ کو عوام کی اور لیڈروں کی شکایت نہیں۔ وہ جہل میں مبتلا ہیں ہی شکایت تو علماء کی ہے کہ وہ اس غلطی میں پھنس گئے۔ حق تعالی ہدایت فرمائیں اور جہل سے محفوظ رکھے مجھ کو ایسی باتیں سن کر بے حد قلق اور صدمہ ہوتا ہے جب لکھے پڑھوں کی نسبت سنتا ہوں کہ وہ ایسی خرافات کے حامی اور دلدادہ ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. عجیب بات ہے کہ خسران کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں مگر جس بات کی پچ ہوگئی اس سے نہیں ہٹتے اور ایسے ایسے لچر استدلالات اور تاویلات کرتے ہیں جو اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

آج کل کی تصانیف

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے۔ آج کل ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے کوئی معیار ہی نہیں رہا۔ قلم ہاتھ میں لیا اور جو جی میں آیا لکھ مارا نہ اصول کی خبر ہے نہ فروغ کی۔ میں آجکل ایسی ہی بے اصول کتاب دیکھ رہا ہوں۔ بڑے مشہور مصنف کی تصنیف ہے مگر محض ملمع آجکل بڑا کمال یہ ہے کہ الفاظ زوردار ہوں چاہے مدلول صحیح ہو یا غلط اس سے کوئی بحث نہیں۔ جن باتوں کو اس کتاب میں ثابت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوچ سوچ کر یہ تلبیس باتیں بنائیں ہیں۔ استدلال کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آزادی سے دلائل پہلے ذہن میں آئیں اور نتیجہ ان کے تابع ہو اور ایک صورت یہ ہے کہ دلائل پہلے سے ذہن میں نہیں۔ پہلے ہی سے ایک بات کو ثابت کرنا ہے اور اس کے لئے سوچ سوچ کر دلائل کو ذہن میں لایا جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلی صورت ایک خاص قوت ہوتی ہے گو اس میں اجتہادی غلطی ہی ہو گئی ہو اور دوسری صورت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص محض باتیں بنا رہا ہے اور یہ فرق معلوم ہو جانا موقوف ہے۔ ذوق صحیح پر بعضی بات وجدان سے معلوم ہوتی ہے۔ بیان کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

آداب المصلح یعنی شیخ کے آداب

(ملفوظ ۲۴۷) ملقب بہ آداب المصلح) ایک نووارد صاحب نے جو اصلاح کی غرض سے آئے تھے اور جن کا تھانہ بھون کی حاضری کا پہلا ہی موقع تھا۔ حضرت والا سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آجکل مصلح باطن سے مسائل فقہی پوچھنے والوں کو باطنی نفع نہیں ہوتا۔ تجربہ سے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ بس ان ہی تحقیقات میں رہ جاتے ہیں۔ اصلاح کے متعلق اہتمام کی نوبت ہی نہیں آتی۔ میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے تو اور بہت جگہ ہیں اور وہاں یہاں سے اچھا کام ہو رہا ہے۔ دیو بند ہے، سہارنپور ہے اور کیا آپ نے یہ سفر مسائل فقہی پوچھنے کے لئے کیا تھا۔ عرض کیا نہیں پھر کیوں بیٹھے بیٹھے جوش اٹھا خاموش نہیں رہا جاتا کیا خاموشی سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کیا خاموش رہنا جرم ہے یا اس سے شان میں بٹا لگتا ہے۔ یوں کہئے کہ بک بک کرنے کی باتیں بنانے کی عادتیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور یہ بتلائیے کہ اگر آپ نے یہاں آنے کی اجازت لی ہے۔ عرض کیا کہ اس کی اجازت نہیں لی پھر

کیوں مخالفت کی پھر جب شروع میں ہی مخالفت کرنا شروع کردی تو آئندہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ جس بدفہمی کا کوئی علاج ہے۔ ایک صریح بات اور اس پر عمل نہیں۔ اس ہی ضرورت سے میں اس قسم کی شرطیں لگاتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ فہم کا قحط ہے مگر پھر بھی اپنا ہنر ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے اگر ایسا ہی فقہی مسائل کی تحقیق کرنا ہے اور فن کو مدون کرنا ہے۔ (کیونکہ اکثر سوالات غیر ضروری ہوتے ہیں) تو میں کہہ چکا ہوں یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے مثلاً دیوبند ہے، سہارنپور ہے وہاں جائیے بلکہ میں خود بھی مسائل فقہیہ وہیں سے پوچھ پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ سنار کے یہاں کوئی لوہا نہیں لے جاتا اور لوہار کے یہاں سونا چاندی نہیں لے جاتا اگرچہ وہ دونوں ہی کام جانتا ہو مگر پھر بھی کام وہی لیا جاتا ہے۔ جس کو عادۃً کررہا ہے۔ افسوس طریق مٹ ہی گیا یہ طریق کے آداب میں سے ہے کہ مصلح سے دوسرا کام نہ لیا جاوے۔ اب یہ کہا جائیگا کہ صاحب ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ دین کی بات تھی۔ اس پر اسقدر گرفت اگر مسئلہ پوچھنا دین ہے تو جو میں بتلا رہا ہوں۔ یہ بھی دین ہی ہے۔ دوسرے آپ نے اس لئے سفر نہیں کیا اور جس غرض سے سفر کیا ہے اسکا نام ونشان بھی نہیں۔ اسکا کوئی ذکر ہی نہیں رہا۔ دوسروں پر قیاس کرنا کہ فلاں صاحب نے پوچھا تھا۔ اسکا جواب دیا گیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں سے پہلے بے تکلفی ہے اور وہ مقصود غیر مقصود میں تمیز کرتے ہیں۔ وہ مستثنے ہیں حتی کہ وہ اگر دنیا کی بات بھی پوچھ کرلیں کوئی حرج نہیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے تو یہ کام تو اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے اور جو کام یہاں پر ہو رہا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ کہیں بھی نہیں ہو رہا نہ اچھا نہ برا مگر کس سے کہے وہی مثل ہو رہی ہے۔ اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے اور الحمدللہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مسائل فقہی اس طریق سے اعظم ہیں مگر اعظم ہونا اور چیز ہے اور کسی عارض سے اہم ہونا اور چیز ہے۔ مسائل فقہی اعظم ضرور ہیں مگر وہ دوسری جگہ سے حاصل ہوتے ہیں اور جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ کہیں ہو ہی نہیں رہا۔ اس عارض کے سبب یہ اہم ہے۔ میں نے اس لئے اہم کو اختیار کر رکھا ہے۔ بچے کو کہتے ہیں کہ قاعدہ بغدادی پڑھ حالانکہ قرآن شریف اعظم ہے مگر اس کو ضرورت اہم کی ہے اور اسکو قاعدہ میں لگا کر قرآن ہی کی تلاوت کے لئے تیار کیا جارہا ہے۔ اسی طرح طریق میں لگا کر احکام فقہیہ کی تکمیل کے لئے تیار کیا جارہا ہے اور اس کی اہمیت یہاں تک ہے کہ اکابر کی وصیت ہے کہ شیخ کو کسی کا کلام نہ پہنچائے نہ سلام پہنچائے نہ کسی کا ہدیہ پہنچائے جیسا کہ آجکل دستور ہے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ کوئی چیز بھیج دی روپیہ بھیج دیا تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ علاوہ مصالح کے خود غیرت عشقی کا بھی اقتضا ہے۔

عشاق کی یہ ہی شان ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ مرید شیخ سے درسی کتاب کا درس نہ پڑھے اور نہ پیر اپنے مرید کے خانگی معاملات میں دخل دیا۔ غریبوں کو کچھ خبر تو ہے نہیں۔ مرید ہونے آجاتے ہیں اگر متنبہ کرتا ہوں اور طریق بتلاتا ہوں اس غرض سے کہ راہ پر پڑیں مقصود معلوم ہو کیونکہ طریق مفقود ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کے آداب بھی معلوم نہیں تو سخت اور بد خلق اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں اجی اگر طبیب شفیق ہے اور حمدرد خیر خواہ ہے تو چاہے منہ بناؤ یا روؤ چلاؤ وہ مرض کی تشخیص کر کے اگر کڑوی دوا مفید ہوگی تو شاہترہ چرائتہ حنظل ہی تجویز کریگا اگر سو دفعہ غرض پڑے پیو ورنہ جاؤ چلتے بنو اور جو سیب کا مربا ورق نقرہ لپیٹ کر دے اس کو مربی بناؤ۔ یہاں تو خود طالب کو بجائے سیب کے چھیل چھال کر کانٹ چھانٹ کر اس کا مربہ بنایا جاتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مرید شیخ سے سبق نہ پڑھے وجہ اس کی یہ ہے کہ سبق میں قیل و قال ہوتا ہے۔ جس سے مبادا شیخ کو انقباض ہو جائے اور فیض باطنی سے محروم ہو جائے اور جو لکھا گیا ہے کہ شیخ مرید کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے اس میں یہ راز ہے کہ شیخ کو اصل واقعات سے تو بے خبری ہوتی ہے۔ محض ظاہری روئداد پر فیصلہ کرے گا جو ممکن ہے کہ واقعات سے یا مرید کے مصلحت کے خلاف ہو اور اس سے اس کو شیخ سے کبیدگی بھی پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں بھی باطنی نفع نہ ہوگا۔ البتہ جس صورت میں یہ علت نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً ایک شخص بیوی کا نان نفقہ نہیں دیتا۔ شیخ کہے کہ نفقہ دو یہ خانگی معاملات میں دخل دینا نہ سمجھا جائے گا کیونکہ اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں۔ طاعت خالصہ کا حکم ہے۔ مطلب یہ کہ فصل قضایا میں یا ان مباحات میں جس میں شرعاً دونوں جانب کی گنجائش ہے۔ دخل نہ دے۔ جیسے رشتہ وغیرہ آج کل پیر اکثر ایسا کرتے ہیں کہ ایک مرید کی لڑکی ہے۔ دوسرے کا لڑکا ہے کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے لڑکے سے تمہاری لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں یا نکاح کرتے ہیں۔ مشائخ نے اس کو منع فرمایا ہے یا اسی طرح کوئی نزاعی معاملہ ہے۔ شیخ سے اس کا فیصلہ کوئی کرانے لگے اس میں بھی ممکن ہے کہ ایک کے خلاف ہو تو اس کو رنج ہوگا اور نفع باطن سے محروم ہو جائے گا۔ اور ان باتوں میں دخل دینا تو بری چیز ہے کہ اس میں دنیا کا رنگ ہے۔ تعلیم جو دین محض ہے۔ اس میں بھی اس قدر احتیاط ہے کہ ہر شخص کی باطنی مصلحت اور اسکی حالت کے مطابق دی جاتی ہے اس کا بھی معین ضابطہ نہیں۔

حضور کے چند لفظی لطائف

(ملفوظ ۲۴۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر جگہ کئی کئی مرتبہ گزرنے کا اتفاق ہوتا ہے مگر

پھر بھی راستہ یاد نہیں ہوتا بھول جاتا ہوں فرمایا یہ بات تو میرے اندر بھی ہے میاں راستی یاد رہے راستہ یاد رہے نہ رہے اس میں کیا رکھا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے لطائف بھی بڑے معنی خیز اور نصیحت آمیز ہوتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت والا کے لطائف ہی کا مجموعہ جمع کر لیا جائے تو اسی میں سب کچھ ہے مثلاً ایک صاحب سے تحریکات کے متعلق سلسلہ گفتگو میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر محض کاغذی امیر المومنین بن جاؤں تو نتیجہ یہ ہو کہ آج امیر المومنین ہوں اور کل کو اسیر الکافرین بن جاؤں اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک صاحب یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ خورجہ میں ایک مولوی صاحب کو یہ ہی الفاظ پہنچائے گئے تو سن کر ان پر ایک وجد کی سی کیفیت ہو گئی اور ایک گھنٹہ تک اس کی شرح بیان کرتے رہے کہ بدون کامل قدرت کے اگر آج امیر المومنین ہو گئے تو کل کو اسیر الکافرین ہو جائیں گے۔ میں نے یہ واقعہ سن کر اس سے تو مجھ کو بھی اشتیاق ہو گیا۔ سننے کا وہ شرح کیا ہو گی جو ایک گھنٹہ تک بیان کی گئی ہے میں نے تو محض ایک لطیفہ کے طریق پر یا شاعری کے انداز پر بیان کر دیا تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے ایک ایسے ہی موقع پر بھی تو فرمایا تھا کہ آج سردار ہیں اور کل سردار ہونگے۔ فرمایا کہ یہ بھی اسی کا ترجمہ ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب میں ایک گستاخی

(ملفوظ ۲۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت نبویہ لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اسکی زندہ نظیر گاندی موجود ہے استغفر اللہ نعوذ باللہ سیرت نبوی پر کتاب اور ایک مکذب توحید و رسالت سے تشبیہ کیا۔ آفت ہے نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہوں گے۔ میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی تھی میں نے واپس کر کے لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ کہ جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو۔ اس کا جواب آیا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں مجھ سے ایسی حرکت صادر ہوئی اب یہاں آتے جاتے ہیں۔ اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا۔ یہ سب جدید تعلیم یا صحبت کا اثر ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو نئی روشنی کہتے ہیں۔ جس میں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں۔

اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ہر طبقہ میں ایک عجب ہڑ بونگ مچا ہوا ہے۔ رودلی میں عین مسجد کے اندر سماع ہوتا ہے اس کی اصل یہ سنی ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق کو ایک مرتبہ اتفاقاً عین حالت سماع میں وجد کا غلبہ ہوگیا اور وہ اس حالت میں اٹھ کر مسجد کے اندر چلے گئے تھے اور ساتھ ساتھ قوال بھی چلے گئے۔ مگر وہ تو مغلوب تھے اور یہ لوگ محفل نقل کرتے ہیں۔ اب اسی ترتیب سے مجلس ہوتی ہے یعنی سماع شروع ہوتا ہے مسجد کے باہر اور درمیان میں اٹھ کر مسجد میں جاتے ہیں اور ڈھولک سارنگی مسجد میں بجتی ہے۔ ان نقالوں سے کوئی یہ بھی پوچھے کہ کیا حضرت شیخ بھی ڈھولک سارنگی سے سماع سنتے تھے۔ یہ خوب تحقیق ہوگیا ہے کہ حضرات اہل سماع نے معازف مزامیر کبھی نہیں سنے اسی طرح ایک مسجد کے باہر سماع ہو رہا تھا۔ ڈھولک سارنگی بج رہی تھی۔ نماز کا وقت آگیا۔ باجہ والے نماز کے لئے مسجد میں گئے تو آلات کو بھی مسجد میں لے گئے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا۔ میاں مسجد میں آلات معصیت ان اہل سماع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ جواب میں کیا کہتے ہیں کہ آپ بھی تو آلات زنا لئے ہوئے مسجد میں آئے ہیں۔ کیا بیہودہ جواب ہے۔ جس چیز کو انہوں نے آلہ معصیت کہا ہے وہ آلہ معصیت کہاں ہے آلہ معصیت تو وہ چیز ہے جو وضع کیا جاوے معصیت کے واسطے اور یہ معصیت کے لئے وضع نہیں کیا گیا یہ تو ایک حلال ضرورت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یوں کوئی سوء استعمال معصیت کا ذریعہ بنا لے تو اس سے وہ آلہ معصیت تھوڑا ہی ہوگیا۔ بخلاف آلات غناء کے کہ وہ تو موضوع ہی ہوئے ہیں۔ معصیت کے لئے دوسرا فرق یہ ہے کہ اس میں تو ضرورت ہے اس کو جدا کیسے کرسکتا ہے۔ تیسرے اپنے معدن میں ہے۔ معدن میں ہونا ایسا مؤثر ہے کہ جو چیز اپنے معدن میں ہے اس پر نجاست کا حکم نہیں۔ کیا جاتا مثلاً پیشاب ہے، پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اس پر نجاست کا حکم نہیں اس لئے کہ وہ اپنے معدن میں ہے۔

تصوف آسان، فقہ مشکل

(ملفوظ ۲۵۱) ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں سب علوم سے زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب سے زیادہ مشکل فقہ کو۔

اعلاء السنن کا کام

(ملفوظ ۲۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ دین کا بعض کام جو یہاں پر ہوا ہے وہ بڑی

جگہوں میں بھی نہیں ہوا۔ امام صاحب کے مذہب کی تائید میں حدیثیں جمع کی گئیں اس سلسلہ کا نام اعلاء السنن ہے۔ ان احادیث پر نظر نہ ہونے سے غیر مقلدوں کو تو شبہ تھا ہی مگر بعض حنفیوں کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ امام صاحب کا مذہب قرآن و حدیث کے مطابق نہیں۔ الحمد للہ کہ کتاب مذکور کے تدوین سے یہ ظاہر ہو گیا کہ کوئی مسئلہ بھی امام صاحب کا قرآن و حدیث کے خلاف نہیں گو اس میں بہت وقت اور بہت کچھ روپیہ صرف ہوا مگر حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کو انجام کو پہنچایا۔ الحمد للہ

چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب کا حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جائے باقی اور سب چیزیں اس کے تابع ہیں اور یہ پیدا ہوتا ہے اس وقت جب شیخ کامل کی تعلیم پر بے چون و چرا عمل کرے۔ شیخ اسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے۔ اقویا کے لئے اور تجویز ہوتی ہے۔ ضعفاء کے لئے اور جیسا جس کے لئے تجویز کردے اس کو چاہیئے کہ وہ اسی میں اپنی مصلحت سمجھے اصل چیز تو وہی ہے کہ جس کو میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ قلب کا صحیح تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے۔ بس یہی اصل طریق ہے باقی سب کچھ اسی کے پیدا کرنے کی تدابیر ہیں۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ہندو مسلم اتحاد کی شرائط

(ملفوظ ۲۵۴) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر ہندو مسلمان باہم حاکم محکوم نہ ہوں۔ بلکہ باہم مساوات ہو تو اس وقت مل کر ہندوؤں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ فرمایا قواعد سے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر اس وقت تجربہ کی بنا پر یہ دیکھا جائیگا کہ اشتراک میں نفع کس کو ہوگا اور ضرر کس کا۔ سو یہ تجربہ یہی کہہ رہا ہے کہ اگر صرف ہندو مسلمان کے ہاتھ میں حکومت آجائے اور تیسری قوم کے بے دخل ہو جانے میں کامیابی بھی ہو جائے تب بھی وہ حکومت ہندوؤں کی ہوگی۔ مسلمانوں کی نہ ہوگی۔ ایک تو ترکیب کی خاصیت سے دوسرے ان کی اکثریت کی وجہ سے تیسرے ان کے طبائع کی حالت پر نظر کر کے اور عقلی طور پر بھی مقصود حکومت عادلہ آمنہ ہے اور ہندو مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ عدل ہو، امن ہو جیسا کہ ہندوؤں کی کارگزاریوں سے اس وقت ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹانا چاہتے ہیں یہ اپنے اس دلی مزاق

سے باز نہ آئیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فساد اور خونریزی ہوگی اور جو مقصود ہے حکومت سے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اسی بناء پر میں نے تحریکات کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے کہا تھا کہ اول تو کامیابی موہوم اور اگر ہوئی بھی تو ہندوؤں کی ہوگی۔ اور اگر مسلمانوں کو بھی ہوئی تو تم جیسے مسلمانوں کی نہ ہوگی۔ غور کرو کہ وہ کامیاب کس قسم کے مسلمان ہوں گے۔ بددین ملحد فرعون ہامان پھر دیکھنا تمہاری کیا گت بنتی ہے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ظاہری تقوی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کا ظاہری تقوی طہارت دیکھ کر دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ جبتک اس سے معاملہ نہ پڑا ہو بدون اس کے کیا خبر ہے کہ کیا حالت ہے حضرت عمر فاروقؓ کے اجلاس میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا اس مقدمہ میں ایک شاہد کہ متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے حاضرین سے سوال کیا کہ کوئی اس کو جانتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں۔ نیک ہے دریافت فرمایا کہ کبھی سفر میں تمہارا اس کا ساتھ ہوا ہے کہا نہیں فرمایا کہ کبھی اس سے دوستد کا معاملہ ہوا ہے عرض کیا نہیں فرمایا کہ کبھی اس کے پڑوس رہے ہو کہا نہیں بس معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اسے مسجد سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا۔ عرض کیا جی ہاں فرمایا تو تم نہیں جانتے۔

محبین مال ظاہراً متقی ہوتے ہیں

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبین مال اکثر ظاہری متقی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ معصیت میں روپیہ صرف ہوتا ہے اور یہ ان سے ہو نہیں سکتا۔

غیروں میں شادی کرنے کا نقصان

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لڑکی کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ بڑے بڑے عالی دماغ اور آزاد لوگ اس معاملہ میں مغلوب ہوجاتے ہیں۔ محض اپنی لڑکی کے خیال کی وجہ سے بعض اوقات ذلت گوارا کرنی پڑتی ہے۔ یہ ایسا نازک تعلق ہے کہ کچھ بنائے نہیں بنتا پہلے بزرگ جو غیر خاندان میں تعلق نہیں کرتے تھے اس کا منشاء کبر نہ تھا۔ بلکہ واقعات کی بنا پر ایسا کرتے تھے اس میں بڑی مصلحت تھی کہ غیروں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح رائے تھی۔

آمدنی اختیار میں نہیں مگر خرچ اختیار میں ہے

(ملفوظ ۲۵۸) فرمایا کہ ایک مہتمم مدرسہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ خرچ مدرسہ کا بڑھا ہوا ہے اور آمدنی

ہے نہیں سخت پریشانی ہے فرمایا میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اسکی وجہ تو ہوئی نہیں کہ فلاں خاص پیمانہ پر ہوتو مدرسہ کہلائیگا ورنہ نہیں ۔ ارے بھائی کام کم کردو خرچ خود کم ہو جائے گا ۔ اور اگر بالکل بھی آمدنی نہ ہو مدرسہ بند کردو کوئی فرض نہیں واجب نہیں اور ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا تو اختیاری بات نہیں مگر خرچ کا کم کردینا اختیاری بات ہے ۔ ایک رئیس تھے میرٹھ میں انہوں نے بڑے کام کی بات کہی تھی کہ لوگ عموماً آمدنی بڑھانے کی فکر کرتے ہیں جو غیر اختیاری ہے خرچ گھٹانے کی فکر نہیں کرتے ۔ جو اختیاری ہے واقعی بڑے کام کی بات کہی ۔ اکثر دنیا داروں کو تو ایسی حکمت کی باتیں سوجھتی بھی ہے ان کو تو اپنے تنعم اور عیش ہی سے فرصت نہیں ملتی ۔

ایک گائے کے آٹھ حصے

(ملفوظ ۲۵۹) فرمایا کہ ایک بڑے تماشہ کا خط آیا ہے ۔ لکھا ہے کہ ایک گائے قربانی کے لئے خریدی تھی ۔ اس میں آٹھ حصہ دار ہو گئے تھے ۔ جب ذبح کر چکے تب معلوم ہوا کہ آٹھ حصہ دار ہیں تو کیا اگر اب ایک کو الگ کردیں تو قربانی صحیح ہو جائے گی یا نہیں ۔ اس پر فرمایا کہ اس الگ کردینے پر یاد آیا کہ ایک شخص نماز میں ایک ٹانگ الگ اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا جب نماز ختم کر چکا کسی نے پوچھا کہ میاں یہ ٹانگ الگ کئے ہوئے نماز کیوں پڑھ رہے تھے ۔ کہتا ہے کہ اس ٹانگ میں نجاست لگی تھی اور نماز کا وقت تھا تنگ دھو سکا نہیں ۔ اس وجہ سے اسکو نماز سے الگ کردیا ۔ قربانی کے بعد ان کا آٹھواں حصہ دار کو الگ کردینا بھی ایسا ہی ہوگا ۔ لوگوں میں فہم اور عقل کا تو بالکل نام ونشان نہیں رہا ۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

اصلاح ضروری ہے بیعت ضروری نہیں

(ملفوظ ۲۶۰) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت والا کہ دریافت فرمانے پر بھی نہ اپنا پورا تعارف کرایا ۔ نہ ضروری سوالات کا جواب دیا ۔ اس پر حضور والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو انسان سمجھے گا نہیں ۔ اس کی طلب کی کیا خاک کرے گا ۔ سب سے پہلے طریق کی حقیقت کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے تب آگے بڑھے میرے یہاں مرید ہونے میں اس واسطے دیر لگتی ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائے ۔ حقیقت سمجھ لینے کے بعد پھر مریدی کا مضائقہ نہیں مگر لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں ۔ اور بدون

کسی چیز کے سمجھے ہوئے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے اس میں قدم رکھنا نہایت غلطی ہے محض مرید ہونا کافی نہیں بلکہ اس کی تو ضرورت ہی نہیں ۔اصل ضرورت تو کام کرنے کی ہے اور وہ بلا مرید ہوئے بھی ہوسکتا ہے اور اس میں وہی نفع ہوتا ہے ۔جو مرید ہو جانے کے بعد کام کرنے سے ہوتا ہے ۔معلوم نہیں لوگ بیعت پر اسقدر اصرار کیوں کرتے ہیں یہ تو محض رسم ہی رسم ہے ۔اصل چیز کام کرنا ہے اور اگر محض برکت سمجھتے ہیں تو قرآن پاک کی تلاوت میں نفلیں پڑھنے میں اس سے زیادہ برکت ہے اس کو اختیار کریں یہاں پر تو کام کرنے والوں کی کھیت ہے ویسے ہی جمع کر کے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنا ہے یا محض نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے کہ ہمارے اسقدر مرید ہیں اور اگر کسی کو محض ہو یہ ہی مقصود ہے تو ایسے پیر بھی بکثرت ہیں ۔ انکے یہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں ۔ مریدوں کے نام مع نشان درج کئے جاتے ہیں ۔جاؤ وہاں کسی قسم کی روک ٹوک بھی نہیں ۔خواہ مرید کے کیسے ہی افعال ہوں ۔صرف اس کی ضرورت ہے کہ ششماہی یا سالانہ فیس ادا کردو اور جب تک پیر کے پاس رہو دونوں وقت لنگر میں کھانا کھاؤ اور یہ لنگر بازی بھی ایسی ہی جگہ ہوتی ہے ۔ جہاں اس قسم کی رسمی آمدنی ہو ۔ ہم بیچارے غریب آدمی ہمارے یہاں ایسی رسمی آمدنی کہاں ۔ ہم کو تو اگر دیتا بھی ہے تو اس میں سوفی نکالی جاتی ہیں کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہوگا کہ ایک دومنی آرڈر واپس نہ ہوتا ہو ۔ میں اپنے آپ کو مستغنی نہیں کہتا مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ بے طریقہ اور بے اصول اگر کوئی دیتا ہے لیتے ہوئے غیرت آتی ہے ۔اگر کسی کو دینا ہو طریقہ سے دے لینے سے انکار نہیں یہ ہیں وہ باتیں جن کی وجہ سے میں سخت مشہور ہوں ۔اور بدنام ہوں ۔ خیر بدنام کیا کریں میری جوتی سے کیا میں نہیں سمجھتا کہ اس طرز معمول میں میری آمدنی کا نقصان ہے ۔ میں کوئی دیوانہ تھوڑی ہی ہوں کہ میں اپنا نقصان چاہوں مگر لعنت ہے اس نفع پر کہ طالب تو جہل میں مبتلا رہے اور میں رقمیں اینٹھا کروں ۔میرے اس طرز سے میرے دو نقصان ہیں ۔ایک مال کا اور ایک جاہ کا ۔مال کا تو یہ نقصان کہ وہ لوگ پھر نہ دیں گے اور جاہ کا یہ نقصان کہ لوگ غیر معتقد ہو جائیں گے ۔مگر بلا سے غیر معتقد ہو جائیں ۔ میں اپنے طرز کو نہیں بدل سکتا ۔ اور متعارف اخلاق مجھ سے نہیں اختیار کئے جاتے اگر یہ طرز کسی کو نہ پسند ہے ۔یہاں نہ آے اور اگر آتا ہے تو جس طرح ہم کہیں گے چلنا پڑیگا ۔ اتباع کرنا پڑیگا ۔ لوگ چاہتے ہیں کہ مرید کر کے یونہی آزاد چھوڑ دو ۔ جیسے ہندو سانڈھ چھوڑ دیتے ہیں ۔ میں بداخلاق ہوں ۔مگر دوسروں کے اخلاق کو درست کر دیتا ہوں ۔ پھر اسکی رفتار سے گفتار سے نشست برخاست سے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے کسی کو تکلیف نہیں

پہنچ سکتی۔ ایک پکے اور سچے مسلمان کی جو شان ہوتی ہے الحمدللہ وہ اسکے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر آجکل لوگوں نے بزرگی کا انحصار صرف تسبیح میں نفلوں میں ٹخنوں سے اونچے پاجامہ میں گھٹنوں سے نیچے کرتہ میں کر رکھا ہے۔ خواہ باطن کتنا ہی گندہ ہو جس کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

سبحہ بر کف توبہ برلب دل پراز ذوق گناہ　　　معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

(ہاتھ میں تسبیح زبان سے توبہ توبہ۔ اور دل گناہ کے لطف سے بھرا ہوا ہو۔ تو گناہ کو بھی ہماری استغفار پر ہنسی آتی ہے۔)

اور دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پُر حلل　　　واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　　وز درونت ننگ می دارد یزید

ظاہری حالت تو ایسی۔ جیسے کافر کی گور پر پر تکلف غلاف ہوں۔ اور باطنی حالات ایسے جو خدائے عزوجل کے قہر کے موجب ہیں۔ ظاہری حالت تو ایسی کہ حضرت بایزید بسطامی پر بھی طعنہ کرتے ہو کہ وہ بھی ایسے نہ تھے جیسے ہم ہیں اور تمہارے باطنی حالات ایسے ہیں۔ یزید بھی شرما جاوے کہ اتنا شقی تو میں بھی نہیں۔

حضرت اصلاح تو اصلاح کے طریقہ سے ہی ہوتی ہے اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو حساب ہم گھر سے لگا کر چلے ہیں۔ اس میں فرق نہ آئے۔ اسکا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ دوسرا ہمارے تابع رہے۔ ہم کو کسی کا اتباع نہ کرنا پڑے تو پھر گھر سے لانے کی تکلف ہی کیوں گوارا فرمائی۔ گھر پر رہتے آزاد رہتے تو بلانے تو نہ گیا تھا کیا مرید ہونا کوئی پالا چھونا ہے۔ نام ہو جائے گا کہ ہم بھی مرید ہو گئے۔ اس سلسلہ میں بکثرت لوگ آتے ہیں۔ خطوط بھی آتے ہیں مگر سب کے سب اس جہل عظیم میں مبتلا ہیں کہ مرید کر لو اور عجیب بات یہ ہے کہ اگر میں مقصود کا طریقہ بتلاتا ہوں تو اس میں بھی باتیں بنا کر اینچ پینچ لگا کر پھر نتیجہ میں وہی بیعت کرے۔ بیعت کوئی فرض ہے۔ واجب ہے جو اس قدر اصرار ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اب یہ قید لگائی ہے کہ اگر یہاں آؤ تو مکاتبت مخاطبت بھی نہ کرو بلکہ خاموش بیٹھے باتیں سنا کرو تا کہ طریق کی حقیقت تو تم کو معلوم ہو جائے مگر بعضے ذہین ہیں کہ خاموش بیٹھے رہنے کی شرط پر آتے ہیں مگر پھر گڑبڑ کرتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں یا تو لوگوں میں فہم کا قحط ہے یا مجھ کو عقل کا ہیضہ مگر ہر

حال میں قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہوسکتی لہٰذا ایسوں سے کہہ دیتا ہوں کہ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کرلو مجھ سے تم کو مناسبت نہیں اور یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بلا مناسبت نفع نہیں ہوسکتا۔ ایسی کھلی حقیقت پر بھی اگر کوئی برا بھلا کہے تو کہا کرے مجھ سے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر کسی کو مجھ سے تعلق رکھنا ہے تو اس کو اس کا مصداق بننا چاہیئے۔

یا مکن با پیلباناں دوستی　　　یا بنا کن خانہ برانداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی　　　یا فرو شو جامہ تقوی بہ نیل

(یا تو فیلبان سے دوستی مت کرو یا پھر گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے اور یا تو چہرہ پر عاشقی کی علامت مت ظاہر کرو۔ اور اگر کرتے ہو تو جامہ تقوی کو دریائے نیل میں دھولو کہ عاشقی کے ساتھ تقوی کہاں رہ سکتا ہے۔

قبول ہدیہ سے انکار

(ملفوظ ۲۶۱) ایک صاحب نے پرچے کے ذریعہ سے حضرت والا سے درخواست کی کہ میرا جی چاہتا ہے پنج روپیہ پیش کرنے کو ان صاحب نے بھی بذریعہ خط حاضری کی اجازت چاہی تھی۔ اور اس ہی شرط پر اجازت ملی تھی کہ یہاں پر آ کر مجلس میں خاموش بیٹھے رہو۔ مکاتبت مخاطبت نہ کرو۔ اور ان کی تعلیم حضرت والا کے ایک اجازت یافتہ صاحب کے سپرد تھی۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہ تھی۔ تو یہ پرچہ لکھنا مکاتبت مخاطبت میں داخل نہیں ہے اور کیا یہ صریح امر کی مخالفت نہیں ہے۔ عرض کیا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اصلاح کے متعلق مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں۔ فرمایا کہ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا اور یہ اجتہاد کیسے کرلیا۔ نیز اصلاح تو دین ہے اور روپیہ دینا دنیا ہے تو جب دین ہی کے لئے اجازت نہ تھی مکاتبت مخاطبت کی تو دنیا کے لئے تو کیسے ہوسکتی ہے۔ کیا مجھ کو آپ نے بے حس، بے غیرت، بے شرم، بے حیا، سمجھا ہے۔ دوسری تکلیف مجھ کو یہ ہوئی کہ میں نے آپکو مکاتبت مخاطبت کی بھی اجازت نہ دی اور آپ مجھ کو روپیہ دیں تو کیا مجھ کو غیرت نہ آئے گی کہ ایک شخص تو میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہے اور میں اسکے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہوں۔ تیسرے محسن کا خوامخواہ قلب پر اثر ہوتا ہے تو میں آزادی سے تمھاری اصلاح نہیں کرسکتا اس وقت تم نے مجھ کو سخت تکلیف پہنچائی۔ بے حد دل دکھایا یہ تمھارے نفس کا کید ہے۔ تم یہ سمجھے کہ روپیہ لیکر نرم ہوجائے گا۔ مراعات کرے گا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دل

چاہتا ہے کہ ہماری طرف سے بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے اسکا دل خوش ہو۔ غرض تم نے کئی طرح کی تکلیف دی۔ ایسی حالت میں تمہارا روپیہ لینا کیا بے غیرتی اور بے حیائی نہیں ہے۔

شمشیر وسناں اول

(ملفوظ ۲۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی اصلی کام نہ زراعت ہے نہ تجارت ہے ان کا کام تو شمشیر زنی ہے اور تجارت وغیرہ کے کام تو ہندوؤں کے ہیں۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ مسلمان ڈنڈی نہیں اٹھا سکتے۔ ان کا کام حکومت تھا۔ اگر کہیں مقاتلہ کا مقابلہ ہو یا پولیس اور فوج میں بھرتی کی ضرورت ہو یہ کام ان کا ہے اور ڈنڈی اٹھانے کا کام ہندوؤں کا فرمایا کہ اس کا ایک راز ہے وہ یہ کہ فطری مناسبت اسی چیز سے ہوتی ہے جو آباء اجداد کا پیشہ ہو۔ چنانچہ مسلمانوں میں بھی بعض ایسی نومسلم قومیں ہیں جن کا آبائی پیشہ تجارت ہے۔ ان کو اصول تجارت خوب یاد ہیں اور قریب قریب تمام قوم متمول ہے۔

ایک طالبعلم کی طلب سفارش پر نصیحت

(ملفوظ ۲۶۳) ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو مہتمم مدرسہ دیوبند نے ایک غلطی پر مدرسہ سے خارج کر دیا۔ حضرت والا ایک سفارشی خط تحریر فرمادیں کہ وہ مجھ کو مدرسہ میں داخل فرمالیں فرمایا کہ مجھ کو واقعہ کا علم نہیں کہ وہ غلطی کیا ہے۔ جس کی وجہ سے تم کو مدرسہ سے نکالا گیا۔ دوسرے یہ بتاؤ کہ مدرسہ کے قواعد ہی کے ماتحت فرمایا کہ تو اب سفارش کا مطلب یہ ہوگا کہ قواعد کوئی چیز نہیں۔ جس کو جی چاہا خارج کر دیا۔ جس کو جی چاہا داخل کر لیا اور بڑی بات تو یہ ہے کہ واقعہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں کہ وہ غلطی ثقیل ہے یا ثقیل نہیں آیا وہ کسی کہ لئے مضر ہے یا مضر نہیں۔ نیز آئندہ احتمال اس غلطی کے ہونے کا ہے یا نہیں۔ اس کو تو مہتمم مدرسہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تم ایک عرصہ مدرسہ میں رہ چکے ہو۔ وہ تمہاری حالت سے بخوبی واقف ہیں۔ سفارش کس بنا اور کس اطمینان پر کروں۔ دوسرے یہ کہ میں سفارش کے باب میں بہت محتاط ہوں اگر کوئی کام واجب ہو تب تو سفارش مطلقاً جائز ہے۔ باقی مباح میں بھی آجکل میاں سفارش کو جائز نہیں سمجھتا۔ مخاطب پر ایک قسم کا بار ڈالنا ہے جو شرعاً بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسی سفارش ہو کہ یقین ہو کر مخاطب بالکل آزاد رہیگا چاہے عمل کرے یا نہ کرے یہ شفارش بے شک جائز ہے اور یہ سفارش حقیقت میں مشورہ کی ایک فرع ہے۔ باقی جس سفارش میں یہ احتمال بھی ہو کہ مخاطب خلاف نہ کر سکے گا۔ ایسی سفارش تو گویا کہ تنگ کرنا ہے۔ اسکو میں شرعاً جائز نہیں سمجھتا۔ پھر ان طالب علم کی طرف حضرت

والا متوجہ ہو کر نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میں ایک بات بتلاتا ہوں۔ محض تمہاری ہمدردی اور خیر خواہی کی بناء پر وہ یہ کہ سفارش کا تو اکثر اثر بھی اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ تم خود جا کر ہاتھ پاؤں جوڑ کر معافی چاہو اس سے اکثر اوقات اچھا اثر ہوتا ہے۔ دل پگھل جاتا ہے اور سفارش پر اگر داخل ہو بھی گئے اور پھر کوئی نہ کوئی بات ہو گئی تو سفارش کرنے والے پر بھی الزام کہ صاحب ایسے شخص کی سفارش کی پھر کہاں سے سفارش لاؤ گے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہر وقت اپنے پاس ہے فوراً معافی چاہ لی جاؤ یہی کرو انشاء اللہ تعالیٰ اثر اچھا ہوگا۔ اور میں دعا بھی کرتا ہوں۔

۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

بچوں کی شوخی شرارت محبوب ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۶۴) ایک صاحب نے اپنے لڑکے سے کہا جس کی عمر تقریباً سات یا آٹھ سال کی تھی کہ حضرت کو سلام کرو فرمایا کہ ان کا یہی اسلام ہے۔ جس میں یہ خوش رہیں فرمایا کہ اسلام پر یاد آیا۔ حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ ہم تمہارے لڑکوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت ہیں نازک مزاج اور لڑکے ہوتے ہیں شوخ اور شریر ایسا نہ ہو کہ بے ڈھنگا پن کریں اور حضرت کے مزاج کے خلاف ہو اس سے حضرت کو تکلیف پہنچے کوئی بہانہ کر کے ٹال دیا۔ حضرت نے پھر دریافت فرمایا اب یہ سمجھے کہ بدون لڑکوں کے لائے پیچھا نہ چھوٹے گا۔ آخر لائے اور لانے سے پہلے ان کو تعلیم دی کہ دیکھو نیچی نظر کئے بیٹھے رہنا جو بات حضرت پوچھیں مختصر جواب دینا کوئی حرکت خلاف متانت نہ کرنا۔ اب آئے تو حضرت نے ان سے خوش مزاجی کی باتیں شروع کیں اب وہ لڑکے ہیں کہ سر نیچا کئے بیٹھے ہیں۔ کچھ حرکت نہیں کرتے حضرت نے بے حد کوشش کی کہ یہ کھلیں مگر ان میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے۔ عرض کیا کہ حضرت یہ حاضر تو ہیں فرمایا کہ یہ لڑکے ہیں یہ تو تمہارے بھی باوا ہیں۔ لڑکے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی ہمارا عمامہ اتار لے جاتا۔ کوئی گود میں چڑھ بیٹھتا کوئی کندھے پر سوار ہو جاتا ہے۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم اور عادل ہوتے ہیں اس قدر تو نازک مزاج مگر بچوں سے وہی چاہتے تھے جو ان کا زیور ہے۔ شوخی شرارت کیونکہ ان کی تو یہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں۔

اپنی غلطی کی تاویل نہ کرنا سچی محبت کی دلیل ہے

(ملفوظ ۲۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے سچی محبت ہو تو کبھی اس کے سامنے

اپنی غلطی کی تاویلیں نہیں کر سکتا۔ محبت کا یہی اقتضاء ہے کہ وہ محبوب سے اونچ نیچ نہیں کرتا ایسا کرنا خود علامت ہے۔ عدم محبت کی۔ غزوہ تبوک میں بعض صحابہ شریک نہ ہوئے تھے۔ جس وقت حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو منافقین نے تو تاویلیں کیں۔ کسی نے کہا بیوی بیمار تھی۔ کسی نے کہا کہ کھیتی پک رہی تھی مگر کعب ابن مالک جس وقت حضور کے سامنے آئے کچھ بھی تاویل نہیں کی اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی اور بادشاہ کے سامنے ہوتا تو ایسی بات بناتا کہ مجھ پر جرم ثابت نہ ہوتا مگر سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا۔ محض سستی تھی۔ حضور نے فرمایا انہوں نے سچ بولا ہے حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس سے نہ بولے اور دو صحابی اور بھی تھے۔ ان کا بھی یہی معاملہ ہوا ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ جب حضرت کعب بن ابن مالک نے سچ بول دیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ان سے بولنے کو کیوں منع فرمادیا۔ فرمایا کہ حضور اپنی طرف سے تھوڑا ہی کچھ کر رہے تھے جو وحی سے حکم ہوتا تھا۔ فرمادیتے تھے نیز پورے طور پر پاک کس طرح ہوتے بعض زخم تو آپریشن ہی سے صاف ہوتا ہے۔ غرض پچاس دن تک اسی حالت میں رہے۔ ایک مسلمان بھی ان سے نہیں بولا بڑا طویل قصہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس زمانہ میں بڑی فکر یہ رہی کہ اگر میں حضور کے سامنے مر گیا۔ اسی حالت میں تو حضور میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے۔ اور اگر حضور کی میرے سامنے وفات ہوگئی تو پھر مجھے عمر بھر کوئی مسلمان نہیں بولے گا میں ساری عمر یونہی رہا یہ یقین کے ساتھ اتنا جانتے تھے کہ صحابہ اس قدر جان نثار ہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی حضور کے حکم کے خلاف نہ کریں گے اور آجکل یہ رنگ ہے کہ لوگ اپنے مشائخ کے ساتھ تاویلیں کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ میرے سامنے اپنی غلطی کی کوئی تاویل کرتا ہے میں تو کہہ دیتا ہوں کہ جب تم میں یہ امراض نہیں تو پھر آئے کیوں اور اصل سبب ان تاویلات کا یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے سامنے بات کھل گئی یا امراض ظاہر ہوگئے تو اس کی نظر میں ہماری حقارت اور ذلت ہوگی۔ استغفر اللہ کیا ایسا شخص کسی کو ذلیل سمجھے گا جو خود ہی اپنے کو سب سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہے۔ اور سب کو معزز سمجھتا ہو فضول اسکے سامنے معزز بنا چاہتے ہیں۔

عشق عجیب چیز ہے

(ملفوظ ۲۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں نے بڑا خیال رکھا ہے کہ ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ان کو کوئی پہچانے نہیں۔ حیدرآباد کے ایک بزرگ تھے اجمیر میں ناشناسائی کی حالت میں

ریاضات مجاہدات میں لگے رہے اور بارہ برس تک پاخانہ کمایا کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔ عشق بھی عجیب چیز ہے کیا کچھ نہیں کرا دیتا۔

ایں چنیں شیخ گدائے کو بہ کو عشق آمد لا ابالی فا تقوا

(ایسا شیخ کامل اور عشق کی بدولت گلی گلی میں فقیر بنا پھرتا ہے۔ عشق میں جو شان استغناء ہے لہذا اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ذرا ہوشیار رہنا۔)

اس عشق اور محبت کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک قاری صاحب تھے۔ ریاست رامپور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خرچ پاس نہ تھا سفر شروع کیا۔ دن کو روزہ رکھتے۔ پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے کچھ چنے ساتھ لے لئے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرما لیتے غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے۔ کوئی جہاز تیار ہوا کپتان جہاز سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس ہے نہیں۔ ہم کوئی نوکری جہاز میں دیدو۔ اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول ہی نہ کر سکیں۔ کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کہ محض بھنگی ہی کا کام نہیں اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالی سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا۔ اب آگے آپ کا کام ہے۔ مجھ میں قوت دیدیجئے پس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اونچا اٹھا لیا تب تو کپتان جہاز مجبور ہوا۔ انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا۔ شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے۔ ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان جہاز اس طرف آ نکلا۔ قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے۔ انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے۔ کہا کہ قرآن پوچھا کہ قرآن کس کو کہتے ہیں کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا کہ ہر شخص نہیں سیکھ سکتا۔ اسکے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اس پر کہا کہ ہم غسل کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا۔ باطنی غسل کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے سے ہوتا ہے یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھلا دو انہوں نے

بھلا دو اور وہ اسکو یاد کرتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا۔ میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے کہا نہیں پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا آج کیا مدت ہوئی اول تو کچھ گھبرایا۔ اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہوتے ہیں اور میم سے کہہ دیا کہ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ اس نے انکار کیا۔ آخر جدہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہولیا۔ اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آبرو مال و جان سب کچھ دے سکتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم میں اسی کی کمی ہے۔ ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

قصبات میں عورتوں کی عفت

(ملفوظ ۲۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل جہاں جہاں اس جدید تعلیم کا اثر ہو گیا ہے وہاں عورتوں کی حالت بھی بدلنے لگی ہے۔ مگر بحمد للہ ان قصبات میں ابھی تک اکثر حیا شرم والی ہیں۔ بلکہ باہر پھرنے والی بھی اکثر عفیف ہوتی ہیں۔ واقعی اس نواح کی عورتیں حوریں ہیں۔ جن کی شان میں آیا ہے۔ " فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ " (کہ وہ ایسی ہونگی کہ شوہروں کے سوا کسی مرد کی طرف نگاہ نہ اٹھائی ہوگی) یہاں کی عورتیں بھی ایسی عفیف ہیں ان میں کافی حیاء اور شرم ہے۔

عقیقہ میں حدود کی قید مستحب ہے

(ملفوظ ۲۶۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقیقہ میں جو لڑکے اور لڑکی کے لئے جانور کی عدد کی قید ہے تو کہا یہ بھی قید ہے کہ لڑکی کے لئے مونث اور لڑکے کے لئے مذکر ہو فرمایا کہ یہ قید نہیں اور عدد کی قید بھی مستحب ہے۔ واجب نہیں۔

اب مولوی ہونا بھی جرم ہو گیا ہے

(ملفوظ ۲۶۹) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں تو مولویوں کے اعتراض کرنے والوں میں بھی ایک خوبی ثابت کیا کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ مولویوں کو یہ لوگ مقدس سمجھتے ہیں۔ جب ہی تو تقدس کے خلاف پرواویلا مچاتے ہیں اور مولویوں کا بھی اس میں نفع ہے اس لئے اعتراض ہونا ہی اچھا ہے۔ اسی اعتراض کی وجہ سے مولوی لوگ بچیں گے گو معترضین کی نیت یہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک تو خود آجکل مولوی ہونا جرم ہے۔ ان کو مولویوں سے عناد ہے ان سے عداوت کرتے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیوب چپکاتے ہیں۔

بزرگوں اور امراء کے خدام میں فرق

(ملفوظ ۲۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کے خادم واقعی خادم ہوتے ہیں اور امراء کے خادم خادم نہیں ہوتے۔ محض اجیر اور خودغرض ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے خادم خواہ بیوقوفی سے کچھ گڑبڑ کردیں مگر نیت فاسد نہیں ہوتی۔ جو خدمت کرتے ہیں۔ محبت سے کرتے ہیں۔

کتابوں سے پیدا ہونے والی بزرگی میں غلو ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور ایک جو کتب بینی سے مکتسب ہوتی ہے۔ اس دوسری قسم میں اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہیں ہوتی۔ کوئی خاص رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ ہر بات میں غلو کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اسلامی قانون کی خوبی اور حضرت عمرؓ کا کمال عقل

(ملفوظ ۲۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جج تھا۔ وہ انگریزی قانون اور اسلامی قانون کا موازنہ کیا کرتا تھا۔ اس کے یہاں ایک مقدمہ آیا۔ ایک شخص نے بیوی کو قتل کیا تھا۔ اور اس کے ایک سات سال کی بچی تھی ورثاء مقتول کا قصاص نہیں لینا چاہتے تھے اور قانون میں یہ معافی جائز نہ تھی۔ سزائے موت ضروری تھی۔ اس پر جج نے کہا کہ یہاں اسلامی قانون کی ضرورت ہے۔ یعنی معافی جائز ہونا چاہیئے ورنہ ماں تو یوں گئی اور باپ یوں گیا۔ تو اب اس کی پرورش کون کرے گا۔ مگر چونکہ قانون حکومت اس کے خلاف تھا۔ اس نے روئداد بدل دی اور اسکو رہا کردیا۔ اسی موازنہ کے مناسب ایک اور انگریز کا قول یاد آیا۔ اس کے پاس ایک صاحب سررشتہ دار تھے۔ ان سے اس انگریز نے کہا تھا کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے متعدد بیدار مغز کام کررہے ہیں اور تقریباً ڈیڑھ سو برس حکومت کرتے ہوگئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیرہ برس میں انتظام کی جس حد تک پہنچے ہماری جماعت نہیں پہنچے۔ انہوں نے کہا اب تو آپ قائل ہوں گے کہ ان کے ساتھ یہ تائید غیبی تھی۔ اس نے کہا یہ تو آپ کا عقیدہ ہے مگر ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اعلیٰ درجہ کے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے یہاں عقل کے ایسے ہی درجہ کا نام تائید حق ہے اسی عقل کے متعلق سفیر اسلامی نے ہرقل کے دربار میں جب اس نے حضرت عمر کی حالت کے متعلق پوچھا وہ چھوٹے چھوٹے جملے حضرت عمر کی تعریف میں کہے تھے۔ لا یخدع ولا یخدع (وہ نہ دھوکہ دیتے ہیں نہ دھوکے میں آتے ہیں) اس سے ہرقل جو کچھ سمجھا وہ بھی قابل تعریف ہے۔ چنانچہ اس نے اہل دربار سے کہا کہ تم کچھ سمجھے لَا یَخْدَعُ خلیفہ کے دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے وَلَا

یَـخۡدَعۡ ان کے فراست اور عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور جس شخص میں دین اور عقل جمع ہوں گے وہ سارے عالم پر غالب آ کر رہے گا۔

ذوقیات کا بیان کرنا مشکل ہے

(ملفوظ ۲۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہ بعض چیزیں ایسی ہی ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔ محض وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں اور اس طریق میں زیادہ چیزیں ایسی ہی ہیں جن کے بیان پر قدرت نہیں۔ یہی شان ان حضرات کے کمالات کی ہے کہ نہ انکی تعبیر ہوسکتی نہ نقل اسی کو فرماتے ہیں۔

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

ہزار نکتہ بار یکتر ز مو اینجائیست

نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

(یہ بات نہیں ہے کہ جس نے بناؤ سنگھار کرلیا وہ ادائے معشوقانہ بھی جانتا ہو۔ نہ یہ ہے کہ جس کے پاس آئینہ ہو وہ سکندر بھی ہو۔ یہاں راہ سلوک میں ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں۔ صرف سر منڈانے اور درویشوں کا ظاہری لباس پہن لینے سے قلندری کا علم نہیں ہوتا۔) اور فرماتے ہیں

شاہد آن نیست کہ موئے ومیانے دارد بندہ طلعت آن باش کہ آنے رارد

(حسن کے لئے زلفیں دراز ہونا اور کمر کا پتلی ہونا کافی نہیں اس محبوب کے طلبگار بنو جس میں ادائیں ہو۔) اور فرماتے ہیں۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو کھینچ دے گا مگر میں حیران ہوں کہ اس کے ناز وانداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا۔)

اور وہ ایک کیفیت ہے وہ مقال میں کس طرح آوے گی وہ تو حال ہے۔

حضور کی صحبت کا صحابہ کرام پر اثر

(ملفوظ ۲۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کا تو کمال ہے ہی مگر اصل کمال تو حضور کا ہے کہ آپ کی تھوڑی سی صحبت سے صحابہ کیا سے کیا ہوگئے اور ان کمالات کے ہوتے ہوئے آپ کی شان امیت ایسی ہے جیسے کسی ایسے حسین کی شان کہ اس کے بدن پر نہ تکلف کے کپڑے نہ بناؤ سنگار مگر

دلربائی کی یہ کیفیت ہو۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند   دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

(وہ محبوبان مجازی سب بناؤ سنگار کے محتاج ہیں۔ ہمارے محبوب کا حسن حسن خداداد ہے۔)

عورتوں کے سر منڈانے سے ڈاڑھی نکل آنا

(ملفوظ ۲۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فطری چیزوں میں دخل دینا حماقت اور عقلی ہے۔ امریکہ میں عورتوں نے سر منڈانا شروع کیا تو ان کے داڑھی نکلنا شروع ہوگئی۔ تب ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ واقعی عورتوں کے سر پر بال رہنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرف کے بخارات اس طرف کو نکلتے ہیں۔ وقوع ضرر کے بعد یہ حکمت سمجھ میں آئی ویسے کون ماننے والا ہے۔

آج کل کی متانت کبر سے ناشی ہے

(ملفوظ ۲۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کی متانت اکثر کبر سے ناشی ہوتی ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے مامون صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخی آدمی کی روح زندہ ہوتی ہے اور نفس مردہ اور متین آدمی کا نفس زندہ ہوتا ہے اور روح مردہ ہنسنا بولنا بے تکلف رہنا یہ روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ زیادہ باتیں یا زیادہ مزاح مت کرو۔ اس سے وقار جاتا رہتا ہے۔ یعنی اسکا ضروری درجہ جو کہ مصالح کے لئے مطلوب ہے اور خداداد ہوتا ہے۔ اس لئے اسکی حفاظت ضروری ہے لیکن اسکی حفاظت کسی خاص اہتمام و تکلف پر موقوف نہیں اور زیادہ باتیں کرنے سے مراد فضول گوئی ہے۔ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے قلب سے نورانیت جاتی رہتی ہے۔ دیکھا جاوے کس کو ترجیح دیتا ہے۔ اصل اور قوی تعلق اس سے سمجھا جاویگا ایسا تعلق دوسے نہیں ہوسکتا

وصول میں تاخیر حکمت کی بناء پر ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں حضرت حاجی صاحب کے پاس سے تازہ آیا ہوا تھا۔ طبیعت میں شورش بہت تھی۔ جی چاہتا تھا کہ جو کچھ ہونا ہو۔ یک دم ہو جائے۔ ایک بار اسی غلبہ میں چند مقدمات ذہن میں جمع ہو کر ایک سوال پیدا ہوا ایک مقدمہ یہ تھا کہ کامل درجہ کی نہ سہی مگر پھر بھی اپنی استعداد کے موافق طالب میں طلب بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس طلب کا ان کو علم بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ قادر بھی ہے۔ چوتھا یہ کہ وہ رحیم بھی ہے مگر باوجود ان دواعی کے اجتماع کے پھر وصول الی المقصود میں دیر کیوں ہوتی ہے۔ جب اشکال زیادہ بڑھا میں نے مثنوی کھولی تو

اس میں یہ اشعار نکلے۔ چارمی جو ید پے من درد تو (اس میں طلب کا ذکر ہے) میشو دم و دش آہ سرد تو (اس میں علم کا اثبات ہے) می توانم نہم کہ بے ایں انتظار رہ نمایم واد ہم راہ گذار (اس میں قدرت کا ذکر ہے) تا ازیں طوفان دوران وارہی بر سر گنج وصالم پانہی (اس میں لطف و رحمت کا بیان ہے ان سب مقدمات کے بعد یہ شعر ہے ؎

لیک شیرینی ولذات مقر ہست براندازہ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری کز غریبی رنج و محنت ہا بری

اس شعر میں ایک پانچویں چیز نکلی جو میرے ذہن میں نہ تھی اور وہ حکمت ہے جس میں جواب ہو گیا۔ اشکال کا یعنی ان دواعی کے ہوتے ہوئے دیر کی وجہ حکمت ہے۔

زیادہ محبت سے زیادہ رعب پیدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۷۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت زیادہ سبب ہوتی ہے۔ رعب کا کہ کہیں یہ ناراض نہ ہو جائے اگر محبت نہ ہو اور خوف محض ہو تو وہ رعب نہیں ہوتا بلکہ وحشت ہوتی ہے۔ رعب محبوب ہی کا زیادہ ہوتا ہے۔

سلسلہ مقبولیت اور حضرت میاں جی کا ذکر مبارک

(ملفوظ ۲۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کی مقبولیت اور نافعیت الحمد للہ کھلی ہوئی ہے۔ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہماری روشنی ہمارے بعد دیکھنا اب وہ روشنی کھلی آنکھوں نظر آ رہی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تو بعض کرامتیں بھی عجیب وغریب سنی ہیں۔ فرمایا کہ جی ہاں ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آگ لگ گئی۔ کھیت والے نے آ کر شکایت کی آپ نے سر سے ٹوپی اتار کر دے دی کہ جلدی سے جا کر آگ میں ڈال دو۔ وہ لے جا کر ڈال دی گئی آگ فوراً بجھ گئی۔ ایک مرتبہ بیوی صاحبہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ ولی ہیں بزرگ ہیں، ہاں ہوں گے مگر ہماری تکلیف میں تو کام نہ آئے۔ ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی۔ نابینا ہو گئی تھیں۔ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر چل دیئے کہ کوئی جواب نہ دیا۔ یہ قضاء حاجت کے لئے چلیں۔ کسی دیوار میں بڑی زور سے ٹکر لگی۔ بیہوش ہو کر گر گئیں اور اسقدر پسینہ آیا کہ کپڑے تک تر ہو گئے اور آنکھوں سے بھی پسینہ نکلا ہوش آیا تو ایک لڑکی سے کہا کہ مجھ کو تو دیوار پر بیٹھی چڑیا نظر آ رہی ہے نظر عود کر آئی آنکھوں سے جو پسینہ نکلا وہ رطوبت کا مادہ تھا۔ اس کے نکلنے سے آنکھ صاف ہو گئی۔

۱۴۔محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

خرچ کی حدود اور انعامات الٰہیہ کا احترام

(ملفوظ ۲۸۰) ملقب بہ حقوق الانفاق) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جو کسی دوسرے صاحب نے ان کے ہاتھ بھیجا تھا۔ ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں لکھی۔ جس کے لئے آدمی کو بھیجنے کی اور اتنا خرچ کرنے کی زحمت گوارا کی۔ خیر اگر آپ کو معلوم ہو تو آپ ہی کوئی بات بتلائیں۔ اس میں تو بالکل گول مول بات لکھی ہے۔ وہ صاحب خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ کاتب صاحب سامنے نہیں خط کا مضمون کافی نہیں۔ آپ بولتے نہیں۔ اب کام کیسے چلے فرمایا بعضے لوگ زرا سی بات پر پیسہ کو نہایت بے دردی سے صرف کرتے ہیں۔ خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ بھلا آدمی کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک کارڈ سے جو کام ہو سکتا ہے اس کے لئے اتنا صرف اگر موقع محل اور ضرورت میں ہزار بھی صرف ہو جائیں تو دل کو قلق نہیں ہوتا فرمایا کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مثلاً دونوں گھروں میں ضرورت کے موقع پر ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا ارادہ کر لیا تو قلب میں تقاضا ہوتا ہے۔ کہ جلد سے جلد یہ کام کر دینا چاہیئے۔ مالی محبت صرف کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔ اور بے موقع اور بلا ضرورت ایک پیسہ صرف کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ ایک پیسہ گم ہو گیا دیر تک اس کو تلاش کیا نہیں ملا پھر نیاز سے کہا کہ تم بھی ڈھونڈھنا اب اس کو چاہے کوئی بخل ہی سے تعبیر کرے جب تک مل نہ گیا۔ چین نہیں آئی۔ کیونکہ وہ گم ہو جانا کسی مد میں شمار نہ تھا۔ فضول جانے کا قلق تھا اور اگر باوجود تلاش کے بھی نہ ملتا تو اس کا بھی ایک مد سمجھ رکھا ہے۔ وہ یہ کہ نہ ملنے پر صبر کا ثواب ملے گا۔ بہر حال کچھ تو ملا قلب کو سمجھانے کے لئے یہ بھی ایک خاص مد ہے۔ کہ اگر وہ نہیں ملا تو ثواب تو ملا۔ ایک ریاست سے ایک شخص کو محض اجوائن سیاہ مرچ پڑھوانے کے واسطے بھیجا گیا۔ سو جو کام ایک روپیہ میں ہو سکتا تھا۔ ڈاک کے ذریعہ سے اس میں اتنا صرف کیا فائدہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ فلاں نواب صاحب کا ایک چھوٹا سا لڑکا بیمار ہو گیا تھا تو اسی تیمارداری میں روزانہ چار سو پانچ سو روپیہ صرف ہوتا تھا۔ یعنی ڈاکٹروں میں طبیبوں میں جھاڑ پھونک والوں میں شائد اتنا وزن لڑکے میں بھی نہ ہو گا جتنے وزن کی چاندی صرف ہو گئی ہو گی۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صرف نہ کیا جائے یا پیسہ اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے اولاد خدا کی نعمت ہے۔ پیسہ بھی ان ہی کی نعمت ہے اس کو بھی طریقہ سے ہی صرف کرنا چاہیئے۔ اور

اس موقع پر بہت سا فضول بھی صرف ہو رہا تھا۔ ان نواب صاحب نے یہاں آدمی بھیجا دعاء کے لئے اور دس روپیہ بھیجے کہ ختم میں دعا کر دیجائے میں نے مزاحاً کہا کہ وہ چیز تو اس قدر صرف کر رہے ہیں اور یہاں پر دس روپے بھیجے کم از کم پچاس تو بھیجے ہوتے اور یہ کہہ کر میں نے دو روپیہ رکھ لئے اور آٹھ واپس کر دیئے اور لکھ دیا کہ دو روپیہ میں ایک مہینہ تک دعاء ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس مدت میں اس کو آرام ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ میں بمبئی گیا۔ چھوٹے گھر سے حج کو جا رہی تھی۔ ان کو جہاز میں سوار کرنے گیا تھا۔ وہاں پر حکیم محمد سعید صاحب نے ہم لوگوں کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا تھا۔ بڑا مکان تھا کرایہ وہاں عموماً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ غالباً تین سو روپیہ میں لیا گیا تھا۔ حکیم صاحب کے یہاں سے کھانا وہاں ہی آجاتا تھا۔ اس میں غسل خانہ کے نام سے ایک حصہ تھا۔ مگر چونکہ وہ مکان نیا بنا تھا۔ اس میں غسل وغیرہ کرنا شروع نہ ہوا تھا کھانا جو آتا تھا اس غسل خانے میں رکھ دیا جاتا اور کھانا خرچ سے بہت زائد آتا تھا اور کھا کر بچ جاتا تھا۔ تو کھانا لانے والے نوکر یہ حرکت کرتے کہ بچا ہوا کھانا اس غسل خانہ کی کھڑکی سے باہر نالی میں پھینک دیتے۔ اس نالی میں گندہ پانی بہتا تھا۔ پھر علاوہ رزق کے احترام کے وہ کھانا صورۃً بھی نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ پلاؤ، زردہ، قورمہ، مزعفر مگر وہ نامعقول اس کے نہ معنی کا ادب کرتے نہ صورت کا احترام مجھ کو ایک روز معلوم ہوا کہ کھانا اسطرح پھینک دیا جاتا ہے۔ مجھ کو اس قدر رنج اور صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے ان لوگوں کو ڈانٹا کہ خدا کی نعمت کی یہ بے قدری کرتے ہو اور پھر میں نے حکیم صاحب سے شکایت کی کہنے لگے کہ یہ ایسے ہی نالائق ہیں۔ ممکن ہے کہ بعد میں زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کی ہو پھر بعد میں سمجھ میں آیا کہ وہاں کی فضا اور ماحول میں یہ اثر ہے کہ نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ اور یہ ملازم گو بمبئی کے رہنے والے نہ تھے۔ ہندوستانی ہی تھے مگر وہاں کے برتاؤ کو دیکھتے دیکھتے ان میں بھی بے حسی پیدا ہو گئی۔ اتفاق سے وہاں پر لوگوں کی درخواست پر ایک بیان ہوا۔ میں نے سوچا اگر اختلافی مسائل کا بیان کرتا ہوں تو فتنہ کا اندیشہ ہے۔ یہ وہاں پر بڑی آفت ہے۔ قتل تک کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور اگر نماز روزہ کا بیان کرتا ہوں تو اسکو سب جانتے ہیں۔ اس لئے چنداں نفع نہیں ایسا بیان ہو کہ یہ جانتے بھی نہ ہوں اور اس میں نزاع بھی نہ ہو۔ اسلئے میں نے نعمت الہیہ کی قدر کے متعلق اس آیت کا بیان کیا۔ **وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔** کہ تم خدا کی نعمت کی قدر نہیں

کرتے۔ اب اس بے قدری کا نتیجہ چند ہی روز میں برآمد ہوا۔ واقف لوگوں سے معلوم ہوا کہ جن کی کئی کئی کروڑ کی حیثیت تھی۔ اب وہ سڑکوں پر رات بسر کرتے ہیں۔ خدا کی نعمت کی بے قدری کرنا۔ بڑی خطرناک بات ہے۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کررہا تھا۔ ہمراہیوں میں خواجہ صاحب بھی تھے اور ایک صاحب رئیس تھے۔ قنوج کے جو بہت دیندار آدمی تھے۔ کھانا ساتھ تھا۔ جب کھانا شروع کیا۔ اتفاق سے ایک بوٹی ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کے تختے پر گر گئی۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ اس کو جوتہ سے تختے کے نیچے سرکا دیا۔ مجھ کو انکی یہ حرکت بے حد ناگوار ہوئی۔ اب سوچا کہ اگر کچھ کہتا ہوں تو نیک آدمی اور رئیس پھر بوڑھے بھی ان کو کیا کہوں مگر تنبیہ ضرور تھی۔ یہ سمجھ میں آیا کہ ان کو عملی تبلیغ کرنا چاہئے میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے۔ اس کو اٹھا کر اور دھوکر مجھ کو دی جائے۔ میں اسکو کھاؤں گا خواجہ صاحب بے حد نفس آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا اگر کوئی اور کھالے تو کیا اسکو اجازت ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا اجازت ہے۔ بشرطیکہ طبیعت گوارا کرے۔ مقصود تو خدا کی نعمت کا احترام ہے خواجہ صاحب نے اٹھا کر دھوکر صاف کر کے اس بوٹی کو کھالیا۔ وہ صاحب اس وقت تو کچھ نہیں بولے مگر میری غیبت میں کہا کہ اگر پچاس جوتے مار لئے جاتے مجھ اسقدر شرمندگی نہ ہوتی۔ جتنی اس صورت میں ہوئی ہے۔ آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں ہوسکتی۔ میں گھر جاتا ہوں کہ کہیں پر روٹی کا ٹکڑا یا اناج کا دانہ کہیں پڑا دیکھتا ہوں کانپ جاتا ہوں۔ فوراً اس کو اٹھاتا ہوں اور احترام سے اسکو حفاظت کی جگہ رکھ دیتا ہوں۔ بعض مرتبہ چنے وغیرہ گھونگنی کھانے کا اتفاق ہوتا ہے اور اچٹ کر کوئی دانہ گر جاتا ہے اگر شب کا وقت ہوتا ہے تو اس کو لالٹین سے ڈھونڈتا ہوں جب تک پا نہیں جاتا اور اس کو صاف کر کے کھا نہیں لیتا۔ قلب کو چین نہیں آتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "یا عائشہ اکرمی الخبز" یعنی اے عائشہ رزق کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ جس گھر سے نکل جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ یہ بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے۔ یعنی رزق کا گھر سے نکل جانا اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے پھر کیا نوبت ہوتی ہے۔ اگر آئے گا بھی تو شائد کسی آئندہ نسل میں آئے گا اس کو میسر ہونا مشکل ہے۔ غالب یہی ہے حق تعالی کی نعمتوں کی بے قدری کرنا اور ان کا قلب میں احترام نہ ہونا صاف کفران نعمت ہے وہ عطا فرمائیں اور یہ قدر نہ کرے اس کا جو کچھ انجام ہوگا ظاہر ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت حذیفہ وہ فارس کی کسی مقام پر بطور دورہ حکام کے تشریف لے گئے بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کے لئے آئے۔ آپ اس

وقت کھانا کھارہے تھے اور وہ تمام کفار بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا۔ آپ نے اٹھا کر صاف کر کے کھالیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں آپ بیٹھے ہوئے کھانا کھارہے تھے۔ وہ کوئی خاص اور ممتاز جگہ نہ تھی یعنی وہاں قالین گدے نہ تھے ورنہ لقمے کو لگتا ہی کیا زمین میں بیٹھے ہوئے کھارہے تھے۔ جبھی تو صاف کرنے کی نوبت آئی۔ مٹی میں ملوث ہو گیا ہوگا۔ ایک خادم نے چپکے سے عرض کیا کہ حضرت اس وقت یہاں پر بڑے بڑے دنیادار کفار کا مجمع ہے۔ اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے تو پست آواز سے کہا تھا مگر انہوں نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دونگا۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے ایمان کا ایمان قلب میں رچا ہوا تھا۔ جو بات آجکل ریاضتوں، مجاہدوں، مراقبوں، مکاشفوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ وہ ان حضرات کو ویسے ہی حاصل تھی۔ حاصل یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کی قدر کرنا چاہئے۔ اسراف سے بچنا بھی اسی قدر میں داخل ہے اور اسراف کا سہل علاج یہ ہے کہ جب خرچ کرو سوچ کر خرچ کرو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ یونہی مت اڑادو۔ اس کے متعلق تو نص ہے۔ فضول مال اڑانے والوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا اس سے بڑھ کر کیا وعید ہو سکتی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ غرض جہاں صرف ہو حدود کے اندر رہو۔

۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

تحریکات میں شرکت سے اجتناب

(ملفوظ ۲۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ کے دور میں عجیب عجیب الزامات اور بہتان میرے سر تھوپے گئے۔ بعض لوگ کہتے تھے ان کو حس نہیں۔ اس لئے خاموش بیٹھے ہیں میں کہتا ہوں کہ بیٹھنے کا سبب بے حسی نہیں۔ بلکہ حس ہی بسبب ہے۔ وہ یہ کہ جو تم کو معلوم ہے۔ ہم کو بھی معلوم ہے اور تم سے زائد ہم کو ایک اور بات معلوم ہے۔ جس کی وجہ سے ہم خاموش ہیں۔ وہ یہ کہ بدون قوت کے مقابلہ کرنے میں ہم فنا ہو جائیں گے۔ مٹ جائیں گے کیونکہ ان تحریکات کی کامیابی کا نتیجہ ظاہراً ہندوؤں کا غلبہ ہے اور ہندو انگیزوں سے زیادہ دشمن ہیں ہر شخص شب وروزاس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دیکھ لیا جائے تمام دفاتر اور محکموں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جارہا ہے۔ اگر اور واقعات اور مشاہدات کو بھی نظر انداز کیا جائے تو اس کا کسی کے پاس کیا جواب ہے۔

اصلاح کا طریقہ اور شیخ کی تشخیص و تجویز پر اعتماد

(ملفوظ ۲۸۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میرا مقصود مواخذہ یا کھود کرید کرنے سے تنگ کرنا نہیں ہوتا۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو منشاء ہے اس غلطی کا اس شخص کو اس کا علم ہو جائے تا کہ جہل سے نجات ہو مگر اس نجات کو لوگ چاہتے ہی نہیں۔ اب بتلایئے کہ اصلاح کس طرح ہو اگر غلطی پر آگاہ نہ کیا جائے تو جہل میں مبتلا رہے گا تو آنے سے فائدہ ہی کیا ہوا بس لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بات گول مول رہے اور معاف ہو جائے اچھا اگر اس نے معاف بھی کر دیا اور گول مول بھی رکھا مگر تم کو کیا نفع ہوا جو مرض ہے وہ تو زائل نہ ہوا۔ اسی لئے اس پیری مریدی کے جھگڑے سے میرا دل کھٹا ہو گیا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض نے بد پرہیزی کی اور طبیب سے کہا کہ معاف کر دیجئے۔ اس نے کہہ دیا کہ اچھا معاف ہے نتیجہ کیا ہوا۔ علاج تو مرض کا نہ ہوا۔ مادہ فاسد تو بدستور رہا۔ پھر اس حالت میں طبیب سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے۔ آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے کیوں خود پریشان ہو اور کیوں دوسرے کو پریشان کرے۔ مادہ فاسد تو آپریشن سے ہی نکل سکتا ہے۔ کبھی ڈاکٹر سے بھی کہا ہے کہ معاف کر دیجئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت عوام بے چاروں کی آپ کیا شکایت کرتے ہیں۔ اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ غلطی کا تدارک نہیں کرتے۔ ایک صاحب کو جو صاحب علم بھی ہیں اور غلطی کے اقراری بھی تھے۔ تحریکات کے زمانے میں میں نے ایک غلطی پر کہا کہ تم اس کا اس طرح تدارک کرو کہ اپنی غلطی بذریعہ اشتہار اعلان کرو کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں رکھنا نہیں چاہتا کہ اعتراف کے بعد بھی اظہار حق سے عار کرتا ہو۔ اب دس برس کے بعد وہی صاحب اپنے نفس کو پامال کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور اعلان کیا میں صاف ہو گیا مجھ کو تو یہ ہی دیکھنا مقصود تھا۔ صاحب اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو فنا کر دینا ہے۔ اگر یہ بھی حاصل نہ ہو تو وہ شخص بالکل محروم ہے۔ یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بعض اوقات اس میں کسی تشخیص کے بعد بھی سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے۔ صاف انکار کیا کہ مجھ میں کبر ہرگز نہیں بلکہ برا مانا کہ یہ مرض میرے اندر کیسے تشخیص کیا۔ پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ آپ کی وہ تشخیص میرے متعلق صحیح تھی۔ اب معلوم ہوا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے۔ میں نے کہا کہ بندہ خدا اگر جبھی مان لیتا تو اب تک علاج بھی ہو جاتا۔ پانچ برس کی مدت بہت ہوتی ہے۔ یہ سب ضائع ہو گئی۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اس طریق میں طالب کا فرض تقلید محض ہے۔ یعنی جو مربی کہے

اس کو بے چوں و چرا مان لے قیل و قال سے اس میں کام نہیں چلتا۔ اس کا انجام محرومی ہے۔ ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر طبیب کسی شخص سے یہ کہے کہ تیرے اندر دق کے آثار ہیں تو اگر وہ تشخیص غلط بھی ہو تب بھی احتمال ہی کے درجہ میں بھی علاج کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس تقلید کی ایک محل مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی سے یہ کہوں کہ تمام شب جاگو اور بیٹھ کر مجھکو پنکھا جھلو۔ اس ریاضت کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور سمجھیں گے کہ اب قطب بنا دیں گے۔ اتنا بڑا کام ہم سے لیا ہے اور اگر یوں کہوں کہ خوب آرام کرو۔ تمام شب سوؤ خوب کھاؤ پیو مگر فلاں گناہ چھوڑ دو۔ اس پر برا مانیں گے۔ اور اس پر اتباع نہ کریں گے ۔ اور اس کو محض معمولی بات سمجھیں گے۔ یہ حالت ہے عقل اور فہم کی۔

حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی کا وعظ

(ملفوظ ۲۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو جو کچھ ہے بزرگوں ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ ان ہی حضرات کی توجہ اور دعاؤں کی برکت ہے عمل وغیرہ جیسے ہیں۔ وہ مجھکو خود معلوم ہے۔ توجہ کا ایک قصہ عرض کرتا ہوں میں ایک مرتبہ گنگوہ گیا۔ بعض لوگوں کے اصرار سے وعظ ہوا۔ میں نے حضرت مولانا سے وعظ کو چھپاتا تھا۔ کہ حضرت کی اطلاع میں وعظ کہنا گستاخی ہے۔ یہ واعظ ایک مسجد میں تھا۔ حضرت کو کسی ذریعہ سے اطلاع ہو گئی۔ اس وقت جو شخص آتا فرماتے کہ دیکھو وہاں جاؤ آج حقانی وعظ ہو رہا ہے۔ اس قدر حضرت کو شفقت تھی۔

امتیوں کی محبت حضور کی محبت کا نتیجہ ہے

(ملفوظ ۲۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف کا قول ہے کہ کسی امتی کو اپنے نبی سے اتنی محبت نہیں۔ جس قدر مسلمانوں کو اپنے رسول سے محبت ہے۔ واقعی بدون محبت کے کچھ نہیں ہوتا۔ بڑی چیز محبت ہے گو ظاہراً ادب و تعظیم بھی زیادہ نہ ہو مگر محبت ہو اس سے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے محبت میں محب اپنے محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع کتنی بڑی چیز ہے آجکل لوگ ادب و تعظیم کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی محبت ہی کے تو کرشمے ہیں کہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو جو قتل کیا ہے وہ محبین ہی نے کیا۔ کسی خشک مولوی صاحب نے نہیں کیا۔ زیادہ جاہلوں ہی نے کیا ہے۔ جن کے دل میں کامل محبت تھی اور دیکھا تو یہی گیا ہے کہ مسلمان اگر فاسق فاجر بھی ہے اس کے دل میں بھی حضور ﷺ کی محبت رچی ہوئی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کوئی شخص تنخواہ دے کر بھی اس درجہ کا جان نثار نہیں

بنا سکتا۔ فرمایا کہ تنخواہ کیا چیز ہے۔ حضور نے تو وہ چیز دی ہے جو دوسرا دے ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی کی بدولت ایمان ملا۔ جنت ملی اور حضور کی محبت کی زیادہ درجہ یہ ہے کہ خود حضور ہی کو امت سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہی ترتیب محبت کی شیخ اور طالب میں ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو شیخ سے محبت ہو وہ ناز نہ کرے کہ یہ ہمارا کمال ہے۔ نہیں بلکہ اول شیخ ہی کو تم سے محبت ہوتی ہے۔ البتہ لون و (رنگ) محبت کا جدا جدا ہے۔ جس کو مولانا رومی نے ایک خاص عنوان سے ظاہر فرمایا ہے۔

عشق معشوقان نہان ست دستیر   عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

(محبوبوں کو جو محبت عاشق سے ہوتی ہے وہ تو پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور عاشق کی محبت (بوجہ آہ و فغاں کے) ظاہر ہوتی ہے۔)

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ ہمیں تم سے محبت ہے۔ یا تم کو ہم سے محبت ہے۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ کو زیادہ محبت ہے۔ بزرگ خاموش ہو گئے۔ مگر اس کی طرف سے توجہ ہٹالی۔ لہذا مرید کو جو ایک خاص گرویدگی تھی اور ہر وقت پاس رہتا تھا۔ اب یہ ہوا کہ آنے کی بھی توفیق نہ رہی۔ پھر ان بزرگ نے توجہ کی تو وہ آ گئے۔ دریافت فرمایا کہ بولو تم کو زیادہ محبت تھی یا ہم کو۔ بہت شرمندہ ہوا۔ سو اگر کسی کی طرف اللہ کا مقبول بندہ متوجہ ہو جائے۔ بڑی نعمت ہے، بڑی دولت ہے کیونکہ ان کو کسی کی خوشامد کرنا نہیں۔ اس کو کسی کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی اگر توجہ کریں تو حق تعالیٰ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

۱۷۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

کسی بھی صاحب کے آنے نہ آنے سے حضرت کا خالی ذہن ہونا

(ملفوظ ۲۸۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا فلاں مولوی صاحب کو لکھ دیا جائے کہ اگر آنا چاہیں تو اجازت ہے اور یہ بات میں لکھ دوں گا آپ کو آنے کی اجازت ہے۔ فرمایا کہ اس سے ان کو میری نسبت یہ شبہ ہوگا کہ وہ ان کا آنا چاہتا ہوگا حالانکہ میں بالکل خالی الذہن ہوں۔ مجھ کو نہ اس میں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا تو مذاق تو یہ ہے کہ جس قدر کم تعلقات ہوں۔ میں ہلکا پھلکا رہتا ہوں۔ معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں۔ خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو نہ اس میں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا تو مزاق یہ

ہے کہ جس قدر کم تعلقات ہوں۔ میں ہلکا پھلکا رہتا ہوں معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں۔ خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ نہ اس میں میرا کوئی نفع اس حالت میں تمھارا مشورہ دینا اس کو موہم ہوگا۔ اور اس نے یعنی میں نے کہا ہوگا پھر ایسی صورت میں مجھ کو یہ شبہ رہے گا کہ نہ معلوم ان کا تعلق خلوص سے ہوا یا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انہوں نے جو اپنی غلطیوں کا اعلان کیا ہے۔ اس اعلان سے مظنون یہی ہے کہ خلوص ہے مگر یقین کا درجہ اب بھی نہیں۔ اس لئے کہ جب پہلے عدم اعلان لوگوں کے کہنے سے ہوا تھا۔ ممکن ہے اب اعلان کسی کے کہنے پر سے کر دیا ہو۔ دوسرے مجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہ آئندہ بھی خلوص سے تعلق رکھیں گے یا نہیں اس کو تو ان سے گفتگو کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔۔ میرا تو کسی حالت میں بھی ضرر نہیں۔ آخر دس برس تک انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع نہیں کیا میرا کیا ضرر ہوا اب رجوع کرنے کا اعلان شائع کر دیا تو مجھ کو کونسا نفع ہو گیا کہ میں نے ابتداء ہی میں جب انہوں نے اعلان سے عزر کیا تھا۔ پوچھا تھا کہ کیا عار اور استکبار اس اعلان سے مانع ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تو ظاہرا ایسے شخص سے آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے مگر میں باوجود اس کہ بھی بدظنی نہیں کرتا۔ ہر زمانہ انسان پر یکساں نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ اب جو وہ کر رہے ہیں۔ خلوص پر مبنی ہو۔ مگر مجھ کو کسی حال میں نہ اس سے بحث کہ وہ تعلق رکھیں نہ اس کا خیال کہ وہ تعلق نہ رکھیں۔ جس میں وہ اپنا نفع دیکھیں کریں۔ میں بالکل اس معاملہ میں خالی الذہن ہوں۔ نہ مجھ کو انتظار نہ مجھ کو ضرورت اور اب کیوں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھنسانا چاہتے ہیں۔ کوئی کچھ کرے یا نہ کرے آپ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ دوسروں کی تو انسان جب فکر کرے جب اپنے سے فراغت کر چکا ہو۔

طریق کا احیاء اور حق تعالیٰ کا فضل

(ملفوظ ۲۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ طریق مجھ کو ملہم (الہام کے ذریعہ بتلایا گیا) ہو گیا ہے یہ تو بڑا دعوی ہے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ اجمالاً تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے تفصیل اس کی حق تعالی نے محض محبت سے قلب میں وارد فرمادی ہے۔ اسکو چاہے الہام سے تعبیر کر لیا جائے اختیار ہے۔ خدا کا فضل ہے۔ انعام ہے۔ احسان ہے جو چیز عطا فرمائی گئی ہے۔ میں اسکی نفی کر کے کیوں کفران نعمت کروں۔ یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ مفقود ہو چکا تھا۔ حق تعالی نے اس کے احیاء کی توفیق فرمادی یہی وجہ ہے کہ ناواقفی سے لوگوں کو وحشت ہے قدیم طریق سلف کا گم ہو چکا تھا۔ یہاں وہی طریق ہے جو سلف کا تھا۔ مگر اس

کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ہے پرانا۔

مشائخ طریق سے کسی کے ساتھ بدگمانی نہ ہونا

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو مشائخ طریق میں سے کسی سے بھی بدگمانی نہیں کسی کا کسی درجہ میں بھی وحشت ناک قول ہو وحشت ناک فعل ہو مگر الحمد للہ میرے ذہن میں اسکی توجیہ ایسی آجاتی ہے۔ کہ ذرہ برابر بدگمانی میرے قلب میں پیدا نہیں ہوتی۔

۱۷۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

صاحب نسبت میں شبہ ہو تو صالح ہونا یقینی ہے

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں صوفی صاحب ایک بی بی کے متعلق فرماتے تھے کہ صاحب نسبت ہیں۔ میں نے کہا خدا معلوم کہ ہیں بھی یا نہیں۔ مگر اس شہادت سے اتنا ضرور ثابت ہوا۔ نیک ہیں۔ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس کی نبوت میں اختلاف ہو اس کی ولایت تو یقینی ہے اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس کا فسق یقینی ہے۔ اور اس طرح جس کے صاحب نسبت ہونے کا شبہ ہو صالح ہونا یقینی ہے۔

آج کل الگ الگ رہنا مصلحت ہے

(ملفوظ ۲۸۹) ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت ایک تعویذ دے دو میرا بھائی مجھ سے ناراض ہو کر جدا ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے محبت کرنے لگے فرمایا کہ الگ ہو گیا ہے۔ ہو جائے۔ جانے دو تمھارا کیا ضرر ہے۔ آجکل تو ایک جگہ رہنا فساد کی بات ہے۔ الگ ہی الگ رہنا مصلحت ہے۔ اس سے محبت بنی رہتی ہے۔ اور ساتھ رہنے میں محبت جاتی رہتی ہے۔ یہ الگ ہو جانا تو شکایت کرنے کی بات نہیں بلکہ خود الگ کر دینا چاہئے تھا۔ پھر اس میں تعویذ سے کیا کام چلے گا۔ ایسی باتوں کے لئے تعویذ نہیں ہوتا تم اپنا کھاؤ کماؤ وہ اپنا کیوں دوسروں کے غم میں پڑے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے رابا کسے کارے نباشد

تعویذات میں عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے:

(ملفوظ ۲۹۰) ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ حضرت جی ایک عورت کو تکلیف ہے۔ تعویذ دو۔ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا (اور تکلیف کا نام نہیں لیا) حضرت والا نے فرمایا نواب بن کے آیا ہے

ادھوری بات کہہ کر خاموش ہوگیا پوری بات کہو جب تک پوری بات نہیں کہے گا جواب کیا دیا جائے۔ عرض کیا کہ اوپر اثر ہے فرمایا اس پر تو ہے یا نہیں مگر تو بھی اسی مرض میں مبتلا ہے۔ پہلے ہی پوری بات کیوں نہیں کی تھی۔ جا اب تو دل برا کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر میں پوری بات کہنا تعویذ مل جائے گا۔ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ فرمایا کہ تعویذ وغیرہ میں زیادہ تر عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے اگر اس کو مکدر کر دیا جائے تو پھر اس میں اثر نہیں ہوتا۔ ہر فن کے کچھ خاص احکام ہیں۔ فن عملیات کا یہی حکم ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ عامل کو مکدر نہ کرو اور یہ جو میں کہہ دیتا ہوں کہ پھر آ کر پوری بات کہو۔ اس میں علاوہ اس حکم مذکور کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اس کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے۔ اور یاد رہے اور آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرے۔ بس یہی وہ باتیں ہیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

دینی تعلقات رکھنا ہو تو میرے طرز پر رہو

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مجھ سے دین کا تعلق رکھنا چاہتا ہے۔ میں اس کو اپنے طرز پر لانا چاہتا ہوں۔ اور طرز بالکل سیدھا سادا ہے۔ لوگ اس پر نہیں آنا چاہتے سو میں اس کا کیا علاج کروں۔

سائل کے لئے چندہ کرنا صحیح نہیں

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سائل نے آ کر کچھ خرچ کا سوال کیا فرمایا کہ اگر آنہ دو آنہ لینا منظور ہو تو میں خدمت کر سکتا ہوں۔ اس سے زائد کا خیال ہو تو میں اس سے معذور ہوں۔ عرض کیا کہ اور حاضرین سے امداد کرا دیجئے فرمایا کہ یہ میرے معمول کے خلاف ہے۔ اول تو میرے پاس بیٹھنے والے اکثر مسافر ہیں۔ کسی کو کیا خبر کہ ان میں مالی حالت کے اعتبار سے کون کس حالت میں ہے۔ اور اگر خبر بھی ہو تب بھی یہ طریق ناپسندیدہ ہے۔ نہ معلوم کوئی دل سے دینا چاہتا ہے یا نہیں اب اگر کہا گیا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو دے گا یا نہیں دیگا۔ اگر دیا تو جبر کی صورت ہے نہ دیا تو رسوائی سی معلوم ہوتی ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان مسافر سائلوں کی بھی کچھ خطا نہیں۔ مشائخ ایسا کرتے ہیں کہ خود تو کچھ دیتے نہیں اور دیں بھی کہاں سے۔ اپنے ہی لینے سے فرصت نہیں۔ ہر وقت اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہاں اپنے متعلقین سے فرمائش کر دیتے ہیں کہ ان کی خدمت کر دو یہاں معاملہ اس کے عکس ہے میں خود تو خدمت کر دیتا ہوں مگر اہل تعلق سے کبھی فرمائش نہیں کرتا۔ پھر یہ کہ سائل تو روزانہ ہی آتے رہتے ہیں اگر روزانہ ایسی فرمائشیں کی جاویں تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ لوگ تنگ ہوں گے۔ بعض مشائخ کی شکایت خود ان کے مریدین نے مجھ کو لکھی کہ روزانہ فرمائشیں کرتے ہیں ہم تنگ آ گئے ہیں کیا کرنا چاہئے پھر اس سائل کی طرف

متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو میں کہہ چکا ہوں اگر وہ قبول اور منظور ہو تو میں پیش کروں۔ اس پر وہ سائل خاموش رہا۔ فرمایا کہ مجھ کو صرف یہی ایک کام نہیں اور بھی کام ہیں۔ ہاں نہ کا جواب دو تا کہ میں اپنے کام میں لگوں۔ عرض کیا کہ آپ کو اختیار ہے فرمایا کہ صاف بات اب بھی نہیں کہی مجھ پر ہی بوجھ رکھ دیا۔ خدا معلوم یہ مرض کم بخت کہاں سے لوگوں کو چمٹ گیا ہے۔ بدون اینچ پینچ کے بات ہی نہیں کرتے فرمایا کہ اختیار ہے بیٹھے رہو۔ جب تک صاف بات نہ کہو گے ادھر سے بھی اب کوئی بات نہ ہوگی۔ عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔ فرمایا کہ اتنا دق کر کے کہا پہلے کیا کسی نے چھینک دیا تھا۔ حضرت والا نے چار آنہ پیسہ دیئے۔ وہ سائل لیکر چل دیا۔ اس پر فرمایا کہ اب خوش ہوگا کیونکہ دو آنہ سے زیادہ توقع نہ تھی۔ اب ملے چار آنہ اس میں یہی مصلحت ہوتی ہے کہ زائد از امید پر زیادہ مسرت ہوتی ہے اگر پہلے ہی چار آنہ کہتا تو چار آنہ پر بھی خوش نہ ہوتا۔ اب خوش ہو گیا۔ ایک شخص ہیں جو میرے دوست ہیں ان پر قرض ہو گیا تھا تقریباً ڈھائی ہزار روپیہ انہوں نے مجھ سے کسی کو سفارش لکھنے کو کہا میں نے کہا کہ خطاب خاص تو میرے معمول اور مسلک کے خلاف ہے اگر تم کہو تو خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھ دوں۔ انہوں نے اس کو منظور کر لیا میں نے ایک عام خطاب کی صورت میں لکھ دیا۔ وہ یہاں سے اول میرٹھ پہنچے اور ایک رئیس سے ملے انہوں نے رقم کی مقدار کو دیکھ کر کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں اسطرح پر ادا ہو سکتی ہے۔ اور کون اتنی بڑی رقم دے سکتا ہے ان کو اس وقت ایک طیش آیا اور قسم کھا کر یہ کہا کہ اب میں بھی جب تک ایک ہی آدمی ساری رقم نہ دے گا کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے۔ پھر ان رئیس نے ان کو کچھ دینا بھی چاہا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ اور وہاں سے دھلی پہنچے۔ ایک صاحب خیر سے ملے اس کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کے یہاں ایک بمبئی کے سیٹھ مہمان تھے۔ ان کے کانوں میں کچھ الفاظ پہنچ گئے۔ ان سیٹھ صاحب نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ میزبان نے کہا کہ یہ صورت ہے اور فلاں شخص کی تصدیق ہے۔ اس سیٹھ نے ڈھائی ہزار کے نوٹ نکال کر ان کے حوالے کئے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ سیٹھ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کے بھی نہ تھے وہ دوست تیسرے چوتھے ہی روز یہاں پر آ گئے۔ میں سمجھا کہ ناکامیاب آئے مگر انہوں نے کہا کہ میں کامیاب آیا ہوں۔ میں ان کے اس کہنے کو بھی غلط ہی سمجھتا رہا۔ پھر انہوں نے بالتفصیل واقعہ سنایا تب یقین ہوا۔ دیکھئے خدا تعالیٰ نے کس طرح بے گمان سامان کر دیا۔ جب ان کی یہ رحمت ہے تو پھر خدا ہی سے مانگنا چاہئے جو مانگنے پر خوش ہوتے ہیں اور دیتے ہیں اور نا مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں۔ جو شخص ایسے کریم کو چھوڑ کر لئیم

کی خوشامد کرے اس سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا؟ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی میں توکل اور زہد کی شان بہت بڑھی ہوئی تھی ۔سلطان عبدالحمید خان صاحب نے خود بلایا تنخواہ مقرر کرنا چاہی ۔انکار کر دیا۔ مدرسہ کیلئے کچھ مقرر کرنا چاہا صاف انکار کر دیا مولوی صاحب مجھ سے خود فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے میرے دل میں اس قدر قوت دی ہے کہ اگر ہفت واقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر مجھ سے خشونت کے ساتھ گفتگو کریں تب بھی میرے دل پر رائی کے دانہ کے برابر بھی اثر نہ ہوگا۔ حالانکہ محض ظاہری عالم تھے مگر قلب میں اس قدر قوت تھی کہ کسی کا اثر نہ پڑتا تھا۔ یہ سب خداداد عطائیں ہوتی ہیں۔

۱۸۔محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

ادب المعذ وریعنی بعض صاحب عذر مشائخ کا ادب

(ملفوظ۲۹۳) ملقب بہ ادب المعذ ور ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے کلام میں جو کہیں دلیل صحیح کے ساتھ تعارض ہوتا ہے۔ اسکی توجیہ میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ آجکل ایک رسالہ شروع کر رکھا ہے۔ وہ رسالہ مشائخ چشتیہ کی نصرت میں لکھ رہا ہوں ۔یہ حضرت بہت بدنام ہیں کہ ان کے افعال سنت کے خلاف ہیں۔ نام بھی اس رسالہ کا میں نے تجویز کر دیا ہے۔السنة الجلية في الجشتية العلية یہ محض شاعری ہی نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے۔اس لئے کہ چشتیہ کے یہاں سنت کا بہت زیادہ اہتمام ہے ۔اور اصل مذہب ان حضرات کا سنت ہی ہے مگر بعض جگہ غلبہ کی حالت کی وجہ سے معذور ہیں۔ آخر جب کوئی مضطر ہو تو کیا کرے باقی اصل مذہب ان حضرات کا کتاب وسنت ہی ہے مگر عذر میں کیا الزام ہے۔معترضین ان کو خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں ۔البتہ ایک بات ظاہراً کھٹکتی ہے کہ ان کے جو اشغال ہیں ان کو بعض مصنفین صوفیہ نے کتاب وسنت کی طرف مستند کر دیا ہے حالانکہ یہ ایک طب ہے جو تدبیر کا درجہ ہے۔جیسے مسہل ہے اس میں اطباء مریض سے کہتے ہیں کہ دوسری طرف مشغول نہ ہونا چلنا پھرنا نہیں بولنا نہیں ، دیکھئے یہ بھی خلوت ہے۔ یہ بھی یکسوئی ہے ۔اسی طرح ریاضات تصوف کا بھی ایک فن ہے جس کا درجہ محض تدابیر کا ہے ۔اس کو کتاب وسنت کی طرف مستند کر دینا بیشک کھٹکتا ہے ۔ان مصنفین سے غلطی یہ ہوئی کہ اس کو مقاصد میں سے سمجھ لیا اگر مقاصد میں داخل نہ کرتے تو لوگوں کو دلائل کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ یہی سمجھتے کہ یہ تدابیر ہیں۔ دلائل کی تلاش مقاصد سمجھنے کی بناء پر ہوئی ورنہ بعد تحقیق کوئی اشکال نہیں۔ تو بعض مصنفین کے اس فعل کو دیکھ کر تمام سلسلہ پر اعتراض کرنا نہائت بے انصافی ہے۔ اسی

واسطے مجھے بعضے نقشبندیوں کی شکایت ہے جو بے حد غلو کرتے ہیں۔ چشتیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اعتراض بھی حد سے گزرے ہوئے جن کے نہ اصول ہیں۔ نہ حدود بڑا ہی افسوس ہے۔ آخر کیوں دوسروں کو اس قدر حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے تمام طریق پر الزام رکھتے ہیں کیا یہ کوئی تحقیق کی شان ہے۔ یہ تو اچھا خاصا عناد ہے۔ ورنہ جیسے چشتیہ بیچارے کسی کو کچھ نہیں کہتے اور نہ کسی سے تعرض کرتے ہیں۔ دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کے پیچھے نہ پڑیں۔ یہی چیز مجھ کو داعی ہوئی۔ رسالہ لکھنے کے لئے میں تو انشاءاللہ تعالیٰ اہل حق کی نصرت ہی کروں گا گو اس میں مجھ کو تعجب زیادہ ہو رہا ہے۔ میں نے خود رسالہ میں چشتیہ کے مشرب کی حقیقت لکھی ہے کہ ان کے مشرب کی حقیقت حنفیہ کے مذہب جیسی ہے کہ سب مذاہب سے زیادہ کتاب وسنت کے مطابق ان کے افعال و اقوال ہیں مگر سب میں زیادہ وہی بدنام ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہیں۔ ۔ اسی طرح چشتیہ بدنام ہیں کہ ان کے یہاں خلاف سنت کی تعلیم ہے۔ یہ اعتراض کرنا حقیقت سے بے خبری ہے۔ باقی اضطراری حالت میں اگر کبھی لغزش ہوئی ہے اس پر متنبہ ہونے کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور اس میں انکا وہی طریقہ رہا۔ جیسا ایک شیخ سے منقول ہے کہ ان کے مریدوں نے کہا کہ حضرت آپ خاص حالت میں یہ کلمہ غیر مشروعہ کہتے تھے۔ فرمایا کہ اگر اب کے کہوں تو مجھ کو قتل کر دینا مریدین صاحب شریعت تھے۔ شیخ کے امتثال امر کے لئے تیار ہو گئے۔ شیخ پر پھر غلبہ ہوا اور وہی کلمہ کہنا شروع کیا۔ مریدوں نے چھریوں سے ان پر حملہ کیا مگر جو شخص جس جگہ شیخ کے مارنا چاہتا تھا خود اس کے اسی جگہ چھری لگتی تھی۔ اس طرح سے تمام مجلس زخمی ہوگئی۔ جب شیخ کو ہوش آیا تو مریدین نے عرض کیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی اور تمام قصہ سنایا۔ فرمایا بس تو معلوم ہوا میں نہیں کہتا تھا ورنہ میں سزا کا مستحق ہوتا اس سے استدلال کیا اپنے معذور ہونے پر بہرحال شریعت کا مقابلہ نہیں کیا۔ سزا کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ تو قدماء کی حکایت ہے باقی اسی زمانہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ماموں صاحب میں ایک خاص شورش تھی۔ بعضے طریقے ان کے ہمارے بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھے۔ میں نے ان کو خیر خواہی و ہمدردی سے ایک خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کو طریقہ سنت پر قائم فرمائیں جواب لکھا کہ بیٹا تم جوان صالح ہو۔ قبول الدعاء ہو میرے لئے ایسی دعاء نہ کرنا میری تو ساری عمر کا ذخیرہ ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میں تو یہ دعاء کرتا ہوں کہ میں جس چیز میں ہوں۔ اسی پر ختم ہو جاؤں تمہارا طریق تم کو مبارک ہو اور میرا طریق مجھ کو مبارک ہو غرض میرے ساتھ ردوقدح نہیں کیا۔ دیکھئے یہ تو حالت اختلاف کی اور اس پر یہ جواب۔

شورش وغلبہ کمال نہیں

(ملفوظ ۲۹۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب کچھ ہی مگر یہ شورش اور غلبہ کی حالت کمال نہیں۔ کمال وہی ہے جو حضرت انبیاء علیہم السلام کی حالت تھی کہ قلب میں بلکہ رگ رگ میں تو آگ بھری ہوئی ہے۔ اور ظاہراً سکون ہے اسی طرح چشتیہ میں ایک آگ ہے جو سامنے پڑتا ہے وہ بھی جلنے لگتا ہے ان کی یہ شان ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ آگ ہے کہ جب یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا اور سب چیزوں کو جلا دیتی ہے)

تو ایسے جلے بھنوں کے پیچھے سے کیا فائدہ بات یہ ہے کہ یہ چشتی بیچارے بولتے نہیں کسی سے اس لئے ان ہی پر سب کی مشق ہوتی ہے۔

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

آج کل کے کامل ناقص ہو کر اپنا نقص چھپاتے ہیں

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے کامل ایسے ہیں کہ باوجود ناقص ہونے کے اپنے نقص پر پردہ ڈالتے ہیں گو اخیر میں ان ہی کے اقوال و افعال سے نقص ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص سے کسی نے کہا کہ خط لکھ دو کہا کہ میری ٹانگ میں درد ہے۔ اس نے کہا کہ لکھنے کا ٹانگ سے کیا تعلق کہ میرا لکھا ہوا میں ہی پڑھ سکتا ہوں۔ دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ مگر یہ نہیں کہا کہ مجھ کو لکھنا نہیں آتا گو اخیر میں ظاہر ہو گیا۔ اس بدخطی پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک عالم متقدمین سے ہیں بہت بڑے شخص ہیں۔ ان کا قلم نہایت بدخط تھا۔ ایک روز بازار گئے تو اپنے سے بھی برے خط کی ایک کتاب نظر پڑی اس کو گراں قیمت پر خریدا۔ طاعنین کے جواب کے واسطے کہ لوگوں کو دکھاؤں کہ مجھ سے بھی زیادہ بدخط لوگ ہوئے ہیں۔ مگر گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ بھی میرا ہی ابتداء کا خط ہے۔ مگر سادگی دیکھئے کہ خود ہی اپنے اس قسم کے کچے چھٹے کھول رہے ہیں۔ آجکل کے مدعیوں کی طرح اپنے نقص کو چھپایا نہیں۔

یورپ میں خودکشی کا بازار گرم ہونے کی وجہ:

(ملفوظ ۲۹۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یورپ میں بوجہ دہریت کے خودکشی کا بازار گرم ہے اسلئے کہ جب اسباب کے اعتبار سے کسی کام سے مایوس ہوتے ہیں تو بوجہ مسبب کے قائل نہ

ہونے کے آگے تو کوئی چیز دل کی تھامنے والی ہے ہی نہیں۔ فرمایا کہ حقیقت میں بدون دین کے راحت نہیں۔حتی کہ راحت کے سامان بھی راحت نہیں یہی خودکشی کرنے والے چونکہ آخرت کے قائل نہیں۔اس لئے کچھ خبر نہیں کہ خودکشی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اگر دین ہوتا تو مصیبت میں بھی دیکھتے کہ شریعت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر اجر کا وعدہ ہے تو پریشان نہ ہوتے ایسی مثال ہوتی کہ اگر کسی کا ایک روپیہ کھویا جائے اور ایک شخص کہے کہ گھبراؤ مت ایک گنی دوں گا۔تو اس وقت کچھ عجب نہیں کہ اس کھوئے جانے کو غنیمت سمجھے بلکہ یہ تمنا کرے کہ ہر روز کھویا جایا کرے کہ کئی ملا کریں ایک رئیس تھے۔ میرٹھ میں اپنے نوکر کے ایک چپت ماردیا مگر تھے رحمدل۔ اس لئے اس کے بعد اسکو ایک روپیہ دیا پھر پوچھا کہ کیا حال ہے کہا کہ حضور کی جان و مال کو دعاء کر رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک چپت ہر روز ماردیا کریں تو تیس روپیہ مہینہ میں مل جایا کریں۔غرض جب تکلیف کا عوض ملتا ہے تو اسکی تمنا ہوتی ہے۔ اسی طرح دیندار آدمی آخرت کے عوض کے اعتقاد سے مصیبت کو بھی خیر سمجھتا ہے

زہد کی حقیقت اور اس کا صحیح مطلب

(ملفوظ ۲۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ (زہد یہ نہیں کہ حلال کو عملا حرام کرلو مثلا خربوزہ حلال ہے مگر زہد کے سبب نہ کھاتا ہو سو یہ زہد نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو چیز اپنے ہاتھ میں ہو اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا بھروسہ اس پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ حقیقت ہے زہد کی اور یہ مضمون حدیث مرفوع کا ہے۔ جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے

۱۶۔محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کا حکم

(ملفوظ ۲۹۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کرانا چاہئے۔ یا نہیں فرمایا کہ اگر وہ برداشت کر سکے۔ یعنی گھبرائے نہیں، ڈرے نہیں تو ختنہ کرانا چاہئے۔ عرض کیا کہ اس لڑکے پر تو نہ کرانے میں گناہ نہیں فرمایا اگر برداشت کرسکتا ہے اور نہیں کراتا تو گناہ ہوگا ورنہ گناہ نہیں۔

تصوف کا عطر، خوف، رجا اور محبت ہیں

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ دیکھا ہے جو عطر ہے۔ تمام طریق کار میں اس کو اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اس سے

میرے دوست کام لیں وہ فرماتے ہیں کہ آدمی تین چیزیں اختیار کر لے۔بس کافی ہیں۔ایک خوف اور دوسری رجاء، تیسری محبت یہ سب سنت کا رنگ ہے۔ خوف سے تو یہ ہوگا کہ گناہ نہ ہونگے اور رجاء سے یہ ہوگا کہ طاعت کی رغبت ہوگی۔ اور محبت سے یہ ہوگا کہ تکلیف برداشت کرے گا اور جو امور غیر اختیاریہ ہیں۔ جیسے حوادث و مصائب وہ تو محبت کی وجہ سے برداشت کرلیگا اور جو امور اختیاریہ ہیں جیسے طاعات یا معصیت ان میں خوف اور رجاء سے کام ہوجائے گا آگر آدمی کچھ بھی نہ کرے یہ تین باتیں اختیار کر لے۔بس کافی ہیں۔خواجہ صاحب نے کیا اچھی بات فرمائی آخر بڑے ہیں۔ کسی وجہ سے تو بڑے ہیں۔بس یہی باتیں ہیں۔ بڑے ہونے کی میرا اس ملفوظ سے آج بڑا ہی جی خوش ہوا کیونکہ ایک ضرورت ہے گناہ سے بچنے کی اس کے لئے خوف ہے اور ایک ضرورت ہے طاعات کی۔ اس کے لئے رجاء ہے اور ایک ضرورت ہے معصیت اور تکلیف کے وقت ثابت قدم رہنے کی اس کے لئے محبت ہے۔ مجھے تو یہ ملفوظ دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ جیسے بڑی دولت نصیب ہوگئی۔

چشتیہ کا خاص رنگ

(ملفوظ ۳۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں میں ایک خاص رنگ ہے۔ تعلق مع اللہ اور قطع تعلق عن غیر اللہ میں اس رنگ کے غلبہ میں ان کو دوسروں کو ترجیح دیتا ہوں۔

دین کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے پھر آسان ہے

(ملفوظ ۳۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر صحیح طریقہ سے کام کرنا چاہیں۔ افراط و تفریط نہ کریں تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ دین میں بہت آسانی ہے اب تو جواڑ الکر بالکل الگ ہوگئے۔ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے خود بخود سب کام ہوجائیں۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیز تو بدون مشقت کے حاصل ہوتی نہیں۔ دین کیسے حاصل ہوجائے آدمی کچھ تو کرلے کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔

شکایت سے متاثر نہ ہونا اور عدل کرنا

(ملفوظ ۳۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عدل کا نام و نشان نہیں رہا اس کو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھ رکھا ہے۔ الحمد للہ میں ہمیشہ اسکا خیال رکھتا ہوں۔ بھائی مرحوم کے یہاں حاجی عبدالرحیم ملازم تھے۔ بڑے گھر میں سے مجھ سے ان کی کچھ شکایت کی میں نے ان کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے نفی کی۔ میں نے گھر میں سے کہا کہ شرعی ثبوت لاؤ تو انکار کرتے ہیں۔ وہ ثبوت پیش نہیں کرسکیں۔ تب میں نے کہا کہ بدون ثبوت شرعی کے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہئے۔ انہوں نے توبہ کی ایسے موقع پر بڑی مشکل ہوتی ہے۔ جہاں دونوں طرف تعلق ہو مگر شریعت کے اصول پر عمل

کرنے کی صورت میں کچھ بھی مشکل یا دشواری نہیں ہوتی اور گو دو شخص سے جو تعلق ہوتا ہے۔ اس میں فرق ضرور ہوتا ہے مگر عدل کے وقت دونوں کے مساوات ہونا چاہئے۔ میں نے خاص یہ صفت یعنی شکایت سے متاثر نہ ہوتا۔ دو بزرگوں میں ایک خاص شان کی دیکھی ہے۔ یوں تو سب ہی بزرگوں میں اچھی صفات ہوتی ہیں مگر پھر بھی تفاوت ضرور ہوتا ہے۔ ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ایک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سو حضرت مولانا صاحب تو شکایت سنتے ہی نہیں تھے فرمادیتے کہ میں سننا نہیں چاہتا اور حضرت حاجی صاحب سن کر فرمادیتے کہ سب جھوٹ ہے۔ وہ شخص ایسا نہیں حضرت حاجی صاحب کی اس عادت کی دلیل قرآن میں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی۔ حق تعالیٰ اس باب میں فرمادیتے ہیں۔ لَوْلَا جَاؤُا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِنْ لَّمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ (یہ لوگ اپنے قول پر چار گواہ نہ لائے۔ سو اس صورت میں کہ یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

اور ''عند اللہ سے مراد ہے فی دین اللہ فی قانون اللہ'' اللہ کے دین میں اللہ کے قانون میں) آگے ارشاد ہے۔ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (اور تم نے جب اس بات کو اول سنا تھا تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا یہی ہی کافی دلیل ہے۔ حسن ظن کی پس حضرت حاجی صاحب پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا۔ کہ بلا دلیل شاکی کو کیسے کاذب فرمادیا۔ البتہ باوجود غلط سمجھنے کے اگر کسی دوسری بناء پر عمل کیا جاوے تو دوسری بات ہے جیسا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کے متعلق شکایت کو جھوٹ سمجھا مگر انتظامی مصلحت کی بناء پر ان کو معزول کردیا۔

اجنبی شخص کا ہدیہ اور حضرت کا کمال ادب

(ملفوظ ۳۰۳) ایک نو وارد ناشناسا صاحب آئے انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ مدینہ طیبہ کی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک کھجور لے سکتا ہوں۔ بالکل نہ لینے کو مدینہ کی بے ادبی سمجھتا ہوں۔ آپ نے ہدیہ دینے میں غلطی کی۔ جس سے بے تکلفی نہ ہو۔ میں اس سے ہدیہ لیا نہیں کرتا۔ آپ کو دینا نہ چاہئے تھا اب مجھ کو دونوں پہلوؤں کے جمع

کرنے میں تنگی ہوئی پھر فرمایا کہ بعض مرتبہ آدمی دو پاٹ کے بیچ میں آجاتا ہے۔ اسی پر بعض نے گھبرا کر کہہ دیا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

(دریا کی تہ میں مجھ کو باندھ کر ڈال دیا ہے اور حکم یہ دیا جاتا ہے کہ خبردار دامن تر بھی نہ ہو)

مگر ایسے موقع پر وہ شخص نہیں گھبرائے گا جو جامع بین الاضداد ہوگا۔ بحمد اللہ کوئی ایسا موقع پیش نہیں آتا جس پر مجھ کو گھبراہٹ ہو۔ اس کے قبل بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب جو میرے مخالف تھے وہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں لائے۔ اور بطور ہدیہ مجھ کو دیں۔ میں نے ایک کھجور لے لی اور مزاحاً کہہ دیا کہ ایک مدینہ کی ہے اور سب تمہاری ہیں۔ غرض بین الاضداد ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

اخلاق کے دو درجہ ہیں ایک فطری دوسرا کسبی

(ملفوظ ۳۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میرے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ لوگوں کو اپنے ساتھ مربوط رکھا جائے جو اپنا طرز ہے کھلم کھلا ہے اب کیا اپنا طرز بدلیں گے اور طبعی بات کیسے بدل سکتی ہے۔ اپنا تو یہ مشرب اور مسلک ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو دار و گیر و صاحب و دربان دریں درگاہ نیست

(جسکا جی چاہے آوے اور جسکا جی چاہے چلا جاوے اس دربار میں کسی کی دارو گیر نہیں ہے)

اور حضرت یہ مربوط رکھنا تو ایک مستقل شغل ہے کہ وہ چلا نہ جاوے وہ ناراض نہ ہو جاوے استغفر اللہ پھر فطریات کے بدل سکنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی فطری بات ہے تو اس کے بدلنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے گویا دوسری عبارت میں قدرت کا مقابلہ ہے اور قدرتی طور پر اس میں حکمتیں بھی ہیں۔ جیسے بخل ہے۔ طمع ہے تو ان میں جہاں تک فطری درجہ ہے وہ مصالح کے سبب خود مطلوب ہے چنانچہ بدون اس فطری درجہ کے بعض ضروری انتظام نہیں ہو سکتا اس لئے ایسے درجہ کی ضرورت ہے تاکہ انتظام کر سکے۔ البتہ جو درجہ فطرت سے زائد کسی عارض کے سبب پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے تبدیل بدرجہ تعدیل کی ضرورت ہے اور اسی تفصیل کے نا جاننے سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ تہذیب اخلاق کی کوشش کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ اخلاق فطری ہے مگر محققین نے وہی جواب دیا ہے۔ جو میں نے ابھی عرض کیا ہے جو درجہ فطری ہے وہ اعتدال کے

خلاف نہیں ہے۔ اس میں حکمتیں ہیں کہ وہ بعض مقاصد کا معین ہے میرا بڑا جی خوش ہوا۔ جس روز یہ بات سمجھ میں آئی۔

اصول کے خلاف کرنے سے محبت کا ختم ہو جانا

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو احباب سے بے حد محبت ہے مگر جب کوئی اصول کے خلاف کرتا ہے تو ایک دم قلب اس سے خالی ہو جاتا ہے یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا کی اس میں بھی میرا کوئی کمال نہیں۔ حق تعالیٰ ہی سب انتظام فرما دیتے ہیں۔

حضرات چشتیہ کی خاص دولت فنا

(ملفوظ ۳۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشاق کے حالات پڑھ لیا کرے ان کے پاس بیٹھ لیا کرے اس سے ہی بہت کچھ ہو رہتا ہے۔ بالخصوص حضرات چشتیہ سے تعلق رکھنے سے ایک خاص دولت ملتی ہے یعنی فنا۔ کیونکہ ان کے یہاں یہی خاص چیز ہے۔ کہ اپنے کو مٹا دو فنا کر دو بعض حضرات کے یہاں بقا مقصود ہے۔ فنا تابع اور حضرات چشتیہ کے یہاں فنا اصل ہے۔ بقا تابع۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فناء کی ایک خاص شان غالب تھی۔ چنانچہ حضرت سے کوئی عرض کرتا کہ حضرت کی وجہ سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا فرماتے میاں میں نے کچھ نہیں کیا۔ تمھارے اندر دولت تھی میرے پاس آ کر میری تعلیم پر عمل کرنے سے اس کا ظہور ہو گیا۔ یہ شان فنا کی تھی اور یہ بھی فرماتے کہ تم یہ مت سمجھنا یہ مصلحت طالب کی تھی۔ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کہتے تھے یہ مولانا شیخ محمد صاحب کے مرید تھے کہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی حضرت حاجی صاحب کے متعلق فرماتے تھے کہ حاجی صاحب بزرگان سلف میں سے ہیں۔ اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں۔ واقعی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی۔

۲۰۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مولانا اسماعیل شہید کی ایک عبارت پر شبہ کا حکیمانہ جواب

(ملفوظ ۳۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہمارے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ مولانا شہید صاحب نے لکھا ہے۔ کہ خدا اگر چاہے تو محمد ﷺ جیسے سینکڑوں بنا ڈالے اور محاورہ میں بنا ڈالنا تحقیر کے لئے اور تحقیر حضور کی کفر ہے۔ مولانا احمد علی نے فرمایا کہ تحقیر فعل کی ہے یعنی بنانا مشکل نہیں۔ مفعول کی نہیں تو حضور کی تحقیر نہیں وہ کوڑ مغز کیا سمجھتا ہے اس جواب کو اور کیا قدر کرتا کہنے لگے آپ لوگ باتیں بناتے ہیں۔ تحقیر صاف

ہوئی یہ حضرات بڑے متین ہوتے ہیں ۔مولانا خاموش ہوگئے ۔ ایک مرتبہ اتفاق سے وہی صاحب مولانا سے کہنے لگے کہ حضرت فلاں فلاں کتاب آپ نے چھاپی اگر بیضاوی چھپوا ڈالتے تو اچھا ہوتا مولانا نے فرمایا کہ جناب یہ ڈالنا وہی ہے جس پر مولانا شہید صاحب پر فتوی دیا گیا تھا۔ اس سے تحقیر ہوئی بیضاوی کی اور بیضاوی مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزء کی تحقیر کو اور قرآن کی تحقیر کفر ہے۔ اب بتلایئے کیا جواب ہے۔ اب وہ صاحب کہتے ہیں کہ حقیقت میں میرا مقصود فعل ہی کی تحقیر تھی ۔ مفعول کی نہ تھی ۔نہایت عجیب جواب ہے محققانہ جواب ہے۔ حکیمانہ جواب ہے۔اس میں مناظرانہ طرز نہیں اور یہ طرز بہت مفید ہوتا ہے۔

اھل باطل کی کوششیں اور مسلمانوں کی حفاظت

(ملفوظ ۳۰۸)ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل ہر وقت اہل حق کی فکر میں لگے رہتے ہیں ۔چھیڑ چھاڑ کرنا تو ان کا ایک ادنی مشغلہ ہے۔ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست تھے وہ قادیانی ہو گئے تھے۔ مجھے چھیڑا کرتے تھے میں نے کہا کہ بھائی قیل وقال سے کیا فائدہ بس مختصر فیصلہ یہ ہے کہ میں تمھارے پاس مرزا کے پاس چلتا ہوں ۔ اگر مجھ پر اثر ہوگیا تو میں قادیانی ہو جاؤں گا۔اور اگر نہ ہوا تو تم قادیانیت سے توبہ کر لینا یہ طے ہوگیا دونوں وہاں گئے اول جاتے ہی وہاں منشی نے اس مرید صاحب سے پوچھا کہ تمہارا کیا نمبر ہے؟ نمبر بتلایا تو رجسٹر دیکھ کر چندہ کا تقاضا کیا۔ اس کے بعد مرزا سے ملے مرید صاحب نے مرزا سے تمام واقعہ باہمی معاہدہ کے ذکر کیا۔مرزا نے ان پر اثر ڈالنے کے لئے بہت زور لگایا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ نے ایمان کو سلامت رکھا اور واپس آ کر ان صاحب نے بھی توبہ کر لی ۔ یہ ایک معمولی خوش عقیدہ کے تعلق کا اثر تھا اور بزرگوں کے تعلق میں تو اور زیادہ برکت ہوتی ہے ۔چنانچہ ایک اور صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک عیسائی مجھ کو اپنی طرف مائل کرتا تھا۔ ایک روز مجھ کو کہنے لگا کہ تمھارا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہے۔ کہتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا نام لیا کہ ان سے تعلق ہے فوراً اٹھ کر چلدیا۔ پھر کبھی نہ آیا۔ واقعی یہ حضرات سپر اور ڈھال ہوتے ہیں ۔ان حضرات سے صرف تعلق رکھنا بھی ایک قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا دیکھئے مولانا کا نام سن کر اس کی طمع قطع ہوگئی ۔بعض اسباب اس برکت قطع طمع کے محض معمولی امور بھی بن جاتے ہیں ۔ چنانچہ میں نے اپچولی کے وعظ میں کہا تھا اس وعظ کا نام محاسن الاسلام ہے کہ گائے کا گوشت کھانا مت چھوڑنا جب تک اسکو کھاتے رہو گے کوئی تم کو شدہی کرنے کی ہوس نہ کرے گا چنانچہ اسی کے قریب ایک گاؤں

والوں کو شدہی ہونے پر رضامند کر لیا گیا تھا وہ لوگ وعظ میں بھی آئے تھے اور وعظ کے بعد آنے والوں کو گائے کے گوشت کا پلاؤ کھلایا گیا۔ پس اسی روز دونوں جانب سے شدہی سے مایوس ہو گئی اور اسی لئے تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان میں گاؤ کشی شعائر اسلام سے ہے۔ اس قصد سے اس کا گوشت کھانا موجب اجر ہے۔

فضول گوئی اس طریق میں زہر قاتل ہے

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر خاموش بیٹھا رہنا طالبین کو بے حد مفید ہوا ہے جو لوگ چندے خاموش بیٹھ کر واپس جاتے ہیں۔ وطن پہنچ کر اس کا نفع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس وقت تو یہ معمول تلخ معلوم ہوتا تھا مگر اس قدر نفع طویل مجاہدات سے بھی شاید نہ ہوتا جو دس دن کے اندر خاموش بیٹھنے سے ہوا۔ بدفہم لوگ اس کو ٹالنا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے اور قسم بھی وہ جو سلف سے خلف تک معمول یہ ہے کیونکہ مجاہدہ کی چار قسمیں ہیں۔ قلت الطعام، قلت الکلام، قلت المنام، قلت الاختلاط مع الانام ان میں سے محققین نے اس وقت کے لوگوں کی قوت اور صحت کو دیکھتے ہوئے دو کو حذف کر دیا ہے۔ قلت الطعام اور قلت المنام اور دو کو باقی رکھا ہے۔ قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام سو کم بولنا نہایت مفید چیز ہے۔ خصوص مبتدی کے لئے اور عام طور پر بھی کم بولنا نہایت مفید ہے۔ زیادہ بولنا اور بلا ضرورت بولنا نہایت مضر چیز ہے۔ اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اور نورانیت فنا ہوتی ہے چنانچہ بلا ضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا بھی پوچھ لے کہ کہاں جاؤ گے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب مردہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے اور ضرورت میں اگر شب و روز کلام کرے مثلاً ایک شخص ہے کنجڑا وہ بیوی بچوں کی وجہ سے تجارت کرتا ہے اور سر پر خربوزوں کا ٹوکرا لئے دن بھر آواز لگاتا ہے کہ لے لو خربوزے اس سے ایک ذرہ برابر بھی قلب پر ظلمت نہ ہوگی۔ غرض فضول گوئی اس طریق میں سم قاتل ہے اس سے قلب برباد ہو جاتا ہے۔ باقی فضول کو ضروری پر قیاس کرنا مع الفارق ہے۔ مثلاً شیخ اپنے کو قیاس کرنے لگے کیونکہ اسکا بولنا بضرورت ہے۔ پس یہ قیاس ایسا ہوگا جس کو فرماتے ہیں۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(مرشد کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس مت کرو (کہ جو کچھ شیخ کرے وہی تم بھی کرنے لگو۔

کیونکہ اگر چہ دونوں فعل یکساں ہیں مگر باطنی طور پر بہت فرق ہوتا ہے دیکھو شیر (یعنی جانور) اور شیر (یعنی دودھ) دونوں لفظ ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے) باقی فضول وضروری کے امتیاز کے لئے خود الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے وہ جو تعلیم کرے اس پر عمل کرتا رہے۔ کیونکہ اس کو وہی سمجھتا ہے کہ ہر چیز کا موقع محل ہے؟ چنانچہ سکوت بھی مطلقاً فضیلت کی چیز نہیں۔ بعض نطق سکوت سے افضل ہے بلکہ سکوت کی فضیلت تو بولنے ہی کی بدولت معلوم ہوئی ہے۔ جیسے خلوت کی فضیلت بدولت جلوت ہی کے معلوم ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ موقع ہے ہر چیز کا کہیں سکوت مناسب ہے۔ کہیں بولنا مناسب ہے۔ کبھی خلوت کی ضرورت ہے۔ کبھی جلوت کی ضرورت ہے۔ اس اختلاف موقع کی ایک مثال ذکر کرتا ہوں۔ یہ مثالیں مقصود کی توضیح کے لئے ہوتی ہے۔ ایک بہو کی حکایت ہے نئی نئی شادی ہو کر سسرال میں آئی مگر بولتی نہ تھی۔ ساس نے کہا کہ بہو تو بولتی کیوں نہیں کہنے لگی کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ ماں تیری بیوقوف ہے۔ ضرور بولا کر بہو نے کہا کہ تو پھر کچھ بولوں ساس نے کہا ضرور بول۔ اب بہو بولتی ہیں تو دیکھو کیا نور برساتی ہیں۔ کہتی ہے کہ اماں ایک بات تم سے پوچھتی ہوں وہ یہ کہ اگر تمھارے لڑکے کا انتقال ہو جاوے اور میں بیوہ ہو جاؤں تو میری کہیں اور شادی کر دو گی یا یونہی بٹھلائے رکھو گی۔ ساس نے کہا کہ بہو بس تو خاموش ہی رہا کر تیری ماں کا منع کرنا ہی صحیح رہا ہے۔ امام ابو یوسف املا لکھوایا کرتے تھے طلباء میں سے ایک شخص بالکل نہ بولتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میاں تم کبھی نہیں بولتے کچھ پوچھتے پاچھتے نہیں۔ عرض کیا کہ اب پوچھا کروں گا۔ ایک مجلس میں امام صاحب نے مسئلہ فرمایا کہ آفتاب کے غروب ہونے پر روزہ فوراً افطار کر لیا جاوے تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا پوچھو کہتا ہے کہ اگر کسی روز آفتاب غروب نہ ہو تو کیا کرے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ بس بھائی تمھارا نہ بولنا ہی مناسب ہے۔ حاصل یہ کہ موقع ومحل ہوتا ہے ہر چیز کا جس چیز کو مربی مناسب سمجھے گا اسی کی تعلیم کرے گا۔

کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں

(ملفوظ ۳۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ ضرورت کی باتیں ذہن میں ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ ہر شخص کو کشف نہیں ہوتا اور مجھ کو تو ہوتا بھی تو سلب کی دعاء کرتا۔ کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں۔ ایک تو یہ ایک بات ہونے والی ہے۔ دس روز بعد، معلوم ہو گئی آج،

اب کھل رہے ہیں۔ایک یہ کہ اب تو سب مسلمانوں سے حسن ظن ہے اور اس وقت دوسروں کا عیب بھی منکشف ہوتا اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (بہت سے گمانوں سے بچا کرو) کو صاحب کشف نہیں بجالا سکتا۔ اور جس کو کشف نہ ہو وہ اس کو بجالا سکتا ہے تو کشف نہ ہونے میں یہ کیا تھوڑی نعمت حاصل ہوتی ہے کہ حکم شرعی پر عامل ہونے کی توفیق ہوگئی۔ اسی طرح الہام بھی کوئی کمال کی چیز نہیں۔فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا کی رو سے ہر شخص ملہم ہے۔ہاں بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے کو فنا کر رہا ہو یہ ہے بڑی دولت اس کے سامنے کیا الہام اور کیا کشف اور کیا کرامت اسی کو کہتے ہیں۔

ہو فناذات میں کہ تو نہ رہے ترى ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

اور اسی کو کہتے ہیں

تو در و گم شو وصال ایں است و بس گم شدن گم کن کمال ایں است و بس

(تو اس میں فنا ہو جا۔یہی وصال کا حاصل ہے۔فنا ہونے کی طرف بھی توجہ نہ کرو۔یہی کمال فنا ہے)

آجکل کی تہذیب تعذیب ہے

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے مدعیان تہذیب میں تہذیب تو خاک نہیں۔ ہاں تعذیب ہے ان نیچریوں سے میں کہا کرتا ہوں کہ تم چالیس روز پاس رہو۔تب سوال پیدا کرنے کی قابلیت پیدا ہو اور صاحب میری تو بڑے بڑے مدعیوں سے گفتگو ہوئی۔ سچ جانے چار منٹ بھی نہ چلے اور بک بک کرنا یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

بدعتی اور حضور ﷺ کی تنقیص

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ یہ بدعتی حضور ﷺ کو الہ مانتے ہیں مگر ناقص اور ہم عبد کہتے ہیں مگر کامل تو تم حضور کی تنقیص کرتے ہو اور ہم کمال کے قائل ہیں۔

چشتیہ کی مسکنت اور انکساری

(ملفوظ ۳۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں کے اندر نہایت مسکنت غربت انکساری اور شکستگی ہے۔ مگر ان ہی میں جو اللہ کا نام لینے والے ہیں باقی جو صرف گانے بجانے کودنے ناچنے ہی کو اصل شغل سمجھتے ہیں وہ تو چشتی ہی نہیں پھر شکستگی پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طالب علم نے دعوت کی۔آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور

ہے کہ خود کچھ مت پکانا بلکہ گھروں پر جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں۔ وہی ہم کو بھی کھلا دینا اس کو اس نے منظور کرلیا یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکساری اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔

مالی خسارہ سے مجاہدہ

(ملفوظ ۳۱۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ ان کا لڑکا بھاگ گیا تھا لکھا ہے کہ ایک مہینہ کے بعد خود واپس آ گیا اور آ کر تعلیم میں مصروف ہوگیا لیکن بقدر نصاب رقم سفر میں برباد کر آیا۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ اس مالی خسارے سے آپ کا مجاہدہ ہوگیا سو اس کے ثمرہ کے مقابلہ میں نصاب کیا چیز ہے۔

نفس قید میں ہو تو اس کا کید نہیں چلتا

(ملفوظ ۳۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس اگر قید میں ہو تو اس کا قید مضر نہیں آزاد نفس کا کید مضر ہے۔

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(ملفوظ ۳۱۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنازہ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعاء کرنا جائز ہے۔ فرمایا کہ منقول نہیں۔ اس لئے ترک اولیٰ ہے اور منہی عنہ بھی نہیں اگر لازم نہ سمجھے تو دعاء بھی جائز ہے اور رفع یدین اس کے آداب میں سے ہے۔

ذلت اور تواضع کے درمیان فرق

(ملفوظ ۳۱۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذلت اور تواضع کے درمیان کیسے فرق معلوم ہو کہ یہ ذلت ہے یہ تواضع فرمایا کہ تواضع کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ذلت کا درجہ خود سمجھ آ جائے گا تواضع کی حقیقت ہے اپنے کو حالاً یا مالاً سب سے کمتر سمجھنا مثلاً کسی کافر کی نسبت اگر یہ سمجھے کہ یہ برا ہے اس اعتبار سے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن مال کی کیا خبر ہے تو یہ تواضع مامور بہ ہوگئی اور یہ سمجھنا اعتقادی تواضع ہے اور عملی تواضع یہ ہے کہ بلاضرورت کسی کی تحقیر نہ کرے۔ یہ حقیقت ہے تواضع کی۔

پیغمبروں کا بکریوں کا چرانا ثابت ہے:

(ملفوظ ۳۱۸) ایک صاحب نے آ کر عرض کیا کہ حضرت محنت مزدور تمام پیغمبروں نے کی ہے اس کی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ کلیہ تو منقول نہیں مگر اتنا ثابت ہے کہ بکریاں سب نے چرائی ہیں۔

پوری عبارت بیان نہ کرنے پر مواخذہ

(ملفوظ ۳۱۹) ایک شخص آ کر خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی پوری بات اور اپنا تعارف نہ کرایا۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حاجت لے کر آوے اس کو خود کہنا چاہئے کیا یہ میرا ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں کس کس سے پوچھوں۔ میں ان چیزوں کی بھی تعلیم کرتا ہوں۔ اس لئے بدنام ہوں۔ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کے غلام ہو جاؤ سو مجھ سے غلام نہیں بنا جاتا۔ اس غلامی کا نام رکھا ہے۔ اخلاق اس رسمی اخلاق کی بدولت جہل دوسرے کا راسخ ہوتا جاتا ہے۔ میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کی بد اخلاقی ہے۔ جس سے لوگوں کا دین خراب ہو اور وہ جہل میں مبتلا رہیں۔

تشبہ ممنوع ہے تشابہ جائز ہے

(ملفوظ ۳۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے فمن تشبہ بقوم فھو منھم اس کی حکمت یہ ہے کہ اہل باطل سے امتیاز ہو مگر تشابہ جائز ہے تشبہ جائز نہیں۔ تشابہ وہ ہے جو فطری ہو اور تشبہ وہ ہے جو قصد سے ہو۔

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

مسلمانوں میں اتحاد مگر کونسا

(ملفوظ ۳۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں باہم تفرق نہ ہو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کو ان کو ضرر پہچانے کی جرات ہوتی ہے۔ اس لئے باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر یہ اتحاد نہیں جو آجکل کے لیڈر اور ان کے ہم خیال مولوی کراتے پھرتے ہیں۔ جس میں شریعت بھی محفوظ نہیں رہتی بلکہ وہ اتحاد مقصود ہے۔ جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا یعنی اعتصام بحبل اللّٰہ کے ساتھ اتحاد یہی اتحاد کارآمد اور مفید ہے۔ (اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلے کو اس طور پر کہ تم سب باہم متفق بھی ہو۔)

مولویوں کو چندہ جمع کرنا نہیں چاہئے

(ملفوظ ۳۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کا کام نہیں۔ چندہ جمع کرنے کا یہ کام تو دنیا داروں ہی کے سپرد رہنا چاہئے۔ مولویوں کو مالیات میں پڑنا ہی نہیں چاہئے اس باب میں ان کا مذہب تو یہ ہی ہونا چاہئے۔

لنگے زیرو لنگے بالا نے غم دزد نے غم کالا

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ کا قصہ ہے کہ بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے فرمایا کہ لگانے کے بھی اہل ہو تم ہی خرچ کر دو۔ اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا فرمایا میرے پاس اسکی دلیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اہل سمجھتے تو مجھ ہی کو دیتے۔ تبسم فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اسکا جواب تو یہ تھا کہ حضرت اللہ میاں دے تو رہے ہیں۔

کیفیات مقصود نہیں رضاء حق مقصود ہے

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے ساتھ صحیح تعلق ہونا چاہئے۔ پھر چاہے کچھ جائے یا رہے پرواہ بھی نہ کرنا چاہئے۔ بعض لوگ کیفیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ بعض منافع کے اعتبار سے وہ بھی خدا کی نعمت ہے مگر مقصود نہیں۔ ان کی رضاء کے سوا سب غیر مقصود ہے۔

تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہے

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہوتی ہے۔ جس کو بھی اللہ تعالیٰ یہ دولت عطا فرما دیں یعنی ایمان کی معرفت کی۔ تعلق مع اللہ ہے۔ حضرت محمد یوسف صاحب تھانوی تحصیلدار یا قلعہ دار تھے۔ بھوپال میں اس وقت مولوی عبدالجبار صاحب بھی وزیر تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے ملنے کی کوشش کی۔ بلایا حافظ صاحب نے تین شرطیں لگائیں کہ اگر یہ منظور ہوں تو آ سکتا ہوں۔ اول تو یہ ہے میری تعظیم نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں اٹھایا نہ جاوے۔ تیسرے یہ کہ میں جس وقت واپس آنا چاہوں مجھ کو روکا نہ جائے۔ وزیر صاحب نے تینوں شرطیں منظور کر لیں۔ پہنچے وزیر صاحب کے پاس وہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے کہا کہ دیکھئے شرط اول کی مخالفت ہو رہی ہے پھر ہی ادنی جگہ میں بیٹھ گئے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ حضرت یہاں آ جائیے فرمایا کہ شرط ثانی کی مخالفت ہو رہی ہے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ حضرت جو عہدہ منظور فرمائیں اسکا انتظام کر دوں۔ فرمایا کہ اس وقت میری تنخواہ پچاس روپیہ ہے بیوی منتظم ہوتی تو پچاس روپیہ سے کم میں بھی گزر ہو سکتی ہے مگر اب پچاس روپیہ میں بحمد اللہ بخوبی گزر ہو جاتا ہے۔ سو میں چاہتا ہوں کہ اس پچاس میں تو کمی نہ ہو۔ رہا عہدہ سو اس کے متعلق یہ ہے کہ چاہے بھنگیوں کا جمعدار بنا دیجئے۔ ہاں پچاس روپیہ دے جائیں۔ بس کافی ہے۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چلدئے۔ یہ اپنے باپ کے رنگ پر تھے۔ حافظ ضامن

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی۔ بھوپال میں ایک فقیر آیا تھا۔ امراء کو معتقد بناتا پھرتا تھا چونکہ حافظ صاحب بڑے آدمی تھے۔ ان کو بھی مسخر کرنے آیا۔ مسند پر بیٹھے تھے کہ کونے میں کھڑے ہو کر توجہ کی حافظ صاحب کو محسوس ہو گیا اس پر اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ کہنا تھا کہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ اور اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میں بھی حضور ہی کا شغال رنگین (رنگا گیدڑ) ہوں کہا کہ جاؤ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اتباع سنت اختیار کرو۔ یہ حافظ صاحب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت ہی سے مجاز تھے۔

حضرت گنگوہی اور حضرت حاجی صاحب

(ملفوظ ۳۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ کا باکمال ہونا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جیسے شخص کا تعلق عقیدت حضرت سے تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا معتقد ہونا تو اس درجہ کی حجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ خود ہی اخلاق میں اور عشق میں مغلوب تھے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ میں ایک خاص انتظامی شان تھی۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کے ورثاء میں ہونا چاہئے۔ وہی شان تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی جس کا اثر تھا۔ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم حق میں ذرہ برابر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اگر حضرت حاجی صاحب میں ذرا بھی کمی ہوتی تو مولانا علی الاعلان تعلق قطع فرما دیتے۔

مولویوں کو مالیات میں نہ پڑنا چاہئے

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کو مالیات سے بچنا چاہئے۔ اس معاملہ میں ان کو پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ میں ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ کا مدعو کیا ہوا ڈھاکہ گیا۔ نواب صاحب نے بدون میری تحریک کے مدرسہ دیوبند کے لئے روپیہ دینا چاہا۔ مجھے لیتے ہوئے بھی غیرت آئی لیکن اگر انکار کرتا ہوں تو خواہ مخواہ کا تقوی بگھارتا تھا۔ اور ان کی دل شکنی کا بھی خیال تھا اور مدرسہ کا بھی نقصان۔ میں نے کہا کہ میرا سفر ہوگا اور سفر میں اتنی بڑی رقم کا پاس ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ ہر وقت یہ ہی کھٹک رہے گی کہ کہیں گم نہ ہو جائے۔ کوئی نکال نہ لے۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ آپ بیمہ کر کے روانہ کر دیجئے وہ سمجھ گئے کہا کہ بہت اچھا۔ آپ مہتمم صاحب کو رقعہ تو لکھ دیں میں بیمہ کر دوں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ میں لکھ دوں گا۔ تو مالیات میں مولویوں کا پڑنا ہی برا ہے۔

حضرت تھانوی پر حضرت گنگوہی کی شفقت

(ملفوظ ۳۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا۔ حضرت کی شفقت کی یہ حالت تھی یہ فرمایا کہ تم جب آجاتے ہو۔ دل تازہ ہو جاتا ہے۔ میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ حضرت جاؤں گا فرمایا کہ اتنی جلدی میں نے کہا کہ کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ زیادہ ٹھہرنے کے ارادہ سے نہیں آیا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے تو ہم دیدیں گے میں نے عرض کیا کہ حضرت اور بھی کام ہے۔ پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت کے کپڑے پہننے کو بھی جی نہیں چاہا۔ بے ادبی معلوم ہوئی۔

توسل کی حقیقت کا انکشاف

(ملفوظ ۳۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو توسل کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ سوال کرنے سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا۔ ایک روز دفعۃً قلب پر اس حقیقت وارد ہو گئی وہ یہ کہ حدیث میں ہے۔ "المرء مع من احب" جب اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کی ساتھ محبت اور تعلق رکھنے سے رحمت خاص کا وعدہ ہے۔ پس کسی صالح سے توسل کا حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ مجھ کو فلاں شخص سے تلبس ہے اور اس تلبس پر آپ کا رحمت خاص کا وعدہ ہے پس میں اس رحمت خاص کا سوال کرتا ہوں اور جس جگہ یہ بات سمجھ میں آئی تھی وہ جگہ بھی یاد ہے اس وقت اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر دس ہزار روپیہ بھی ملتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور توسل بالاعمال کی بھی ذرا تغیر الفاظ کے ساتھ یہی حقیقت ہے کہ فلاں عمل سے آپ کو محبت ہے اور اس عمل پر رحمت خاص کا وعدہ ہے۔ اور ہم کو اس عمل سے صدور کا تلبس ہے۔ اب ہم اس رحمت خاص کا سوال کرتے ہیں۔

رذائل کے ازالہ کی نہیں امالہ کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۳۲۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فطری رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں۔ امالہ کی ضرورت ہے۔ وہ چیزیں اپنی ذات میں مذموم نہیں اس لئے کہ فطری ہیں۔ ان کا فطری ہونا دیکھ کر حکماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ ریاضت اور مجاہدہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ جو چیزیں جبلی ہیں وہ بدل نہیں سکتی۔ اس لئے سعی اور کوشش بیکار ہے۔ یہ حکماء سمجھے نہیں۔ مجاہدہ سے جبلی اور فطری کا ازالہ نہیں کیا جاتا۔ اس میں تو حکمتیں ہیں۔ اس لئے اس کو باقی رکھا جاتا ہے۔ البتہ وہ کبھی اپنے اختیار سے اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ سے وہ اعتدال پر آجاتی ہیں۔

غیر مقلدوں کے مشرب کی مثال

(ملفوظ ۳۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت ایک خواب میں مجھ پر ظاہر ہوگئی تھی جو میں نے طالب علمی میں دیکھا تھا گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن اگر نصوص شرعیہ سے موید ہو جائے تو سکون ضرور ہوتا ہے۔ اسلئے کہ بروئے حدیث مبشرات میں سے ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دہلی ہوں اور ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے مکان کے دروازہ میں طلبہ جمع ہیں۔ میں بھی ہوں اور چھاچ تقسیم ہو رہی ہے۔ مجھ کو بھی دینا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کی صورت مثالیہ دودھ کی سی ہے اور چھاچ مشابہ ہوتی ہے۔ دودھ کے تو خواب کے معنی یہ ہوئے کہ ان کا مشرب دین کی صورت تو ہے مگر اس میں دین کے معنی نہیں۔

اصلاح کرنے والا نشانہ ملامت بنتا ہے

(ملفوظ ۳۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اختلافی مسائل میں متاخرین نے بڑا جھگڑا پھیلا دیا۔ دین کو اچھا خاصہ میدان جنگ بنا دیا۔ اختلاف مذاہب کو اختلاف عمل بنا لیا۔ یہ ابن مسعود کا قول سنا گیا ہے گو بڑا عالم نہیں مگر سمجھدار آدمی ہے۔ یہ اختلاف تو علوم ظاہری میں ہو رہا ہے۔ باقی علم باطن میں اختلاف سے بڑھ کر خلاف کیا جاتا ہے۔ چونکہ اکثر اس سے بے خبر ہیں۔ اس لئے اہل خبر پر بکثرت اعتراض ہوتے ہیں۔ خصوص جو شخص اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیتا ہے اس کو تو نشانہ ملامت بننے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص اس کو برا بھلا کہتا ہے۔ بدنام کرتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اس کا اقرار بھی کیا تھا مجھ کو لکھا تھا کہ میں تم کو قانون باز بلکہ قانون ساز کہا کرتا تھا میں معافی چاہتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں۔

کھانے کے ذریعہ مناسبت کی پہچان

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مرید ہونے آتا اس کو کھانا بھیجتے۔ جب برتن واپس آتے دیکھتے اگر روٹی سالن تناسب سے بچا ہوتا تو اس سے معاملہ کی گفتگو فرماتے ورنہ شروع ہی سے جواب دیدیتے کہ ہمارا تمہارا نباہ نہ ہوگا۔ تم میں انتظام کا مادہ نہیں۔

تعویذ کے سلسلے میں کچھ حکایات

(ملفوظ ۳۳۳) ایک شخص نے آ کر تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ اس باب میں لوگوں کو بہت غلو ہے۔ ہر کام

تعویذ ہی سے لینا چاہتے ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو آئندہ اولاد بھی تعویذ ہی سے مانگنے لگیں گے۔ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی فرمایا کہ ہر چیز کے لئے تعویذ مانگنے پر یاد آیا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے پاس ایک بھنگڑ آیا کہ حضرت بھنگ نہیں بکتی۔ ایک تعویذ دیدیجئے آپ نے تعویذ لکھ کر دیدیا۔ خوب بھنگ بکنا شروع ہوگئی۔ طلبہ نے شبہ کیا کہ حضرت نے بھنگڑ کو بھی تعویذ دے دیا یہ تو اعانت علی المعصیت ہے۔ آپ نے اس بھنگ فروش سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لے آنا تعویذ لے آیا۔ کھول کر طلبہ کو دکھلایا کہ اس میں لکھا تھا کہ اے اللہ جن لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے۔ وہ تو بھنگ ضرور ہی پئیں گے تو وہ اسکی ہی دکان سے پی لیا کریں۔ سب نے دیکھ لیا کیسا تعویذ ہے۔ بھلا ان حضرت پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ خوب کہا ہے۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

(کاملوں کے افعال کی حقیقت کو ناقص نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا سکوت ہی کرنا چاہیئے)

تعویذ کے سلسلہ میں بعض حکایات بھی بیان فرمائیں کہ حضرت سید صاحب بریلوی تعویذ میں یہ لکھ دیتے تھے۔ خداوندا گر منظور داری حاجتش رابرآری حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ سے ایک بیمار لڑکی پر دم کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے اس کے منہ میں تھوک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء بھی عطا فرمادی۔ اور اس بی بی نے خود بیان کیا کہ اس روز سے میرا ذہن اور حافظہ اور فہم سب سے بڑھ گیا۔ پھر حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کے متعلق فرمایا کہ حضرت میاں جی صاحب کہتے تھے کہ ہماری موت کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کیسی پھیلتی ہے۔ پھر حضرت میاں جی صاحب کے اخلاق کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب تھے۔ کاندھلہ کے رہنے والے جن کی تصنیف تفسیر سورۃ یوسف منظوم ہے۔ یہ کوئی باقاعدہ مولوی تو نہ تھے مگر مشہور تھے۔ اور ایک زمانہ میں حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے۔ پھر تنبہ ہوا تو توبہ کی اور مرید ہوگئے۔ حضرت نے مرید کرلیا اور برابر آتے جاتے رہے۔ مگر ایک مدت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اور کہیں رجوع کریں مجھ سے آپ کو نفع نہ ہوگا۔ میں ہر چند آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہنچانا چاہتا ہوں۔ مگر آپ کی وہ گستاخیاں یاد آکر مانع ہوجاتی ہیں۔ وصول برکات سے۔

۲۲۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

بزرگان اسلام کے یہاں اتباع سنت کا اہتمام

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے اتباع سنت کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ کی حکایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چونکہ اس طرح خلال کر کے نماز نہیں پڑھی۔ جو سنت کے موافق ہے۔ اس لئے بیس برس کی نماز لوٹائی۔ سنت کے موافق خلال کر کے حضرت شیخ عبدالحق صاحب رودلوی باوجود اس کے کہ ان پر استغراق کا ایسا غلبہ تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ یاد نہیں ہوا۔ پھر بھی اتباع سنت کس قدر غالب تھا کہ فرماتے کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مرداند کہ دریا ہا فرو برند و آروغ نہ زنند (منصور مبتدی تھا کہ ایک قطرہ پی کر فریاد کرنے لگا۔ یہاں مرد ہیں کہ دریا کے دریا پی جاویں اور ڈکار بھی نہ لیں) دیکھئے اس غلبہ حال میں بھی خلاف سنت پر نکیر فرمایا پھر ایک غلبہ حال کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کو ان کے بھائی نے علم درسی پڑھانا چاہا۔ نحو شروع کرائی اس میں ایک مثال آئی ضرب زید عمراً پوچھا زید نے کیوں مارا انہوں نے کہا مارا او ارانہیں یوں ہی ایک مثال ہے کہا کہ مارا نہیں تو کذب ہے اگر مارا تو ظلم ہے۔ میں ایسی کتاب نہیں پڑھوں گا جس میں پہلے ہی سے تعلیم کذب اور ظلم کی ہو۔

اس طریق میں فنا و انقیاد ہے

(ملفوظ ۳۴۵) ایک صاحب کی تحریری غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ اس طریق کا نفع چاہتے ہیں تو محو و فنا کا ثبوت دیجئے آپ تو زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں سو اگر انقیاد نہیں ہے تو آنا بیکار اور اگر آنا چاہتے ہو تو انقیاد سے کام لو۔

مربی کی تعلیمات اہل خصوصیت کیلئے

(ملفوظ ۳۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والے اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے میرے مواخذہ پر نظر کرتے ہیں۔ اور واقعہ کا یہ خلاصہ نکالتے ہیں کہ ذرا سی بات پر خفا ہو گئے۔ یا ہم نے خدمت کی تھی۔ بگڑ گئے۔ کچھ معلوم بھی ہے کہ بدون گرفت اور سختی کے کج فہموں کی اصلاح غیر ممکن ہے۔ دیکھئے جب مربا بنانا ہوتا ہے پہلے اس کو تنکے سے کوچتے ہیں تب اسمیں شیرینی پہنچتی ہے۔ نیز اس کو آگ پر بھی ابالتے ہیں۔ اسی طرح مربی کے فعل کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ مربا بنائے۔ سو یہاں پر جب مربا بننے آتے ہیں تو یہ امور ضرور ہوتے ہیں۔ غرض شیخ تربیت کے لئے جس کیلئے جو مناسب

سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے۔ برتاؤ کرتا ہے۔ نرمی ہو یا سختی ہو مگر یہ معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو اپنے کو سپرد کرتا ہے اور محبت کا مدعی بن کر آتا ہے۔ اس لئے کہ حقوق کی بھی قسمیں ہیں۔ ایک حقوق تو عامہ مسلمانوں کے ہیں۔اور ایک حق اس سے آگے ہے۔ جس کا منشا تعلق ہے۔ خصوصیت کا اس کے اور قواعد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے قوانین بتائے۔ ساتھ رہنے کے دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کس درجہ کی ہستی مگر چونکہ خضر علیہ السلام سے ایک خاص کام لینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس انتفاع کے شرائط بیان کئے اور خصوصیت کے لئے شرائط تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام ان شرائط کو قبول نہ فرماتے تو خضر علیہ السلام ساتھ رکھنے سے یقیناً عذر فرمادیتے اس کے بعد جب شرائط میں اختلال ہوا صاف کہہ دیا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی فعل معصیت نہ تھا۔ پس خضر علیہ السلام کا عذر کا یہ حاصل تھا کہ ہماری تمہاری موافقت نہ ہوگی۔ اور یہ تفریق ایسی تھی کہ بدوں کسی وجہ کے بھی جائز تھی۔ اس لئے افتراق کے لئے معصیت شرط نہیں۔

کشف صحیح کے بھی حجت نہ ہونے پر ایک عملی تمثیل

(ملفوظ ۳۳۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض کشف ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بالکل احتمال غلطی کا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی شرعاً حجت نہ ہوگا اور اس کو مستبعد نہ سمجھا جاوے کہ جب اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔ پھر حجت نہ ہونے کی کیا وجہ۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص رمضان کی ۲۹ تاریخ کو عید کا چاند دیکھتا ہے اور دیکھنا ظاہر ہے کہ حسی طور پر ہے جس میں کوئی اشتباہ نہیں پھر اس پر یہ بھی واجب ہوگا کہ قاضی سے جا کر ظاہر کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اور بھی کوئی شہادت ہو گو اپنے علم میں یہ واحد مگر یہ نہ سمجھے کہ واحد کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ تو شہادت سے کیا فائدہ کیونکہ اگر سب دیکھنے والے اپنے کو واحد واحد سمجھ کر شہادت سے تقاعد کریں تو رویت کیسے ثابت ہو۔ غرضیکہ اس نے جا کر قاضی سے کہا مگر اتفاق سے اور کوئی شہادت نہ تھی۔ اس لئے قاضی نے کہہ دیا کہ حجت نہیں تو اس صورت میں باوجود اس کے کہ اس نے خود دیکھا اور بلا اشتباہ دیکھا مگر پھر بھی خود اس کے لئے بھی حجت نہیں۔ چنانچہ یہ بھی روزہ وجوباً رکھے گا (یعنی اس کو بھی بوجہ عید کا چاند خود دیکھ لینے کے بعد افطار کرنا جائز نہیں بلکہ روزہ ہی رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ شہادت شرعی سے چاند ثابت نہیں ہوا) ایسے ہی اگر کسی کو کشف ہو اور بالکل بلا تلبیس

مگر پھر بھی عدم تلبیس مستلزم نہیں۔ حجیت کو شیخ اکبر بعض کشوف میں تلبیس کی نفی فرماتے ہیں مگر غلطی سے یہ مشہور ہو گیا کہ کہ وہ کشف بلا تلبیس کو حجت سمجھتے ہیں ان کے قول میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ بعض کشف حجت ہے۔ پس مذہب منصور سب کے نزدیک یہی ہے کہ کشف حجت نہیں۔

محبت کے حقوق

(ملفوظ ۳۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل محبت اور تعلق کا دعوی تو سب کرتے ہیں مگر امتحان کے وقت کورے نکلتے ہیں۔ محبت کے حقوق میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دوست دوست سے اپنی ضرورت میں روپیہ طلب کرے اور دوست یہ پوچھے کہ کتنا تو وہ دوستی کے قابل نہیں۔ بلکہ جو کچھ پاس ہو سب پیش کر دے۔ پھر وہ خواہ کل لے لے یا جزء لے لے۔ ایک شخص کی حکایت ایک کتاب میں مذکور ہے کہ ان کے ایک دوست نے مکان کے دروازہ پر آ کر آواز دی۔ یہ شخص مکان سے کچھ توقف کے بعد باہر اس طرح آیا کہ ایک غلام کے سر پر روپیہ کی تھیلیاں ہیں اور خود اس شخص کی کمر سے تلوار بندھی ہے اور ساتھ ایک عورت نہایت حسین زیور سے آراستہ ہے۔ دوست نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ کہا کہ مجھ کو یہ خیال ہوا کہ دوست آیا ہے نہ معلوم کیا ضرورت ہے اگر کسی دشمن کا مقابلہ ہے تو میں حاضر ہوں اسی لئے تلوار ساتھ لایا ہوں اگر روپیہ کی ضرورت ہے تو یہ تھیلی موجود ہے۔ اگر خادم کی ضرورت ہے تو یہ غلام حاضر ہے اگر انس کے لئے عورت کی ضرورت ہے تو یہ کنیز موجود ہے۔ یہ ہے دوستی۔ محبت پر ایک اور قصہ یاد آ گیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے یہاں مہمان ہوئے۔ وہ رئیس نہایت منتظم تھے۔ وہ کھانوں کی ایک فہرست مرتب کر کے غلام کو دے دیتے تھے کہ یہ کھانے تیار ہوں گے ایک دن امام صاحب نے غلام سے فہرست لے کر اس میں ایک کھانے کا اضافہ کر دیا۔ جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانے لکھے تھے اس سے زاید دسترخوان پر ایک کھانا موجود ہے اُس کا سبب غلام سے دریافت کیا غلام نے عرض کیا کہ امام صاحبؒ نے کھانا میں اضافہ کر دیا تھا جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانا لکھے تھے اس سے زائد دسترخوان پر ایک کھانا موجود ہے اس کا سبب غلام سے دریافت کیا غلام نے عرض کیا کہ امام صاحبؒ نے کھانے کا اضافہ فرما دیا تھا اس رئیس پر مسرت کا ایسا حال طاری ہوا کہ اس غلام کو آزاد کر دیا۔ محض اس بناء پر کہ مہمان کی فرمائش پر اس نے عمل کیا۔

بعض متعلقین کا اختلاف اور حضرت کا طرز عمل

(ملفوظ ۳۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے فلاں صاحب

سے جو یہاں خانقاہ میں مقیم تھے کہا تھا کہ تم یہاں پر رہے۔ پلے بڑھے سب کچھ ہو مگر میں پھر بھی تمہاری رائے میں مزاحمت نہ کروں گا۔ مگر تم کو بھی یہاں رہ کر اختلاف کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں یہاں پر تمہارا رہنا بھی مناسب نہیں۔ ایک جگہ سے دو مختلف جواب ملنا اس میں بڑا مفسدہ ہے باقی اگر تم اپنی رائے پر عمل کرو اور طریقہ کے ساتھ کرو تو مجھ کو بحمد اللہ ایسے اختلاف سے کبھی گرانی نہیں ہوتی۔ گرانی ہوتی ہے خلاف سے اور یہ بھی صرف ان کے خلاف سے جو محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ اوروں کی طرف سے خلاف کرنا بھی گراں نہیں۔ فلاں خاں صاحب نے مجھ کو ہمیشہ گالیاں دیں۔ کافر کہا ذرہ برابر بھی مجھ پر کبھی اثر نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ مخالف تھے۔ شکایت دوستوں سے ہوا کرتی ہے۔ دشمنوں سے کیا شکایت۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے کہ انہوں نے یہاں کا رد لکھا اور لوح پر بلا ضرورت خانقاہ امدادیہ کا نام بھی لکھ دیا۔ پھر معافی چاہی میں نے ان سے بھی یہی کہا کہ عمل تو اسی پر کرو جو تمہاری رائے ہے اور جب تم معافی چاہتے ہو تو اس کا اعلان کر دو کہ رائے تو میری وہی ہے جو لکھ چکا ہوں مگر میں نے جو لوح پر یہ لکھا ہے کہ یہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا جواب ہے۔ اسے لکھنے کی ضرورت نہ تھی جواب تو بدون اس کے بھی ہو جاتا لوگ خود سمجھ لیتے کہ فلاں فتوے کا رد ہے۔ بس اس طرح کا اعلان کر دو مگر وہ اس اعلان پر آمادہ نہ ہوئے میرا بھی دل منقبض رہا۔ میرا خاصہ ہے کہ اگر کوئی اصول صحیح پر رہے تو مجھ کو محبت بدرجہ عشق ہوتی ہے اور اگر اصول کے خلاف ہو تو اس سے قلب پھر جاتا ہے۔ مگر اب دس برس کے بعد اعلان کیا میں صاف ہو گیا کیونکہ مجھ کو تو دیکھنا تھا ورنہ اعلان نہ کرنے سے میرا کوئی ضرر نہ تھا۔ اور اب اعلان کر دیا میرا کوئی نفع نہیں ہو گیا۔ نفع اور ضرر سب انہیں کا تھا۔ اور یہ ہی میں فلاں مولوی صاحب سے چاہتا ہوں جو دارالعلوم دیوبند کو بدنام کر چکے ہیں اور اب معافی چاہتے ہیں۔ ان سے بھی اس لئے انقباض ہوا کہ وہ مجھ سے ایک زمانہ میں تعلق رکھ چکے ہیں اور مجھ سے تربیت کی خدمت لے چکے ہیں گو ممکن ہے کہ ان کو ضرورت نہ ہو مگر خدمت لی تو یہی۔ ان چیزوں کا طبعی اثر ہوتا ہے پھر اس میں تو میرا معاملہ بھی نہیں۔ مدرسہ کا معاملہ ہے۔ وہ ایک چیز ہے جس سے مخلوق کو نفع ہو رہا ہے ممکن ہے اس میں کچھ کوتاہیاں ہوں اور اصلاح کی ضرورت ہو۔ اصلاح کرو نہ کہ انہدام کرنے لگو مدرسوں کو بدنام کرنے کا جو طرز اختیار کیا گیا تھا اس کے تدارک کے لئے اس اعلان کی ضرورت ہے کہ ہم نے جو طرز اختیار کیا تھا وہ غلط تھا گو مطالبات ہمارے اب بھی وہی ہیں اور مشورہ یہ ہے لیکن اگر ہماری رائے قبول نہ کی جاوے ہم پھر بھی مدرسہ کے خادم

ہیں۔ بتلائیے اس میں کیا ضرر ہے تو سب کی مصالح کی رعایت رکھتا ہوں۔ مگر بے اصول کام مجھ سے نہیں ہو سکتے۔ معافی بھی بے اصول نہیں ہو سکتی۔ چاہے کسی کو گوارا ہو یا ناگوار۔ کوئی راضی رہے یا ناراض اور کسی کی ناراضی سے ہوتا کیا ہے؟ حق تعالیٰ راضی رہیں اور کسی کی کچھ پروا نہیں کرنا چاہئے۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جن کو محبت اور تعلق کا دعوی تھا مگر انہوں نے ایک تحریر لکھی اس میں میرے متعلق طعن آمیز کلمات لکھے تھے۔ وہ یہاں پر مہمان ہوئے ہیں۔ میں نے بحمد اللہ ان کے حقوق مہمان کے ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر جو شکایت ان سے تھی وہ اب بھی ہے اور جب تک اس کا تدارک نہ ہوگا رہے گی۔ باقی مجھے تدارک کا نہ انتظار ہے نہ استدعا ہے اسلئے کہ یہاں تکثیر سواد کی ضرورت ہی نہیں۔ یہی تو میرا گنوار پن ہے۔ جس کی وجہ سے بکثرت لوگ مجھ سے ناراض ہیں۔ اسی اخیر کے واقعہ میں انہوں نے تو اپنی بھڑاس نکال لی مگر مجھ کو وہ ناراضی ادائے حقوق سے مانع نہیں ہوئی۔ ہاں انبساط نہیں ہوا اور ان پر ظاہر بھی کر دیا کہ میں ناراض تھا اور ہوں اور رہوں گا۔ مجھ کو رنج تھا اور ہے اور رہے گا۔ مجھ کو آپ سے شکایت تھی اور ہے اور رہیگی اس کو بھی صاف کہہ دیا یہ اس معاملہ کا حق تھا اس کو بھی نہیں چھپایا۔

تحریکات کا دینی نقصان

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریکات میں یہاں کے لوگ تو اپنا دشمن سمجھتے ہی ہیں مگر بعضے عیسائی بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں چنانچہ کوہ منصوری پر عیسائیوں کا ایک وفد تبلیغ کے لئے امریکہ سے آیا تھا اس میں ایک پادری تھا میرے ایک عزیز سے اس کی ملاقات ہوگئی اس نے میرے متعلق پوچھا کہ ان تحریکات میں اس کا کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ وہ ان تحریکات کے خلاف ہے یہ سنکر اس پادری نے کہا یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے ان عزیز نے کہا کہ یہ تحریکات خود عیسائیت کے خلاف ہیں تو اگر وہ اسمیں شریک ہوتے تب تو عیسائیت کی دشمنی کے کیا معنی کہا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھتے اس وقت ہندوستان میں دو مذہب ہیں ایک ہندو اور ایک مسلمان اور دونوں میں بوجہ اختلاف مذہب کے تصادم ہے اسوجہ سے اپنے اپنے مذہب پر سختی سے جمے ہوئے ہیں مگر ان تحریکات میں دونوں بہت سے کام اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں جس سے ان پر لا مذہبی کا غلبہ ہو جائے گا اور لا مذہبی کے بعد عیسائیت کی قابلیت قریب ہو جاتی ہے تو تحریکات کے خلاف کرنا عیسائیت سے روکنا ہے یہ راز ہے جس کو یہ شخص سمجھا ہے اور تحریکات کا مخالف ہے اس لئے ہم کہتا ہے کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے پھر فرمایا کہ آج کل کی عیسائیت کا پہلا زینہ لا مذہبیت

ہے عیسائی ہوتے ہی وہ ہیں جو بدمذہب ہیں اور ان تحریکات میں مسلمانوں نے تو بلا وجہ ہی سر کٹائے نہ ہندو ہی راضی ہوئے نہ انگریز ان کو تو صرف ایک ذات راضی کرنے کی ضرورت ہے اگر وہ راضی ہو جائیں تو پھر کسی کی ناراضی سے کچھ ضرر نہیں اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور اب تو مسلمان اسکے مصداق ہو گئے جیسا کہ ایک صاحب سرگرم تحریکات نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے۔

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل
ہم کو چۂ رقیب میں بھی سر کے بل گئے

حضرت حاجی صاحب سے سماع سننے کی درخواست

(ملفوظ ۳۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روم میں ایک مولویہ سلسلہ ہے یہ لوگ اہل سماع ہیں یہ لوگ مولانا رومی کے خاندان سے ہیں اور سماع آلات کے ساتھ سنتے ہیں اس میں نے بجاتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے نے سنانے کی درخواست کی حضرت کو نہ سننا منظور تھا نہ اسکی دل شکنی فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو نااہل کے سامنے پیش کرنا فن کی ناقدری کرنا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ہمارے فلاں مولوی صاحب ہوتے تو وہ قدر کرتے حضرت کے اس ارشاد کو بعض نے تو ان مولوی صاحب پر اعتراض سمجھا اور بعض نے یہ سمجھا کہ ان مولوی صاحب کو سماع کی اجازت ہے۔

حضرت حاجی صاحب اور تقریر کا اعادہ

(ملفوظ ۳۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کسی نے کسی تقریر کے اعادہ کی درخواست کی تو یہ فرماتے کہ بھائی یہاں کوئی مدرسہ نہیں ہے قیل و قال کے لئے اور کبھی یہ فرمادیتے کہ حاضرین مجلس میں سے فلاں شخص سمجھ گیا اس سے سمجھ لینا۔

بزرگوں کا مالی معاملات میں دخل نہ دینا

(ملفوظ ۳۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہے کہ ایک شخص نے بہت بڑی رقم آپ کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا مجھ کو اس وقت حاجت نہیں عرض کیا کہ حضرت کسی مصرف خیر میں صرف فرما دیجئے فرمایا کہ میں کوئی تمہارا نوکر ہوں جو تقسیم کرتا پھروں خود صرف کردو یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو گھر تک نہ پہنچو گے کہ کچھ بھی

باقی نہیں رہے گی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو بریلی میں ایک صاحب نے پانچ چھ ہزار روپیہ یا اس سے زائد دینا چاہا۔ حضرت نے انکار فرمادیا اس نے بھی وہی بات کہی کہ کسی مناسب مصرف میں صرف کردیجئے آپ نے فرمایا مجھ میں اسکی بھی لیاقت نہیں اس نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں دلیل سے کہتا ہوں وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے یہاں بخل نہیں اگر مجھ میں لیاقت ہوتی تو مجھ کو دیتے جب تم کو دیا تو تم ہی اسکے اہل ہو خود ہی صرف کرو عرض کیا کہ پھر کوئی مصرف ہی بتلادیجئے حضرت کو مدارس دینیہ کیساتھ خاص شغف تھا فرمایا کہ اس رقم سے کوئی مدرسہ دینیہ جاری کردو وہاں ضرورت بھی تھی کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا پھر اس واقعہ پر بطور تفریع کے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولویوں کو مالیات میں پڑنا نہ چاہئے اور یہ مال ایسی چیز ہے کہ اسمیں بہت جلد بدنامی ہوجاتی ہے اور بدنام کرنے والے حقیقت پر بھی مطلع ہونیکی کوشش نہیں کرتے بداعتقاد ہوجاتے ہیں دہلی میں ایک متمول صاحب تھے جو میرے صرف اس وجہ سے معتقد ہوئے تھے ایک شخص نے مجھکو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے نہیں لئے انکار کردیا اس لچر بنا پر تو معتقد ہوگئے پھر اعتقاد بھی ایسی ہی لچر بات پر ہوگئے انہوں نے ایک دنیاوی معاملہ میں مجھے سفارش چاہی میں نے نامناسب ہونے کے سبب انکار کردیا بس اس پر غیر معتقد ہوگئے ان لوگوں کے نہ اعتقاد کا بھروسہ اور نہ بداعتقادی کا۔

مدارس میں ضروری علوم کا اضافہ:

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ توریت انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں اسکے ثمرہ کا ظہور ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک پادری آیا بعض اہل بدعت کے بہکانے سے اس نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا نام لے کر مناظرہ کا اعلان کیا بہکانے کی وجہ یہ تھی کہ شاہ صاحب سے عداوت تھی جانتے تھے کہ شاہ صاحب کو اس سے کیا مناسبت۔ ہار جائیں گے ذلت ہوگی نفسانیت بھی کیا بری چیز ہے یہ نہ سمجھا کہ اگر ایسا ہوا تو نعوذ باللہ اسلام کی ذلت ہے شاگردوں نے یہ دیکھ کر کہ مولانا کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا یہ عرض کیا کہ حضرت ہمکو مناظرہ کی اجازت دیجاوے فرمایا کہ وہ میرا نام لے کر اعلان کرے اور میں خاموش بیٹھا رہوں مجھکو غیرت آتی ہے اب شاگردوں میں بڑی کھلبلی پڑی مگر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ آپ کو عیسائیوں کے مناظرہ سے مناسبت نہیں کیونکہ ایسے مناظروں میں عادۃً الزامی جوابوں کی ضرورت ہوتی ہے قلعہ میں

مناظرہ ٹھہرایا غدر کے زمانہ سے قبل کا واقعہ ہے حضرت شاہ صاحب مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے مناظرہ ہوا حضرت شاہ صاحب نے توریت و انجیل کے حوالہ سے جواب دینا شروع کئے پادری کو شکست ہوئی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپکو ان جوابوں کی کیا خبر فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کیساتھ توریت اور انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ ضرورت کی بنا پر میری رائے ہے کہ مدارس میں تین چیزوں کی تعلیم کا اور اضافہ کر دیا جائے ایک ریلوے قانون کا دوسرے ڈاکخانہ کے قواعد کا تیسری فوجداری کی دفعات کا تا کہ جرم کی حقیقت سے واقف ہو جائیں بعض مرتبہ جرم کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا بھی حاصل کرنا ہو تو وہ اللہ والوں کی صحبت حاصل کرے کیونکہ ان کی عقل نورانی ہوتی ہے قلب صاف ہوتا ہے حقائق منکشف ہوتے ہیں گو تجربہ نہیں ہوتا مگر جن چیزوں میں عقل کی ضرورت ہے ان میں ان حضرات کو کامل دسترس ہوتی ہے۔

سلف کا زہد فی الدنیا کا حال

(ملفوظ ۳۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس دنیا میں رہتے ہی نہیں تھے کسی اور ہی عالم میں رہتے تھے انکی بات چیت بھی اور رنگ کی کھانا پینا بھی اور ہی رنگ کا ہر بات ہر کام میں رنگ ہی اور تھا اور ساری عمر اسی میں ختم کر گئے کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے تعلق مع اللہ کا اور کسی کام کے رہے ہی نہ تھے۔

۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

تعویذات کے سلسلہ میں حضرت کا واقعہ

(ملفوظ ۳۴۷) ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا کہ فلاں چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے حضرت والا نے اور کام چھوڑ کر تعویذ لکھنا شروع کیا اور فرمایا کہ چونکہ اس نے آکر پوری بات کہی میں نے سب کام چھوڑ کر اس کا تعویذ لکھدیا میرے یہاں تو اگر کوئی اصول سے کام لے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں ہوتی فوراً کام ہو جاتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ہر قسم کے تعویذ پہلے سے لکھ کر رکھ لئے

جائیں تو بڑی سہولت ہو فرمایا کہ یہ تو کبھی خیال نہیں آیا کہ لکھ کر تعویذ رکھ لئے جائیں مگر سہولت کی ایک صورت اس سے بھی زیادہ تجویز کی تھی کہ جو شخص تعویذ لینے آئے اسکو بسم اللہ لکھ کر دیدیا کرونگا نہ لوگ سوال و جواب کی گڑبڑ میں پڑیں گے نہ میں الجھونگا اسکے بعد ایک روز دو شخص آئے میں نے بدون ان سے دریافت کئے بسم اللہ لکھ کر تعویذ دیدیا وہ لے کر چلے گئے میں اس تجویز پر بہت خوش تھا کہ یہ اچھا طریقہ ہاتھ آیا مجمع میں اس کو بیان کرنے لگا ایک صاحب نے مجھے کہا کہ کچھ خبر بھی ہے کہ کیا نتیجہ ہوا اور آپس میں یہ کہتے جارہے تھے کہ ہم نے کچھ کہا بھی نہیں اور ان کو دلکی خبر ہوگئی میں نے کہا کہ یہ تو اس سے بھی بڑا مفسدہ آخر اس تجویز کو چھوڑ دیا لوگ بھی بڑے ہی حضرت ہیں ان کا کہاں تک کوئی انتظام کرے۔

چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے

(ملفوظ ۳۴۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مجھے کہتے تھے کہ حضرات علما دیوبند درویش ہیں مگر اپنے کو چھپاتے ہیں فرمایا کہ یہ تو درویشی کے لوازم سے ہے ایسے سمجھنا لغو نہیں خصوص چشتیہ کے یہاں تو شہرت کی سخت ممانعت ہے وہ اس کو حجاب سمجھتے ہیں چشتیہ میں فنا کا بہت زیادہ غلبہ ہے اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں وہ نہ کشف کو کمال سمجھتے ہیں نہ کرامت کو نہ الہام کو انکے یہاں فنا ہو جانا مٹ جانا اول قدم ہے بس انکی تو یہ حالت ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند — درنگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز تفت

امراء کی طرف رغبت ٹھیک نہیں گو نیت صحیح ہو۔

(ملفوظ ۳۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل درویشوں کی دو قسمیں ہیں ایک محق ایک مبطل پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق باستثناء محققین کے کہتا ہوں کہ آج محق بھی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو باوجودیکہ وہ اہل حق ہیں دکاندار نہیں مگر پھر بھی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو گو انکی نیت بری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر ہی زیادہ ہے اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت رکھتے تھے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گو حب دنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جسکا

بکثرت مشاہدہ ہورہا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ بجز اہل بصیرت کے اسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا ایک صاحب کے سوال پر کہ اگر کسی جائز مصلحت کے لئے تعلق رکھا جاوے تو کیا حرج ہے فرمایا کہ ہر جائز چیز سے بھی تو طبائع سلیمہ کو رغبت نہیں ہوتی مثلاً اوجھڑی کا کھانا جائز ہے مگر لطیف المزاج کو اس سے طبعی نفرت ہے اکثر مدرسہ والے بھی ان ہی خیالات میں مبتلا ہیں گو ان کے مقاصد اور نیت بری نہیں مگر اسکا انجام دیکھ کر مجھکو تو طبعی نفرت ہے اس طریقہ کار سے۔

بے تکلفی اور بے ادبی میں حفظ حدود

(ملفوظ ۳۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکلف تو کسی کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے باقی بڑوں کے ساتھ گو تعظیم نہ ہو مگر ادب ضرور ہونا چاہئے ایسا بے تکلف ہو جانا جو مساوات کا رنگ پیدا کرے یہ بے تکلفی نہیں بلکہ یہ گستاخی ہے اور اتنا بے تکلف ہو جانا جو بے ادبی کے درجہ میں پہنچ جائے کبر سے ناشی ہے اور حالاً دوسروں پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھکو اسقدر قرب حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں اسلئے اسکا منشاء کبر ہے۔

ہدیہ لینے میں حضرت کا معمول

(ملفوظ ۳۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ہدیہ میں یہ میرا معمول ہے کہ دو چیز دیکھتا ہوں ایک تو یہ کہ ہدیہ میں کامل شوق ہو میں ایسے شخص کی خدمت کو منظور کر لیتا ہوں اور ایک یہ کہ ایک دن کی آمدنی سے زائد نہ ہو اسمیں حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات شوق کے غلبہ میں اپنے مصالح پر نظر نہیں رہتی مگر اپنا جی چاہتا ہے کہ جو اپنے سے محبت کرے اسکو بھی تکلیف نہ ہو اسلئے مصلحت سے زیادہ مقدار میں لینا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینے کے وقت ہیئت اور صورت ایسی ہونا چاہئے کہ لینے والی کو اسمیں ذلت کا شبہ نہ ہو اور یہ تو ہدیہ ہے جس میں آداب کی ضرورت ظاہر ہے میرا تو یہ مذاق ہے کہ جو میرے تنخواہ دار ملازم ہیں ان کے سامنے بھی تنخواہ کا روپیہ کبھی پھینکتا نہیں اکرام کے ساتھ سامنے رکھدیتا ہوں اسلئے کہ نوکری کی حقیقت ہے منافع بدنیہ کا معوضہ اعیان مالیہ سے اور جہاں دونوں جانب اعیاں مالیہ ہوں جیسے تجارت وہاں کوئی شخص متاع کی قیمت بصورت اہانت ادا نہیں کرتا اور منافع بدنیہ زیادہ بڑے ہوئے ہیں منافع مالیہ سے سو جب تجارت میں تاجر کی اہانت نہیں کیجاتی تو ہمکو کیا حق ہے نوکر کی اہانت کا۔

ادب السیاستہ یعنی اصلاح کے آداب

(ملفوظ ۳۵۲) (ملقب بہ ادب السیاستہ) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا مواخذہ فرما رہے تھے

ان سے جواب طلب ہو رہا تھا وہ صاحب خاموش تھے ایک صاحب نے جو کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان صاحب سے خطاب کیا کہ آپ جواب دیجئے اسپر حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ بس آپ دخل نہ دیجئے آپ کو میں نے وکیل نہیں بنایا آپ کیوں دخل در معقولات دیتے ہیں اس طرز میں بڑے مفسدے ہیں ایک مفسدہ تو یہ ہے کہ ایک غریب پر چہار طرف سے ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے جس سے اسکی دلشکنی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مخاطب کو مجھ سے تو محبت ہے اس لئے اس کو میری ہر بات گوارا ہوگی اور تم سے محبت نہیں اس لئے اس کو ناگواری ہوگی اور ایک تیسری بات ان دونوں سے باریک ہے جس پر بدون غور کے نظر پہونچنا مشکل ہے وہ یہ کہ میری اس میں اہانت ہے اب تو کافی نہیں ہمارے جوڑ لگانے کی ضرورت ہے اور ان ناصح صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ کو بیٹھے بٹھلائے کیوں جوش اٹھا آدمی کو پہلے اپنی فکر چاہئے یہ سب فضول باتیں بے فکری سے ہوتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو مٹانا فنا کرنا ہے یہاں پر آنیوالوں کو تو ایسا رہنا چاہئے کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے کہ کوئی یہاں پر رہتا بھی ہے عرض کیا کہ معاف کیجئے غلطی ہوئی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ایسی غلطی نہ ہوگی فرمایا کہ معافی تو میں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں معاف ہے مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں ہمیشہ اس کا خیال رکھئے کہ جہاں پر آدمی جائے اول وہاں کے اصول اور قواعد اور آداب معلوم کرے۔ ہر جگہ کے جدا اصول اور قواعد ہوتے ہیں دوسرے آدمی کو نئی جگہ میں بولتے ہوئے ویسے بھی تو حجاب ہوتا ہے خصوصاً میرے یہاں آنیوالوں کو اور رہنے والوں کو تو اس کا مصداق بنکر آنا اور رہنا چاہئے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

ان ہی بدتمیزیوں کی وجہ سے میں ایسے لوگوں سے جن سے بے تکلفی نہ ہو یا بے تکلفی ہو مگر اس شخص میں سلیقہ نہ ہو کوئی خدمت نہیں لیتا اس لئے کہ اس حالت میں بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے اب پنکھا ہی ہے اس کو کھینچنے میں بعض بدتمیزی کرتے ہیں مشین بنجاتے ہیں اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ مجلس سے کوئی اٹھ رہا ہے اس کے سر میں لگ جاویگا کچھ پروا نہیں اور میں تو عین مواخذہ کی حالت میں بھی مخاطب کی رعایت رکھتا ہوں کہ اس کی اہانت نہ ہو ذلت نہ ہو اور اہانت تو وہ کریگا جو اپنے کو اس سے افضل خیال کرتا ہو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ کے وقت بھی میں اسی کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور اسوقت اسکا استحضار ہوتا ہے کہ معلوم نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بوجہ نیت کے اس کی بات پسند ہو اور میری ناپسند ہو اسوقت مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے ڈرتا رہتا ہوں تو

بھلا ایسا شخص کیا کسی کی دل سے اہانت کر سکتا ہے یا اس کو ذلیل سمجھ سکتا ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ عتاب کی حالت میں معتوب کو ذلیل نہ سمجھے یہ دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں تو بعض اکابر نے اس کی ایک عجیب مثال فرمائی ہے کہ کسی شہزادے کے کسی جرم پر بادشاہ بھنگی کو حکم دے کہ اس کے بید لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے سے افضل سمجھے گا ہرگز نہیں یہ ہی سمجھیگا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے میں بیچارہ بھنگی میرا کیا وجود اور کیا ہستی مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہے اس فرض کو پورا کر رہا ہے اور یہ خیال بھی لازم حال ہے کہ اگر حکم کے خلاف ہاتھ ہلکا بھی پڑا تو کہیں اسکی جگہ میں نہ رکھا جاؤں ان دونوں کو جمع کرنیکی مثال اس سے زیادہ واضح دوسری نہیں ہو سکتی اسی طرح واللہ کبھی وسوسہ بھی میرے قلب میں اس کی اہانت کا نہیں ہوتا اسی کو افضل سمجھتا ہوں مگر چونکہ حکم ہے اس لئے کہنے کی بات کہتا ہوں اصلاح کا کام سپرد ہو گیا ہے اس لئے ضروری بات نہ کہنے کو خیانت سمجھتا ہوں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اظہر من الشمس ہیں مگر اخیر میں سنا ہے کہ حضرت بعض لوگوں کے متعلق یہ رائے ظاہر فرما دیتے تھے کہ ایسے متکبرین کا علاج تھانہ بھون، ہو سکتا ہے ہمارے مجمع میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری۔ بے انتہا خلیق تھے ان کا اخلاق کی یہ حالت تھی کہ جو کسی نے دوا بتائی کھالی بعض دفعہ اس سے تکلیف بھی ہو جاتی لیکن اگر وہ شخص پوچھتا ہے کہ حضرت کو دوا نے نفع دیا فرماتے بڑا فائدہ ہوا اور میری حالت یہ ہے کہ اکثر طبیب بھی آتے رہتے ہیں اگر وہ کسی موقع پر مجھ سے کسی دوا کے استعمال کو کہتے ہیں تو میرا معمول ہے کہ میں صاف کہدیتا ہوں کہ میرے معالج فلاں حکیم صاحب ہیں آپ ان کو مشورہ دیجئے میں ان کے کہنے، سے کھالوں گا آپ کے کہنے سے نہیں کھاؤں گا غرض مجھ سے ان کے اخلاق بدرجہا بڑھے ہوئے تھے، لیکن باوجود اس کے اخیر میں جب حضرت مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اسمیں بھی لوگوں نے چین نہیں دیا تب فرمایا کہ واقعی اشرف علی کے ضوابط اور قواعد کی سخت ضرورت ہے یہ مقولہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کا ہے خود پیرومرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ایک خانصاحب آپ کی خدمت میں اکثر دوپہر کے وقت آیا کرتے وہی وقت، حضرت کے آرام کا ہوتا تھا مگر ان کی وجہ سے دوپہر میں بیٹھے رہتے اور کبھی منع نہیں فرمایا ایک روز حافظ محمد ضامن صاحب نے دیکھ لیا فرمایا کہ خانصاحب رات بھر تو جورو کی بغل میں پڑے سوتے رہتے ہو اور اللہ ۔۔۔ والے رات کو جاگتے ہیں یہ دوپہر کو قیلولہ کر لیتے ہیں اسمیں بھی آکر تم مخل ہوتے ہو خبردار جو کبھی دوپہر میں آئے جب خانصاحب کا آنا بند ہوا مگر حضرت نے اپنی زبان سے کبھی منع نہیں فرمایا

مگر باوجود ان اخلاق کے اب حضرت کی رائے کا واقعہ یہ ہے کہ مولوی ظفر احمد حضرت، مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں انہوں نے ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء کر دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا اس سے میں مراد ہوں تو دنیا میں رہنے والوں کی اور آخرت میں دیکھنے والوں کی سب بزرگوں کی، رائے یہاں کے قواعد اور ضوابط اور اصول کے نافع ہونے پر متفق ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا ملازمت چھوڑنے سے منع کرنا

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس وقت اپنے فن کے مجتہد تھے امام تھے مجدد تھے حضرت کی بصیرت دیکھئے اللہ اکبر ناجائز ملازمت کے چھوڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصیت وقایہ ہو کفر کی تو ایسی معصیت کو کفر پر ترجیح ہوگی وجہ یہ ہے کہ اب تو گناہ ہی میں مبتلا ہے اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد افلاس کا شکار ہوگا جس سے ضعف طبیعت کی وجہ سے بعض کے لئے اندیشہ ہے کفر کا اسلئے فرماتے تھے کہ پہلے جائز ملازمت تلاش کر لو پھر ناجائز کو چھوڑ دو معمولی علماء بھی ایسی تحقیقات بیان نہیں کر سکتے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک مرتبہ حضرت کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ دوں اس وقت مولانا مطبع مجتبائی میں دس روپیہ تنخواہ پر ملازم تھے حضرت نے کیا عجیب جواب لکھا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور حالت خامی میں ملازمت کا چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش کا ہوگا جب مولانا کو یہ جواب فرمایا گیا تو اور کس کا منہ ہے قوت کے دعوے کا البتہ اقویاء کا دوسرا حکم ہے چنانچہ خود حضرت پر بڑے سخت وقت گزرے ہیں مگر حضرت نے کبھی اسباب و تدابیر کا اہتمام نہیں فرمایا اور حضرت کی تو بڑی شان تھی حضرت کی صحبت کی برکت سے حضرت پیرانی صاحبہ کا وہی رنگ ہو گیا تھا چنانچہ ان کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات کے بعد میں نے پیرانی صاحبہ کو لکھا کہ پہلے تو ہم خدام بے فکر تھے حضرت کی وجہ سے اب حضرت کی وفات ہو گئی تو ہم خدام آپ کی ضروریات کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں اس لئے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں پر رہنا چاہتی ہیں یا مکہ ہی میں تاکہ اسی جگہ راحت کا انتظام کر دیا جاوے جواب آیا کہ ہم اسوقت عدت میں ہیں جسمیں خروج جائز نہیں تو خروج کا تذکرہ بھی مناسب نہیں عجیب بات تحریر فرمائی جس سے اکابر مشائخ کی سی شان تحقیق معلوم ہوتی ہے یہ باتیں

ہیں قابل وجہ غرض میں عدت کے ختم ہونے کا منتظر رہا جب عدت ختم ہوگئی میں نے پھر لکھا کہ اب تو عدت ختم ہوگئی اب کیا حکم ہے اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہمیں سہولت تو آپ کے یہاں آ جانے میں ہے جواب آیا کہ میں عورت ہوں اور عورت ناقص العقل ہوتی ہے میری کیا رائے تم اور مولانا رشید احمد صاحب مشورہ کر کے جو تجویز کر دیں میں اسی کی تعمیل کرونگی پھر میں نے حضرت مولانا سے مشورہ کیا حضرت نے وہاں ہی کے قیام کو ترجیح دی میں نے پیرانی صاحبہ کو اطلاع کر دی اور ارادہ کیا کہ وہاں رہنے کی حالت میں کچھ انتظام مالی خدمت کا کر دیا جاوے مگر سامان یہ ہوگیا کہ ایک رئیس نے بقدر کفایت ماہوار مقرر کر دیا اور تا حیات جاری رکھا اس لئے بے فکری ہوگئی۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

حضرت گنگوہی کی انتظامی شان

(ملفوظ ۳۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ واقعی حضرت اپنے وقت میں اس فن کے مجتہد تھے اس کے ساتھ ہی حضرت میں انتظامی شان بڑی تھی خصوص شریعت کی حفاظت میں ایک مرتبہ امیر شاہ خانصاحب نے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک فتوے کے متعلق جس میں کچھ توسع فرمایا گیا تھا حضرت کو ایک خط لکھ مارا کہ جب آپ حضرت ایسی باتوں کو جائز کہیں گے تو بدعتی نہ معلوم کہاں پہنچ جائیں گے لکھنے کو تو لکھ لوں گا مگر اسکے بعد متنبہ ہوا کہ ایسا لکھنا سوء ادب ہے دوسرا خط لکھا کہ ایک خط ایسی بے ادبی کا لکھ چکا ہوں اور نادم ہوں امید ہے کہ احقر کو معاف فرمائیں گے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ امیر شاہ خانصاحب مجھے حیرت ہے کہ اظہار حق کے بعد ندامت مجھ کو تو جیسے پہلے خط سے خوشی ہوئی تھی دوسرے سے اتنا ہی رنج ہوا یہ تھی ان حضرات کی شان حفاظت شریعت کی۔

حضرت حاجی صاحب اور ایک غیر مقلد

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ بھی شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے منظور فرمالیا اور کچھ اللہ کا نام بتلادیا۔ حضرت ذکر کے عاشق تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ ساری دنیا ذکر اللہ میں لگ جائے چاہے کوئی غیر مقلد ہو مقلد ہو، بدعتی ہو، وہابی ہو، مطلب یہ تھا کہ ذاکر بنیں۔ سب سے غفلت دور ہو۔ اسی وجہ سے حضرت نے اس غیر مقلد کو بھی بیعت کر کے کچھ تعلیم فرمادیا۔ ایک دو روز کے بعد کسی نے حضرت کو خبر دی کہ آپ کی برکت سے اس نے غیر مقلدی سے توبہ کر لی جہر

آمین اور رفع یدین سب چھوڑ دیا۔ حضرت نے بلا کر دریافت فرمایا کہ تم نے آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ چھوڑ دیا۔عرض کیا ہاں حضرت سب چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اگر خود تمہاری تحقیق اور رائے بدلی ہے تو میں مزاحمت نہیں کرتا کیونکہ عدم جہر وعدم رفع بھی سنت ہے اور اگر میرے تعلق کی وجہ سے چھوڑا ہے اور سنت اسی عمل سابق کو سمجھتے ہو تو میں ترک سنت کا وبال اپنے ذمہ نہیں لیتا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے تحقیق کی عادل یہ حضرات ہیں۔ عدل ان کی گھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ محقق ہی کی شان ہوسکتی ہے اور غیر محقق تو قیامت تک بھی اتنی وسعت نہیں کرسکتا۔ حضرت نہ غیر مقلد تھے نہ بدعتی تھے۔ محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔

تصرف سے اعمال میں اثر ہونا

(ملفوظ ۳۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصرف سے جو عمل میں اثر ہوتا ہے وہ مقصود نہیں اس سے طبیعت میں اس وقت ایک قسم کا نشاط پیدا ہو جاتا ہے ایسے آثار کیفیات نفسانیہ، ہیں جو تصرف پر مرتب ہو جاتی ہیں۔ نفیاً بھی اثباتاً بھی سلباً بھی اور اس سے جو نشاط کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ذرا اعمال میں سہولت ہوتی ہے ورنہ بعض اوقات تکلف کے ساتھ ادا ہوتے ہیں مگر جو تکلف سے ادا ہوں اس سے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ سبب زیادت اجر کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس میں نفس پر تعب زائد ہوتا ہے۔

حضرت پر گھر والوں کا اعتقاد

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل وطن خصوص گھر والے مشکل سے معتقد ہوتے ہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ گھر والے خصوص اہل وعیال مجھ سے اعتقاد اور محبت رکھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ میرا کچا چٹھا واقعات کا عیوب کا حالات ان کو معلوم ہے مگر پھر بھی ان کو محبت ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ کو آرام پہنچانا منظور ہے۔

بعض اوقات تواضع کبر سے پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۵۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کمال کا دعویٰ تو کبر سے ناشی ہوتا ہی ہے مگر بعض اوقات نفی کمال اور تواضع بھی کبر سے ناشی ہوتا ہے کہ اس کو ذریعہ بڑائی کا بناتا ہے۔

خادم قوم اور نادم قوم

(ملفوظ ۳۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع مناسبت پر موقوف ہے۔ بدون مناسبت کے نفع نہیں ہوسکتا۔ وہ صاحب ایک مولوی صاحب کو سفارش کے لئے لے کر آئے کہ ہم

کو بیعت کرلیا جائے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہی بیعت کرلیں۔ ان کو آپ سے مناسبت ہے۔ اس لئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں۔ یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نہ خادم قوم ہوں۔ کہ کبھی قوم کو نفع نہیں پہنچایا اور نفع کا مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے۔ اور میرے طریق میں جب تک تمام تعلقات غیر ضرور یہ کو قطع نہ کر دے کام نہیں چل سکتا۔ ان دو صاحبوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ روز کے لئے تمام تعلقات سے یکسوئی کرلیں اس کے بعد پھر پہلے کام میں لگ جائیں۔ میں نے کہا کہ کام کی بات پوچھی اب جواب سنئے کہ عزم تعلقات ولو بعد حین (اگر چہ کچھ عرصہ کے بعد) یہ بھی مانع نفع ہے کیونکہ اس صورت میں یکسوئی کب ہوئی۔ جب یہ خیال رہا کہ پھر یہ کرنا ہے یکسوئی تو جب ہوسکتی ہے کہ عمر بھر کے لئے قطع کا ارادہ کرلے پھر خواہ شیخ اپنی رائے سے کسی تعلق کو تجویز کر دے۔

مجدد ہونے کے متعلق ایک صاحب کے سوال کا جواب

(ملفوظ ۳۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مجدد ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ اب اگر کوئی اور ہوتا تو لکھتا کہ ہوں یا نہیں۔ مگر میں نے لکھا کہ جزم کی تو کوئی دلیل نہیں اور احتمال مجھے بھی ہے۔ جو بات تھی صاف لکھ دی۔ دوسرے کو پریشان کرنا اس سے کیا فائدہ نہ اثبات پر جزم نہ نفی پر جزم مثبت کو منفی کرنا اور منفی کو مثبت کرنا یہ بھی تو پریشان ہی کرنا ہے۔

ایک بدعتی پیر کا واقعہ اور عبدیت وفنائیت کی ضرورت

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس راہ سلوک میں راہ زن بہت پیدا ہو گئے ہیں۔ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کو کیا راستہ بتلائیگا۔ ایک بدعتی دوکاندار پیر کا واقعہ ہے کہ ایک شخص پولیس میں ان کا مرید تھا۔ وہ کسی جرم میں ماخوذ ہوکر لین حاضر ہوا اور اتفاق سے میرے ایک عزیز بھی حاضر ہو گئے۔ اس شخص نے اپنے پیر کو خط لکھا تھا کہ یہ صورت حال ہے دعا کیجئے اور ان عزیز نے بھی ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو لکھوا دیا۔ پیر نے جواب میں لکھا کہ آجکل پولیس پر خدا کا غضب ہے اور اسکا انتظام میرے سپرد ہے اور ہر جمعرات کو پیران کلیر میں اولیاء اللہ کی کمیٹی ہوتی ہے اور یہ معاملات پیش ہوتے ہیں اور ظالم نے میرا نام بھی لکھا کہ وہ بھی کمیٹی میں شریک ہوتا ہے۔ اس کمیٹی میں پیش کر دیا جائے گا۔ اب جو حکم ہو۔ اور قرائن سے اس خرافات کے لکھنے کی یہ مصلحت تھی کہ جب مجھ کو یعنی اشرف علی کو بذریعہ اس عزیز کے یہ جواب معلوم ہوگا جس میں میری ولایت بھی ثابت ہوتی ہے تو میں خوش ہوکر ان کو ولی کہوں گا۔ تو

وہ عزیز بھی معتقد ہو جائیں گے۔ ان عزیز نے مجھ کو لکھا کہ اب کی جمعرات کو وہ معاملہ پیش ہوا تھا یا نہیں اور کیا حکم ہوا۔ میں نے ان عزیز کو ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے اور تعجب ہے تم کو ایسی بات کا یقین آ گیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عبدیت میسر ہو جائے تو قطبیت ابدالیت سب اس پر قربان ہیں۔ حضور ﷺ کی عبدیت کی صفت کو رسالت پر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ تشہد میں عبدہ ورسولہ کہا گیا ہے باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت سے ولایت افضل ہو جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اور منشا اشتباہ کا یہ ہوا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے ثانی سے مگر محققین نے نبوت ہی کو ولایت سے افضل کہا ہے اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ جسمیں اصل مقصود توجہ الی الحق ہے اور توجہ الی الخلق تابع اور چونکہ وہ بھی مامور بہ ہے اس لئے وہ توجہ الی الخلق بھی مضر نہیں بلکہ توجہ الی الحق ہی ہے۔ گو لون (رنگ) اس کا دوسرا ہو ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ توجہ الی الخلق مضر نہیں تو پھر لیغان علی قلبی وانی استغفر اللّٰہ کیوں فرمایا۔ فرمایا کہ صورۃً تو اس طرف توجہ رہی اس کو غین فرمایا گیا اور استغفار سے اس کو صاف کیا گیا جیسے آئینہ کے اندر بھی محبوب کی صورت نظر آ سکتی ہے اور کسی حکمت کی وجہ سے محبوب کا حکم ہوا کہ دو گھنٹے ہم کو بلا واسطہ دیکھو اور ایک گھنٹہ آئینہ میں ہمارے عکس کو دیکھو تو واقع میں وہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے مگر صورۃً بواسطہ حجاب کے ہے اور امتثال امر کے وقت رویت بلاوسطہ سے بھی قرب میں بڑھی ہوئی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیے محبوب نے کہا کہ مجلس سے اٹھ کر آم لاؤ وہاں دو عاشق ہیں ایک تو نہیں گیا کہ میں قرب سے محروم ہوں گا ایک نے کہا میں لاتا ہوں اور وہ آم لینے چلا گیا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں گیا وہ مقرب ہے مگر واقع میں مقرب وہ ہے جو چلا گیا اس کو رضا بھی میسر ہے۔ بقا بھی میسر ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ولایت نبوت کا جز ہے اور جز کل سے کیسے افضل ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکی ہے کہ یہ جز یعنی توجہ الی الخلق دوسرے جز کو مضر نہیں مگر باوجود اس کے عاشق طبعاً چاہتا ہے کہ یہ حجاب بھی نہ ہو بلکہ بعض اوقات وہ غایت غیرت سے اپنے کو بھی حجاب سمجھ کر اس کو مٹانا چاہتا ہے اس کو کہتے ہیں۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اسی کو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی غین یعنی حجاب ہوتا ہے اور میں اس کے لئے استغفار کرتا ہوں پس صورۃً جو کمی ہو جاتی ہے اس کا تدارک اس سے کیا جاتا ہے۔ میں آج کل

حضرات چشتیہ کے حالات دیکھ رہا ہوں۔ان کے یہاں ایسے تھے ہی نہیں کہ نبوت افضل ہے۔ ولایت سے یا ولایت افضل ہے۔ نبوت سے ان کے یہاں تو صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف پیدا کرو کام میں لگو۔ عمل کرو۔ خدا کے سامنے آؤ خشیت پیدا کرو۔محبت پیدا کرو۔ زیادہ وقت ان حضرات کا ذکر اور فکر میں گزرتا تھا یہ لوگ فانی تھے بالکل اس کے مصداق تھے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ آگ ہے کہ یہ جب بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا سب کو جلا دیتی ہے)

پڑھ لکھ کر بھی روزگار کی کمی

(ملفوظ ۳۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل شرفا بہت پریشان ہیں۔ روزگار نہیں ملتا زیادہ تر شریفوں ہی کے ایسے خطوط آتے ہیں غریب لکھتے ہیں کہ نوکری ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتی۔ بڑا ہی رنج ہوتا ہے۔ بی اے پاس ہیں۔ایم اے پاس ہیں مگر نوکری نہیں ملتی۔ اب تو یہ سوال ہونے لگا ہے کہ انگریزی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے۔ پہلے یہ لوگ عربی دانوں سے پوچھتے تھے کہ عربی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے یہاں ایک بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم دین کا تو ادنی نصاب بھی معاش کے لئے کافی ہے۔ دیکھئے کوئی شخص اذان یاد کر لے جو پانچ منٹ کا کام ہے اور کسی مسجد میں جا بیٹھے پھر سارے کنبہ کو روٹیوں کی کمی نہ ہوگی۔ اور انگریزی میں اعلی نصاب سے کم تو بالکل ہی بیکار ہے اور اب اعلی اعلی پاس کرنے پر بھی روٹیاں ملنی دشوار ہو گئیں۔

۲۵۔محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر چہار شنبہ

خاوند کو مسخر کرنے والا تعویذ

(ملفوظ ۳۶۳) ایک نو وارد شخص نے عرض کیا کہ مولوی جی میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ اس کہنے سے کیا غرض کیا بعید اور قریب سے آنے کے جدا جدا اثر ہوتے ہیں۔ مجھ پر تو نہیں ہوتے جو بات کہنا ہو وہ کہہ لو۔ عرض کیا کہ میں ایک بیوہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کوئی تعویذ دیدو یا کوئی عمل پڑھنے کو بتلا دو فرمایا کہ میں اس قسم کے تعویذ گنڈے نہیں کیا کرتا۔ بخار یا دردسر وغیرہ کا تعویذ دیدیتا ہوں۔ عرض کیا کہ میں تو بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ میں پہلی ہی اس کہنے سے منع کر چکا ہوں اور تم پھر اسی کو دہراتے ہو۔ کہے جاؤ اس کہنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب میں ایک کام کو جانتا ہی نہیں تو اس میں بعید یا قریب کیا تیر چلائیگا۔ عرض کیا کہ ہم زمیندار لوگ ہیں۔ ایسے ہی گنوار ہوتے ہیں فرمایا اور ہم ایسے گنواروں کو اسی طرح درست کیا کرتے ہیں۔ تم بدتمیزی

کیا کرو اور ہم درست کیا کریں۔ اپنے اپنے کام میں لگے رہو۔ اپنے اپنے کام کرنے پر ایک مثال یاد آئی ایک سنی نے ایک شیعی کو تبرا کہنے پر قتل کر دیا تھا۔ مقدمہ چلا شیعی کے بیرسٹر نے حاکم سے کہا کہ ہمارے یہاں تبرا کہنا عبادت ہے۔ اور ہر شخص کو مذہبی آزادی ہونا چاہئے پھر قتل محض بیجا ہوا۔ سنی کے وکیل نے کہا کہ جو تبرا کہے ہمارے یہاں اس کو قتل کر دینا عبادت ہے۔ پس یہ بھی آزاد رہے وہ بھی آزاد رہے مقدمہ خارج کر دیجئے اس آزاد رہنے پر ایک مسئلہ یاد آ گیا۔ فقہاء نے عورت کو خاوند کے مسخر کرنے کے لئے تعویذ کرانے کو حرام کہا ہے۔ اسکی وجہ بحمد اللہ میری سمجھ میں آ گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسا تعویذ مراد ہے جس کا یہ اثر ہو کہ وہ اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھ سکے۔ اضطراری حالت پیدا ہو جائے اس کی آزادی مسلوب ہو جائے اور حقوق واجبہ میں تو سلب آزادی اور جبر کا مضائقہ نہیں مگر تبرع میں اس کی ممانعت ہے۔

احکام دین جدید تحقیقات کے محتاج نہیں

(ملفوظ ۳۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض کا یہ خیال کہ ہم اپنے احکام دینیہ میں صنائع یا تحقیقات جدیدہ کے محتاج ہیں۔ شیطانی دھوکہ ہے۔ بحمد اللہ ہم کو قیامت تک کے لئے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ بعض اوقات ان پر مدار رکھنے میں سخت گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ دیکھئے ان احکام میں طلوع وغروب کے بھی مسائل ہیں۔ یہ تحقیق جدید ہے کہ آفتاب طلوع حسی سے ذرا پہلے نظر آنے لگتا ہے اور غروب حسی کے ذرا بعد تک نظر آتا رہتا ہے۔ سو اگر اس تحقیق پر عمل کیا جاوے تو پہلی صورت میں عین طلوع کے وقت فجر کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں ابھی طلوع نہیں ہوا۔ دوسری صورت میں عین غروب کے وقت مغرب کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں غروب ہو چکا ہے تو شریعت نے حسی طلوع وغروب پر احکام کا مدار رکھا ہے۔ نہ کہ حقیقی طلوع وغروب پر۔ اسی طرح اگر صنائع جدیدہ کا احکام میں اعتبار ہو تو احکام شرعیہ میں خلل پڑ جائے۔ مثلاً آلہ بکر الصوت سے تکبیرات انتقالات سن کر رکوع وسجدہ کیا جاوے تو نماز ہی فاسد ہو جائے۔

ظہور دجال کے وقت طویل دن کی تحقیق

(ملفوظ ۳۶۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دجال کے ظہور کی وقت جو ایک سال کا ایک دن ہوگا کیا حقیقت میں وہ ایک دن ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ایک دن نہ ہوگا۔ تین سو ساٹھ ہی دن ہوں گے۔ مگر وہ ابصار میں تصرف کرے گا۔ اس تصرف کی وجہ سے ایک دن معلوم ہوگا۔ اور جہاں اس کا تصرف نہ پہنچے گا وہاں یہ اثر نہ ہوگا۔ یہ تحقیق مشہور نہیں۔ مگر ایک حدیث سے مفہوم ہوتی ہے

وہ حدیث یہ ہے۔ **فیفتحون قسطنطینیة فبینا هم یقتسمون الغنائم اذ صاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاء وا الشام خرج. رواه مسلم کذافی المشکوة الفصل الا ول من باب الملاحم** دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر غلط ہوگی مگر اس کے غلط ہونے پر شام پہنچنے تک بھی اس سے استدلال نہ کرسکیں گے کہ دن تو طویل ہوا ہی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مستمعین (سننے والے) بھی سمجھیں گے کہ اس کا تصرف عام نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ خروج کی خبر بھی صحیح ہو مگر ہم پر اس تصرف کا اثر نہ ہوا تو میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے یہ تقریر فرمائی تھی۔

انگریزوں اور ہندوؤں کا اختلاف محض سیاسی ہے۔

(ملفوظ ۳۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا گو کفار کسی اپنی مصلحت سے مسلمانوں کی کچھ رعایت کریں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس واسطے اس کے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان باقی ہیں۔ ہم چین سے سلطنت نہیں کر سکتے۔ اور ایک یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کا ان کے ساتھ اختلاف محض مطالبات سیاسی کے لئے ہے اگر وہ پورے کردیئے جاویں اختلاف ختم ہو جاوے گا۔ اور مسلمانوں کا اختلاف مذہبی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو اصلی مخالف سمجھتے ہیں۔

ظہور دجال کے وقت نمازوں کی تحقیق

(ملفوظ ۳۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دجال غلط احکام ہی کے لئے تصرف کرے گا جیسا ایک ملفوظ پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد اس کے ایک خاص تصرف کے متعلق ایک حدیث سے مستنبط کیا ہوا گزرا یہ تصرف نمازوں میں خلط کی غرض سے کریگا مگر وہ تصرف محدود ہو گا۔ جہاں تک اس کا تصرف ہوگا وہاں تک اوقات میں یہ تلبیس ہوگی۔ اور اس سے آگے نہیں ہوگی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ جہاں عشاء کا وقت واقع ہی میں نہیں آتا وہاں نماز کا کیا حکم ہے جواب میں فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں یہ بھی ہے کہ جہاں وقت نہیں آتا نماز فرض نہیں ہوتی۔

گاندھی دجال سے کم نہیں

(ملفوظ ۳۶۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گاندھی کم بخت بھی دجال سے کچھ کم نہیں نہ معلوم کتنے لوگوں کے ایمان برباد کئے اور دجال ہی کیا کرے گا وہ بھی یہی کرے گا۔

تحریکات میں عدم شرکت پر ایک صاحب کے اعتراض کا جواب

(ملفوظ ۳۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جب دل کو ٹٹولتا ہوں کہ اگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات زندہ ہوتے تو اس تحریک میں کون شریک ہوتے اور کون نہ ہوتے۔ تو دل میں سے یہ جواب ملتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تو شاید شریک ہو جاتے مگر حفاظت حدود کے ساتھ اور حضرت مولانا گنگوہی مآل پر نظر فرما کر ہرگز ہرگز شرکت نہ فرماتے جیسا میرا انداق عدم شرکت کا ہے۔ جس وقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹے سے تشریف لائے۔ میں زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا۔ ایک صاحب معترضانہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کو تو معلوم ہوگا کہ آپ کے بزرگ عذر میں اٹھے تھے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو یہ معلوم ہے اور اس کے ساتھ ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں یا غور نہیں کیا وہ یہ کہ وہ اس کے بعد بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری فعل ناسخ ہوتا ہے اور سابق منسوخ تو تم منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر عمل کرتا ہوں تو بتلاؤ اپنے بزرگوں کا تابع کون ہوا جواب نہیں دے سکے۔

حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی ؒ کا علمی اختلاف اور حضرت حاجی ؒ صاحب کا فیصلہ

(ملفوظ ۳۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے راجو پور کے ایک صاحب سے جن کے خاندان کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلقات تھے یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی حج کو تشریف لئے جا رہے تھے۔ جہاز میں ایک مسئلہ میں گفتگو ہوگئی جب کوئی فیصلہ نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اب گفتگو ختم کی جاوے اس کا فیصلہ حضرت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں ان علوم کا فیصلہ حضرت کس طرح فرما سکتے ہیں یہ علمی بحث ہے یہ رائے حکیمانہ تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اگر حضرت ان علوم کو نہیں جانتے تو ہم نے فضول ہی حضرت سے تعلق پیدا کیا۔ ہم نے تو حضرت سے تعلق ان ہی چیزوں کے جاننے کے واسطے کیا ہے۔ یہ رائے عاشقانہ تھی کیا ٹھکانا ہے۔ اس عاشقانہ حالت کا غرض مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت کے سامنے مسئلہ پیش بھی نہیں ہوا۔ مگر حضرت نے خود

کسی تقریر میں پورا فیصلہ فرما دیا اور اکثر غامض مسائل کا وہاں حل ہو جاتا تھا۔ حتی کہ بعض اوقات درسی اصطلاحی الفاظ بھی تقریر میں ہوتے تھے ایک دفعہ کسی کو شبہ ہوا کہ علوم تو الہامی ہوتے ہیں مگر اصطلاحات تو مکتسب ہوتی ہیں۔ حضرت کو یہ اصطلاحات کیسے معلوم ہوئیں۔ حضرت نے ازخود فرمایا کہ الہام کبھی بواسطہ الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی بلاواسطہ الفاظ کے مگر باوجود اتنے بڑے انکشاف کے اس پر اعتماد نہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ الہام بھی وہی معتبر ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو بہرحال اس مسئلہ کا پانچ منٹ میں حضرت نے فیصلہ کر دیا۔ اس پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تو مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت کو کوئی انتہا نہ تھی۔

طریق کی غیر مقصود اشیاء بعض کے لئے خطرناک ہیں

(ملفوظ ۳۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعض چیزیں محمود ہیں مگر مقصود نہیں اور یہ غیر مقصود بعض کے لئے خطرناک بھی ہیں۔ خصوص علوم مکاشفہ۔

مسائل کلامیہ میں متکلمین کے موقف کی وضاحت

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکلمین نے مسائل کلامیہ میں جتنے دعوے کئے ہیں۔ ان میں بعض پر جزم نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ رویت بے کیف ہوگی بے جہت ہوگی صحابہ کا تو مذہب اس میں یہ تھا کہ کیا خبر کیسی ہوگی واللہ اعلم ان تفصیلات کی وجہ سے بعض متقدمین ان متکلمین کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ جیسے بدعتی کے پیچھے مگر میری سمجھ میں الحمدللہ اس کا فیصلہ آ گیا وہ یہ کہ اگر ان تفصیلات کو باطل فرقوں کے دعووں کے مقابلہ میں منع کے درجہ میں رکھا جاوے دعوی نہ کیا جاوے گو بصورت دعوی کے ہوں مگر مقصود دعوی نہ ہو تو بدعت نہیں۔ اور واقعی دعوی خطرناک ہے میں تو اسی توجیہ کی بناء پر متکلمین کا بے حد معتقد ہوں انہوں نے حق کی بڑی نصرت کی ہے اور یہ نصرت بڑی عبادت ہے۔

مکمل اور واضح گفتگو کرنا چاہئے

(ملفوظ ۳۷۳) ایک شخص نے تعویذ مانگا اس کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ پوری بات کہا کرتے ہیں۔ یہ اذیت پہنچانا کہاں سے سیکھی ہے۔ جاؤ تم نے دل برا کر دیا اس وقت تعویذ نہ ملے گا آدھ گھنٹہ کے بعد آؤ اور آکر پوری بات کہو اس وقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا اس وقت کی بات تو مجھے یاد نہ رہے گی۔

بزرگوں کے بارے میں فاسد اعتقاد

(ملفوظ ۳۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل فساد اعتقاد کا بہت غلبہ ہے۔ تسبیح چلانے والوں کو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے۔ جہاں تعویذ دیا یا دم کردیا بس آرام ہوگیا۔ طبیب کے یہاں سے نسخہ لاکر کبھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہی نسخہ پی کر آرام ہوجائے گا۔ وہاں تو کہتے ہیں کہ کوئی کھیل ہے کم از کم تین دن تو پی لیں پھر اطلاع دیں گے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں سے حسن اعتقاد کی وجہ سے غالباً ایسا سمجھتے ہوں گے فرمایا کہ یہ حسن اعتقاد نہیں شریعت کے خلاف ہونے سے فساد اعتقاد ہے۔

حضرت نانوتوی کے انتقال پر حضرت گنگوہی کا مقولہ

(ملفوظ ۳۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر فرمایا تھا (جس سے حضرت کا عشق معلوم ہوتا ہے) کہ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہوجاتا اور دریافت کیا گیا کہ حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا وہی چیز جس کی وجہ سے تم مجھ کو بڑا سمجھتے ہو۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد تعلق مع اللہ ہے۔

حضرت قطب صاحب اور حضرت سلطان جی

(ملفوظ ۳۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آج کل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں۔ حضرات چشتیہ کی نصرت میں اسکی ضرورت سے بزرگان سلف کے ملفوظ کو دیکھنے کی حاجت پیش آئی بہت سے بزرگوں کی مجموعی حالت دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت قطب صاحب میں بہت زیادہ شورش ہے انکی ہر حالت میں عشق کا رنگ ہے اور سب میں زیادہ سنبھلے ہوئے حضرت سلطان جی ہیں انکے ملفوظات میں علم کا رنگ ہے۔

حب عقلی اور حب عشقی میں ترجیح

(ملفوظ ۳۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حب عقلی کو افضل فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حب عشقی کو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب تطبیق دی ہے مجھ کو تو وجد ہوگیا کہ حیات میں تو حب عقلی افضل ہے اور مرنے کے وقت حب عشقی۔

اتباع سنت اور شہرت

(ملفوظ نمبر ۳۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے مگر اس میں شہرت نہیں

ہوتا مولانا محمد حسین صاحب آلہ آبادی کا سماع میں انتقال ہوا اور مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی کا جو میرے ایک دوست تھے انتقال سجدہ تلاوت میں ہوا مگر اسکی شہرت ہوگئی اسکی شہرت نہ ہوئی پھر سماع کے متعلق کچھ بیان ہونے لگا فرمایا حضرت جامی نے اسکا خوب اور مختصر فیصلہ کیا ہے۔

زندہ دلاں مردہ تناں راروا ست　　مردہ دلاں زندہ تناں راخطاست

(جن کے دل زندہ ہوں اور تن مردہ ہوں ان کو سماع سننا جائز ہے اور جن کے دل مردہ ہوں اور تن زندہ ہوں ان کو سماع سننا غلطی ہے۔)

کام شروع کرنے سے قبل مقصود کو سمجھئے

(ملفوظ ۴۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے آدمی اپنے مقصود کو سمجھ لے تب آگے قدم بڑھائے میری اس تمامتر کھود کرید کا منشا یہی ہوتا ہے جسکو لوگ سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں۔ مقصود نہ معلوم ہونیکی وجہ سے آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچتا اور ہمیشہ پریشانی یا محرومی کا شکار رہتا ہے آلہ آباد میں ایک درویش ملے بقدر ضرورت فن داں تھے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہو کر سماع کیوں نہیں سنتے میں نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے آپ اسکا جواب دیں تب میں اسکا جواب دوں میں نے پوچھا کہ اس طریق کا حاصل کیا ہے کہا کہ مجاہدہ میں نے پوچھا کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب بتلاؤ ایمان سے کہ سماع کو تمہارا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا بھی چاہتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تم تو نفس کے چاہنے پر عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اب بتلاؤ مجاہدہ تم نے کیا یا ہم نے کیا صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم کہنے لگے کہ اتنے زمانہ کے بعد آج غلطی سمجھ میں آئی اور ہمیشہ کے لئے سماع سے توبہ کرلی اور حضرت حاجی صاحب سے بذریعہ خط بیعت ہوئے یہ تسلیم فن سے واقفیت کی بدولت نصیب ہوئی دیکھئے انکو مقصود طریق کا معلوم تھا کسقدر جلد سمجھ گئے اور حق تعالیٰ کا فضل ہوا واقفیت فن کے متعلق فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ساحرین بھی آئے اور فرعون بھی چونکہ ساحرین فن سحر سے واقف تھے انکو اسکی حقیقت معلوم تھی اس لئے ایمان لے آئے اور فرعون واقف نہ تھا وہ سمجھا کہ یہ اس سے بھی بڑا سحر ہے۔

سحر رابا معجزہ کردہ قیاس　　ہر دورابر مکر بنہادہ اساس

(فرعون نے معجزہ کو سحر پر قیاس کیا اور سمجھا کہ دونوں کی بنیاد مکر پر ہے۔۱۲۔)

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

حضرت کے معمولات میں نہ تواضع نہ کبر

(ملفوظ ۳۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو اپنی تعظیم کے لئے اٹھنے کو منع کیا کرتا ہوں اسکی وجہ تواضع نہیں بلکہ میرے قلب پر دوسرے کو مقید دیکھ کر گرانی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میرے جو معمولات ہیں وہ نہ تواضع سے ناشی ہیں نہ کبر سے بلکہ طرفین کی راحت رسانی کے لئے ہیں اب دوسرا خواہ کچھ ہی سمجھا کرے۔

شریعت میں دشمنی کی حدود مقرر ہیں

(ملفوظ ۳۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت میں جو لوگ شریک تھے سب بدنیت نہ تھے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ جو صلحا شریک تھے انکی نیت اچھی ہی تھی مگر طریق کار غلط تھا اور ایک کمی یہ تھی کہ جوش سے کام لیا گیا۔ حالانکہ کام وہی مفید ہوتا ہے جو ہوش سے کیا جائے شریعت میں تو دشمنی تک کے بھی حدود میں اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہی ہے جو دوسرے ادیان والے انہیں دکھلا سکتے کہ وہ دشمنوں کی بھی رعایت کرتا ہے نیز ہم جس طرح مخالفین کے دشمن ہیں اپنے دوست بھی تو ہیں اس غلو میں اپنی بھی مضرت ہے سو اس حالت میں اور کچھ نہیں مگر اپنی تو خیر خواہی کرنا چاہئے اور صاحب بے ڈھنگے پن سے تو جان نہیں دیجاتی یہ تو اطمینان ہو کہ جسکے لئے جان دے رہے ہیں وہ بھی راضی ہیں اور یہ جان دینا انکے احکام اور مرضی کے خلاف نہیں ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل آئینی جنگ کے معنی یہ ہیں کہ خدع فریب جھوٹ اور آجکل کے کفار اس فن کے امام ہیں اس کو کوئی ان سے سیکھ لے بعض لوگ مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ انگریزوں سے معاہدہ ہے سو وہ معاہدہ کب ہوا ہے میں اسکا خاص جواب دیا کرتا تھا مگر پھر ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا اور وہ تحریر بھی چھپی ہوئی دکھلائی وہ معاہدہ شاہ عالم سے ہوا ہے انہوں نے خوشی سے بطور ٹھیکہ کے ملک انگریزوں کے سپرد کیا ہے اور میں پہلے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ معاہدہ کبھی قالاً ہوتا ہے اور کبھی حالاً اور حالاً معاہدہ ہے کہ وہ ہم سے مامون اور ہم ان سے مامون۔

حدود شریعہ کا اتباع اور چند بزرگوں کے واقعات

(ملفوظ ۳۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کی مصالح مسلم سہی مگر حدود شرعیہ کا اتباع تو ہم

پر ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکام شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجب العمل ہیں مگر اس تحریک میں تو بڑی ہی گڑ بڑ سے کام لیا گیا میں ایک مرتبہ سفر کر رہا تھا چند ساتھی ہمراہ تھے ایک صاحب ناشناسا ہمارے قریب آ کر بیٹھ گئے ٹکٹ چیکر آیا اس نے ٹکٹ مانگنے ٹکٹ ہمارے ایک ہی جگہ تھے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دکھا دو اس نے سب ٹکٹ اکٹھے دیکھ لئے اور وہ صاحب جو بیٹھے تھے انکو بھی ہمارا ساتھی سمجھ کر علیحدہ ان سے ٹکٹ نہیں مانگا شمار میں غلطی ہو گئی اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ اعتماد کرتے ہیں کہ یہ ثقہ لوگ ہیں حالانکہ حساب سے ایک ٹکٹ کم تھا مگر وہ چلا گیا تو وہ صاحب بولے کہ صاحب آپکی بدولت میں بھی مواخذہ سے بچ گیا میں نے پوچھا یہ کیا بات کہنے لگے کہ میرے پاس ٹکٹ نہ تھا میں نے پوچھا کیوں کہا کہ علماء کا فتوی ہے کہ بلا ٹکٹ سفر کرنا جائز ہے میں نے پوچھا کہ کون علماء کہا کہ علماء تحریک نے فتوی دیا ہے اسکو نقل کر کے حاضرین سے فرمایا کہ مسائل سے قطع نظر کر کے ایک بات تو یہی دیکھنے کی ہے کہ ایسے کام کرنے والے کو قلب کی جمعیت میسر نہیں ہو سکتی یہ کیا تھوڑا اعذاب ہے کہ پریشان حال چور بنے بیٹھے ہیں اور جمعیت ظاہر ہے کہ بڑی دولت ہے حضرات صوفیہ نے تو جمعیت قلب کا بڑا اہتمام کیا ہے اسی لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ کسی سے عداوت پیدا نہ کرے کیونکہ عداوت میں جمعیت قلب برباد ہو جاتی ہے ہر وقت دشمن کی طرف سے قلب پریشان اور مشوش رہیگا ایک بزرگ کے ایک مرید جو لوگوں سے الجھتے بہت تھے ان بزرگ نے منع فرمایا کہ تم کو ایسی باتوں سے بہت دلچسپی ہے اس کا نتیجہ برا ہے عرض کیا کہ لوگوں کو راستی پر لانے کے لئے ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ تم کو راستی کا طریقہ ہی معلوم نہیں تم تو دشمن بنا لیتے ہو پھر فرمایا کہ ایسی راستی ہی چھوڑ دینا چاہئے جس سے عداوت عامہ پیدا ہو البتہ یہ اس امر میں ہے جو واجب نہ ہو اور اگر واجب ہو اس میں کسی کی دشمنی دوستی کی ذرا پروانہ کرنا چاہئے پھر فرمایا کہ بعض طبائع فطرۃً تیز ہوتی ہیں۔ ان کو کسی کی مخالفت سے تشویش ہی نہیں ہوتی بنگلور میں مولوی رحیم الہی صاحب ایک مشہور بزرگ تھے ان کا واقعہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ پڑوس میں کچھ لوگ مولوی صاحب کے مخالف رہتے تھے اور اکثر بزرگوں کے تھوڑے بہت مخالف ہوتے ہی ہیں اس میں بھی حکمت ہے کہ ان بزرگ میں عجب کا مرض نہ پیدا ہو جائے اس لئے جہاں معتقدین وہیں مخالفین جہاں گل وہیں خار ان مخالفین کو شرارت سوجھی کو مولوی صاحب کے مکان اور مسجد کی درمیان ایک تھوڑی سی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی محض مولوی صاحب کی مخالفت اور ایذاء کی غرض سے اس جگہ میں ایک طوائف کا ناچ کرایا مولوی صاحب نماز کے لئے گھر سے مسجد آئے راستہ میں یہ

خرافات ہورہی تھی مگر صبر کیا کچھ نہیں بولے مگر جب مسجد سے گھر کو واپس ہوئے اور اس جگہ پہنچے اور پھر وہی منظر دیکھا جوش آ گیا بھری مجلس میں بلا کسی خوف کے جوتہ نکال کر اس عورت پر بجانا شروع کردیا مجمع سب قریب قریب مخالفین ہی کا تھا مگر کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اسکو کوئی چھوڑا ہی لیتا دین کی بزرگی اور ہیبت خداداد ہوتی ہے کتنا ہی کوئی مخالف ہو مگر دین کا ادب ہر شخص کے خصوص مسلمان کے قلب میں ضرور ہوتا ہے غرضکہ مجلس رقص درہم برہم ہوگئی ان شریر لوگوں نے اس عورت کو مشورہ دیا کہ مولوی صاحب پر دعویٰ کر ہم گواہی دیں گے اور روپیہ بھی ہم ہی صرف کرینگے اس عورت نے جواب میں کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی ہے (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ مالزادی تو ہوتی ہی ہیں) اور میں دعویٰ بھی کر سکتی ہوں اور تم گواہی بھی دیدو گے مگر ایک چیز اس سے مانع ہے وہ یہ کہ میں خیال کرتی ہوں اس شخص کے دل میں اگر دنیا کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو مجھ پر اسکا ہاتھ ہرگز اٹھ نہ سکتا تھا اس سے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالکل اللہ والا ہے تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ہے سو میری اتنی ہمت نہیں اور اس عورت نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ مولوی صاحب کے مکان پر پہنچی معافی چاہی اور عرض کیا کہ میں اپنے پیشہ سے توبہ کرتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کرادیجئے مولوی صاحب نے توبہ کرائی اور کسی سے نکاح کرادیا بھلا کیا کوئی اپنے علم پر ناز کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکو جو چاہے، دیدیں دیکھئے اسکو کیا دولت فہم عطا ہوئی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ جواب دینے والا کون ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ولیہ کاملہ عارفہ ہوگی جسکا یہ جواب تو اس حالت میں آدمی کیا ناز کرے اپنے علم اور تقویٰ پر نہ معلوم دوسرے میں کیا چیز ہے اور خدا کے ساتھ اسکو کیا تعلق ہے کسی کو کیا خبر تھی کہ اس عورت کے اندر ایسا نور فہم ہے یہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کیسا ہے کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مجھ کو عاصی سے نفرت نہیں معاصی سے نفرت ہے اس لئے پلک جھپکنے میں عاصی کا کایا پلٹ ہو جاتی ہے نیز مولوی صاحب کے اخلاص کی بھی برکت تھی کہ حقیقت پر سے حجاب اٹھ گیا۔ ایک اور آوارہ عورت کی حکایت ہے گنگوہ میں ایک درویش باہر سے آئے وہ بدعتی تھے شہرت ہوئی ایک بازاری عورت کے آشنا نے کہا کہ ایک بزرگ آئے ہیں چلو زیارت کرآئیں اس عورت نے کہا کہ ضرور چلو غرضیکہ بزرگ کی جائے قیام پر دونوں پہنچے یہ مرد تو مجلس میں جا بیٹھا اور عورت ایک طرف کسی آڑ کی جگہ میں بیٹھ گئی اس شخص سے ان بزرگ نے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے اس آشنا نے کہا کہ ایک ایسی ہی عورت ہے زیارت کو آئی ہے مگر اپنے اس فعل کی شرمندگی کے سبب آگے آنے کی ہمت نہیں ہوتی

وہ بزرگ کیا کہتے ہیں کہ بھائی شرمندگی کی کیا بات ہے سب وہی کرتا ہے۔ وہی کراتا ہے یہ کہنا تھا کہ اس عورت کے آگ لگ گئی اور فوراً کھڑی ہو کر اپنے آشنا سے کہا کہ بھڑوے تو کہتا تھا کہ بزرگ ہیں یہ شخص تو مسلمان بھی نہیں اور فوراً واپس ہو گئی اب دیکھ لیجئے۔ یہ درویش بنے ہوئے تھے جنکا باطن ایمان سے بھی قریب قریب خالی تھا اور وہ فاحشہ تھی جسکا باطن عرفان سے پر تھا تو کسی کے دل کی کسی کو کیا خبر حاصل یہ ہے کہ اپنے تقویٰ اور زہد پر ناز نہ کرنا چاہیئے اور اسکی بناء پر دوسروں کو نظر تحقیر سے نہ دیکھنا چاہیئے اور عقاید حقہ اجمال کے درجہ میں تو فطری ہی ہیں اور ہر شخص میں ہوتے ہیں اگر کسی عارض سے مختل نہ ہو گئے ہوں۔

حضرت کی صاف گوئی

(ملفوظ ۳۸۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے نفع بدون مناسبت کے نہیں ہو سکتا اسی واسطے جس سے مناسبت نہیں ہوتی میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ تم کو یہاں پر نفع نہ ہوگا کسی دوسری جگہ جا کر تعلق پیدا کر لو اور اگر تم ایسی جگہ کا پتہ پوچھو گے میں بتلا دونگا یہ تو تعلق خاص کے شرائط ہیں باقی خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں گو کسی سلسلہ کا ہو چنانچہ حاجی شاہ وارث علی کے ایک مرید یہاں پر آئے مجھ سے کہا کہ حضرت نے یعنی حاجی صاحب نے فرمایا کہ وہاں جا کر مثنوی پڑھو سنو میں نے کہا کہ آج کل مثنوی ہو رہی ہے سن لیا کرو مگر ایک ضروری بات سن لو کہ ہم لوگ حاجی صاحب کے معتقد نہیں ہم انکے مسلک اور طریق کو پسند نہیں کرتے کبھی کبھی ہماری مجلس میں انکی شکایت بھی ہوتی ہے ممکن ہے کہ تم کو برا معلوم ہو ابھی اطلاع کر دیتا ہوں کہا کہ آپ جانیں وہ جانیں مجھے اس سے کیا غرض میں تو دونوں کو اپنا بڑا اور بزرگ سمجھتا ہوں چنانچہ وہ شخص یہاں پر بہت روز رہے آدمی سمجھدار تھے خدا معلوم کس طرح پھنس گئے ایک روز بدون اطلاع کئے ہوئے چلدئے یہ بے ڈھنگا پن پیر کے فیض کا اثر تھا۔

دن میں کئی بار لباس بدلنا

(ملفوظ ۳۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ صاحب یہاں پر آئے تھے چند روز مقیم رہ کر واپس ہو گئے حالت یہ تھی وہ صبح سے شام تک کئی کئی لباس بدلتے تھے وطن پہنچ کر یاد نہیں کس مضمون کا خط لکھا میں نے اسکا جواب دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ آپ یہاں پر قیام میں اس شعر کے مصداق تھے۔

گہے در کسوت لیلے فروشد گہے در صورت مجنوں بر آمد،

(کبھی لیلیٰ کے لباس میں آئے کبھی مجنوں کی صورت میں ظاہر ہوئے ۔۱۲)
پھر خط آیا لکھا کہ واقعی یہ میری حرکت قابل نفرین تھی اب میں نے اس طرز سے توبہ کرلی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمعیل شہید

(ملفوظ ۳۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رعایت مصالح کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیض عام تھا مگر تام نہ تھا اور مصلحت سوزی کی وجہ سے حضرت مولانا شہید صاحب کا فیض عام نہ تھا مگر تام تھا۔ تقویۃ الایمان کا طرز اسکا شاہد ہے گو حضرت شہید کا تقویۃ الایمان کو ایک دم شائع کرنیکا ارادہ نہ تھا سمجھتے تھے کہ بدفہم لوگ اس سے متوحش ہونگے مگر جہاد کا سفر پیش آ گیا جسکا انجام معلوم نہ تھا احتمال تھا کہ اگر شہادت ہوگئی تو اسکی اشاعت رہ جائے گی۔ مصلحت عامہ پر اس خیال کا غلبہ ہوا اور تعجیل اشاعت کا داعی ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ اگر مصالح کی رعایت بھی ہوتی تب بھی مخالفت ضرورت ہوتی کیونکہ کج فہم ہر زمانہ میں ہوتے ہیں گو کمی بیشی کا فرق ہو اسی مصلحت کے سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ مصالح کا سوال بھی باخبری کی حالت میں ہوتا ہے مگر آجکل بعض دفعہ اس فقیری اور درویشی کے ڈھونگ سے بعض علماء خود ہی جاہلوں کے معتقد ہو جاتے ہیں انکو اس طریق کی حقیقت کی خبر ہی نہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔

تفسیر اور تصوف سے حضرت کی مناسبت

(ملفوظ ۳۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہ عرفی تواضع کو پسند کرتا ہوں نہ کبر کو اس لئے **واما بنعمة ربک فحدث** کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ تجھ کو چیزوں سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطا فرمائیگا تفسیر اور تصوف اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کے لئے بھی اگر دعا کرالیتا تو اس میں معتد بہ مناسبت ہو جاتی اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں کی برکت ہے۔

بزرگوں کے یہاں مواخذہ سے بچنے کی آسان صورت

(ملفوظ ۳۸۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ جو یہاں اجازت لیکر آتے ہیں اس اجازت کو اپنے مقاصد مزعومہ کے حصول کا وعدہ سمجھتے ہیں میں نے اسکا یہ علاج کیا ہے کہ آنے کے قبل ہی صاف لکھ دیتا ہوں کہ یہاں آ کر نہ مخاطبت کرو نہ مکاتبت نہ کسی فائدہ کا قصد صرف خالی الذہن ہو کر آزادی کے ساتھ بیٹھے رہو باتیں سنو اور اپنی حالت پر

منطبق کرو خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو تو آجاؤ لوگ ان شرطوں سے برا مانتے ہیں کہ پھر فائدہ ہی کیا ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ طریق کا معلوم ہو جاتا کیا تھوڑا نفع ہے عمل کر کے تو دیکھیں مولانا فرماتے ہیں۔

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش، چند روزے امتحان کن گنگ باش

میاں نظم نثر کب تک کہتے رہو گے چند روز کے لئے بطور امتحان کے خاموش ہو جاؤ۔

اسی طرح بعضے لوگ میرے مواخذوں سے برا مانتے ہیں حالانکہ مواخذہ اس لئے ہوتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو یہاں آوے کچھ لیکے جاوے چاہے ایک ہی علم ہو مگر لوگ اسکو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مشائخ اور علماء کے ان عرفی اخلاق ہی نے عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے ایک شخص نے میرے مواخذوں کے متعلق کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اسکے سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سنکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے مگر اس کا منشا میرا کوئی فعل نہیں بلکہ تمہارا فعل ہے وہ یہ کہ وہاں تو تم سچ بولو گے یا اگر معلوم نہ ہوگا تو لاادری (مجھے معلوم نہیں) کہدو گے یہ بھی سچ ہوگا غرض جو بات دل میں رچی ہوگئی اور جمی ہوگی وہ کہدو گے اور سچ بولو گے اور یہاں پر اینچ پینچ سے کام نکالنا چاہتے ہو اور چلتی نہیں اس لئے آپ ہی جواب مشکل ہو جاتا ہے تو تم نے ایک آسان چیز کو خود ہی مشکل بنایا اب لیجئے آسانی کی صورت بھی بتلاتا ہوں وہ یہ کہ سچ بولنے کا قصد کر لیں تو بہت سوالوں کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

بزرگوں کا استغناء اور سلطان شمس الدین التمش کا واقعہ

(ملفوظ ۳۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ بھی درویشی کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے کہ ہر بات کی برداشت کرے اور ہر شخص کی کرے مگر اصلاح تو اس صورت سے ہو نہیں سکتی البتہ برداشت کی ایک صورت ہے کہ دل میں سے اس بات کو نکال دوں کہ اصلاح نہ کرونگا پھر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا تغیر تو اصلاح کی وجہ سے ہوتا ہے میں نے ایک بار اسکا بھی قصد کر لیا تھا مگر احباب سے جو مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اصلاح ہی چاہتے ہیں تو صاحب اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے یہاں پر تو اسکا مصداق بنکر آنا چاہئے فرماتے ہیں۔

یا مکن با پیلباناں دوستی یا بنا کن خانہ برانداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی یا فرو شو جامہ تقوی بہ نیل،

(یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کرو۔ یا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے اور یا تو اپنے اندر عاشقی کی

حالت پیدا نہ کر دیا اس ظاہری تقوی کے جامہ کو دریا میں دھوڈالو۔۱۲۔)
اس برداشت اور خوش اخلاقی متعارفہ کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچ گئی جو مشاہدہ ہے۔ ایک پیر صاحب یہاں پر آئے مجھ سے ایک بڑے شخص کے متعلق کہا کہ تم سفارش کردو کہ وہ مجھ کو ریاست سے چھ ہزار روپیہ قرض دلوادیں میں شرما گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ اتنا قرض کس طرح ہوا۔ بہت سادگی سے کہنے لگے کہ مرید کھا گئے۔ لنگر جاری رہا، آکر مہینوں پڑے رہے اور کچھ دے کر بھی نہیں گئے میں نے پوچھا کہ پھر یہ قرض جو اس وقت لے رہے ہو کہاں سے ادا کرو گے کہا کہ مریدوں سے آمدنی ہوگی اس سے ادا کردونگا دیکھئے یہانتک تو نوبت آگئی مگر مریدان کے پھر بھی معتقد تھے۔ یہ سب کچھ اخلاق متعارفہ کی بدولت پریشانی ہوئی میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنیکو تیار نہیں اور امیروں سے مانگنا تو اچھی خاصی دوکانداری ہے اسکو درویشی سے کیا تعلق درویشوں کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے کہ خلاف اصول خود دینے سے بھی نہیں لیتے حضرت غوث پاک سے شہ سنجر نے کہلا کر بھیجا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے لئے حضرت کو پیش کردوں آپ نے جواب میں لکھ بھیجا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد، در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

(ملک سنجر کا جھنڈا سیاہ تھا اور شاہ سنجر نے ملک سنجر کا جو حصہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا اس حصہ کا نام ملک نیمروز تھا۔ اب ترجمہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ ملک سنجر کے جھنڈے کی طرح میرا نصیبہ بھی سیاہ ہو۔ اگر ملک سنجر کے کسی حصہ کی ہوس میرے دل میں آوے۔ اور میں نے تو جب سے ملک نیم شب (یعنی راتوں کو عبادت کرنے) خبر پائی ہے میں ملک نیمروز کو ایک جو کے بدلہ میں بھی خریدنے کو تیار نہیں:۔)
اسی طرح حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے عجیب بات فرمائی تھی شمس الدین التمش نے چند دیہات کا فرماں لکھ کر ان کی خدمت میں بھیج دیا کہ یہ آپکی خانقاہ والوں کے اخراجات کے لئے تجویز کر دیا گیا ہے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ افسوس ہم کو تو تم سے محبت اور ہم سمجھتے تھے کہ تم کو ہم سے محبت ہوگئی مگر ہمارا خیال غلط نکلا اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو تم ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کی مبغوض ہے یعنی دنیا خیر یہ تو درویش تھے مگر اس وقت کے سلاطین کی حالت سنئے قطب صاحب کا انتقال ہوا یہ وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس میں تین شرطیں

پائی جائیں ایک تو یہ کہ کبھی کسی غیر محرم پر نظر نہ کی ہو اور ایک عصر کی نماز کے قبل کی مستحب چار رکعتیں اسکی ناغہ نہ ہوئی ہوں تیسری شرط یاد نہیں رہی اس وقت جنازہ پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ عظام کا مجمع تھا خادم نے اس وصیت کا اعلان کیا کسی نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھانیکا ارادہ نہ کیا بالآخر سلطان شمس الدین نے کہا کہ آج حضرت قطب الدین صاحب نے مجھ کو رسوا کیا الحمد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دولت نصیب کی ہے اور نماز پڑھائی یہ اس وقت کے سلاطین کی حالت تھی پھر فرمایا کہ ان بزرگوں کے ذکر کے وقت میری حالت قابو میں نہیں رہتی مجھ کو تو ان حضرات کیساتھ عشق کا درجہ ہے اور زیادہ عشق کی بناء یہ ہے کہ باوجود غلبہ محبت کے حدود شرعیہ کا حق ادا کرتے تھے۔

بلا نیت کے بھی ثواب ملتا ہے

(ملفوظ ۳۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد اور نیت کے بھی ثواب ملتا ہے انما الاعمال بالنیات . جو آیا ہے یہ اعمال نیت ہے یعنی اعمال کا ثواب تو نیت ہی پر موقوف ہے مگر غیر اعمال کا ثواب بدون نیت کے بھی مل جاتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کوئی باغ لگائے یا کھیتی کرے اور اس سے بدون اس شخص کے قصد کے کوئی آدمی یا بہیمہ (جانور) انتفاع حاصل کرے اور اسکو خبر نہ ہو اسپر بھی ثواب ملتا ہے۔

آتوا الزکوۃ سے مالدار بننے پر استدلال فاسد

(ملفوظ ۳۹۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجھ سے کہا جہاں قرآن میں اقیموا الصلوۃ کا حکم ہے واتوا الزکوۃ بھی تو ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالدار بنو اور زکوۃ دو فرمایا کہ بے ہودگی ہے اسکے معنی تو یہ ہیں کہ اگر مال ہو تو زکوۃ دو اور اسکی تو ایسی مثال ہوگی کہ کوئی کہنے لگے کہ اقیموا الصلوۃ کا حکم ہے اور وجوب صلوۃ کے لئے بلوغ شرط ہے تو اسی سے ثابت کرنے لگے کہ جلد سے جلد بالغ ہو جانا چاہئے اگر نہ ہوا تو عدم ادائے فریضہ کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

ترقی کی حقیقت

(ملفوظ ۳۹۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو ایک مرتبہ لکھنو میں بیان کے اندر کہا تھا کہ اس میں بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلا جمع تھے کہ ہر ترقی کو تو آپ بھی محمود نہیں کہہ سکتے جیسے ورم کی ترقی ہے اسکا طبیب اور ڈاکٹر سے کیوں علاج کراتے ہو حالانکہ کچھ ترقی ہی ہوئی تنزل تو نہیں ہوا تو جو درجہ آپ کے یہاں ورم (بالواو) کا ہے وہی درجہ ہمارے یہاں بعض حالات میں درم بالدال کا ہے اس وقت لوگوں کو ترقی کی حقیقت معلوم ہوئی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو علم

دین ہے اور نہ اہل علم کی صحبت اکبر الہ آبادی نے صحبت کے باب میں خوب کہا ہے۔

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں ۔۔۔ پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پھر فرمایا کہ لوگ کسی ترقی یافتہ کے اسباب ظاہرہ کر دیکھ کر کہتے ہیں کہ فلاں نے اس صورت سے ترقی کی حالانکہ یہاں علاوہ اسباب کے ایک دوسری چیز اور ہے اور وہ ہے اصل علت ترقی کی اسکو نہیں دیکھتے اور وہ مشیت حق ہے ورنہ اسکی کیا وجہ کہ ایک شخص نے مال تجارت لا کر الماریوں میں لگا کر اعلان کر دیا۔ یہ تو اسکا اختیاری فعل تھا مگر آگے خریداروں کی رغبت یہ تو اسکے اختیار میں نہیں محض مشیت پر ہے چنانچہ دو دو کانیں پاس پاس ہوتی ہیں ایک پر خریدار آتے ہیں ایک پر نہیں آتے تو یہ کس کے قبضہ میں ہے جن اسباب سے ایک نے ترقی کی ہے امتحاناً دوسرے کو دیکھ کر لو وہ بھی ایسی ہی ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں سماع کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں یہ مثل دوا کے معالجہ ہے بعض حالات کا اب لوگوں نے دال روٹی بنالیا بلکہ بعض جگہ تو اور آلہ ہو گیا فسق و فجور کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ پہلے جو اہل سماع تھے وہ اہل سما تھے اب تو اہل ارض ہیں جن پر یہ صادق آتا ہے۔ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ

ہند میں اسلام صوفیہ اور تاجروں کے ذریعہ پھیلا ہے

(ملفوظ ۳۹۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تاجروں اور صوفیو نکے ذریعہ سے پھیلا ہے بزور شمشیر نہیں پھیلا حضرات صوفیہ کی طرز زندگی کو دیکھ کر اور تاجروں کی تبلیغ کو سنکر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

۲۷۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب اور چند بدعتی حضرات کا واقعہ

(ملفوظ ۳۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی نے عجیب خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک مولوی خاں صاحب مبتدع کو خواب میں دیکھا ان بی بی نے دریافت کیا کہ اس کی (یعنی میری) مجلس میں کبھی میرا بھی ذکر آیا ہے بی بی نے کہا ہمارے سامنے تو آیا نہیں خاں صاحب بولے کبھی ذکر ہو کر تا دیکھنا کیا کہے گا پھر خود ہی کہا میں بتلاؤں کیا کہے گا یہ کہے گا کہ بڑا ہی لچا تھا میں نے کہا کہ واقعی

سچا خواب ہے میں نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہی نہیں (یعنی شدید کلمات نہیں کہے گو اس نے ساری عمر مجھ کو گالیاں دیں۔ ایک اور مولوی صاحب بدعتی کا ذکر کر فرمایا کہ وہ اٹاوہ میں ملے مجھے کہتے تھے اگر تم ایک کام کرنے لگو تو تمام ہندوستان کو میں تمہارا غلام بنا دوں یہ میری ذمہ داری ہے وہ کام یہ ہے کہ مولد میں قیام کرنے لگو میں کہا اگر کسی کو غلام بنانا ہی مقصود نہو کہنے لگے کہ بس یہی تو افسوس کی بات ہے آپ لوگ مصالح کو سمجھتے ہی نہیں میں کہتا ہوں کہ مصالح تو ہمارے یہاں خوب پیسے جاتے ہیں تاکہ سالن مزہ دار ہو اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تم کو اپنی قوت کی خبر نہیں کہ لوگوں پر کتنا اثر ہے بس ذرا سا حجاب ہے اگر وہ اٹھ جائے تو پھر تم کو معلوم ہو کہ لوگوں کے قلب پر تمہارا کتنا اثر ہے پھر مزاحاً فرمایا کہ یہ قوت تو ایسی ہوئی جیسے مشہور ہے کہ بھڑ یئے کو اپنی قوت کی خبر نہیں اسی سلسلہ میں اسی پہلے خان صاحب کا ذکر فرمایا ایک مرتبہ اسٹیشن بریلی پر ان خان صاحب سے مواجہہ ہو گیا معلوم نہیں ان کو کیا دھوکہ ہوا انہوں نے مجھ کو دور سے سلام کیا اتفاق سے میں نے دیکھا بھی نہیں اس لئے جواب بھی نہیں دیا پھر ان کو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ تو اشرف علی ہے اس قدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے پھر شہر میں اس سلام کی شہرت ہو گئی اب عوام کا کون انتظام کرے اس طرف کے لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جھک کر سلام بھی کر لیا ان کے معتقدین نے جواب دیا کہ پہچانا نہ تھا لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسے دودھ پیتے بچے تھے پہچانا نہ تھا غرض اچھا خاصا تماشہ ہو گیا اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان فرمایا بریلی میں بدعتیوں کا ایک جلسہ ہوا اس میں ایک صاحب نے ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفسیر بیان کی قیامت کے روز پیشی کے وقت خدا اور رسول دونوں مجتمع ہوں گے تو ہم اس وقت خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے۔ ایاک نعبد اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کہیں گے۔ و ایاک نستعین . اس پر بڑی تحسین ہوئی کہ واہ واہ کیا نکتہ ہے کیوں صاحب یہ بھی کوئی نکتہ ہوا۔ رنگون میں ایک ہندوستانی بدعتی مولوی شجرہ میں بزرگوں کے نام کے ساتھ صلے اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم چھپوایا ہے اور کہتا ہے کہ تبعاً کہنا جائز ہے جواب میں فرمایا کہ کیا مفسدہ کے وقت بھی جائز ہے دوسرے لفظی تبعیت زیادہ موثر ہو گی یا منوی تبعیت ظاہر ہے کہ اس شخص کو اصل مقصود تو بزرگان شجرہ پر صلوۃ بھیجنا ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حیلۂ جواز کے لئے تبعاً بڑھایا گیا ہے۔

خاں صاحب بریلوی کے ایک معتقد کا بیان

(ملفوظ ۳۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کلکتہ میں ایک شخص ان ہی خاں صاحب مذکور کا معتقد

ہے میری کتابیں بہت دیکھتا ہے ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ وہ شخص کہتا تھا کہ یہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندی ہے وہ تو ہماری جماعت کا آدمی ہے اور اسکے ثبوت میں کچھ میری کتابوں کے مضمون بیان کئے اور معتقدانہ۔ یہ کہتا تھا کہ ایک مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا اور اس کے احکام اور آثار کا تو صدیوں سے گم تھا۔ اس کو ایسا ظاہر کیا کہ کسی نے نہیں کیا اور یہ بھی کہا کہ بھلا دیوبند والے کہیں ایسی باتیں اور ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ**

صفائی اور زینت میں فرق

(ملفوظ ۳۹۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نفاست وصفائی میں اور تزئین میں کیا فرق ہے فرمایا کہ صفائی تو یہ ہے کہ میل کچیل نہ ہو چاہے کپڑا گھٹیا اور پھٹا ہی سہی مگر ہو صاف اور تزئین میں یہ ہوتا ہے کہ کپڑا قیمتی ہو خوبصورت ہو وضع قطع بھی درست ہو غرضیکہ نفاست اور تزئین میں زمین آسمان کا فرق ہے سو صفائی تو ہر حال میں محمود ہے اور تزئین بعض حالات میں مذموم بھی ہے۔ اسی درجہ مذمومہ کی نسبت کہا گیا ہے۔

عاقبت سازد ترا از دین بری　　این تن آرائی و این تن پروری

(یہ تن پروری اور بناؤ سنگار آخر کار تجھ کو دین سے بالکل خالی کردے گا۔)

تہجد کے لئے آنکھ نہ کھلنے کا علاج

(ملفوظ ۳۹۷) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ہر شخص کیلئے جدا علاج ہے کسی کو کم کھانا مفید ہے اور کسی کو بالکل نہ کھانا اور کسی کو خوب کھانا جس کو ضعف بڑھ جانے کا اندیشہ ہو ایک شخص تھے چرتھاول میں ان کی تہجد کی نماز کے لئے آنکھ نہ کھلتی تھی انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس روز ایسا ہوتا ہے صبح کو روزہ رکھ لیتا ہوں مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا میں نے کہا کہ یہ تو تمہارے لئے اور زیادہ کسل کا سبب ہوگا۔ اس لئے کہ جب روزہ سے رہو گے خوب تن کے کھاؤ گے۔ تن کے پیو گے تو نشہ ہو کر اور کسل بڑھیگا۔ کہا کہ ہوا تو ایسا ہی میں نے کہا کہ یہ تدبیر کرو کہ عصر سے قبل کھانا کھاؤ اور ذرا کم کھاؤ اور مغرب سے پہلے پہلے پانی جس قدر پیاس ہو پی لو پھر نہ پیو یہ تدبیر کامیاب ہوگی۔

انسان کی خواہش

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان بھی عجیب چیز ہے۔ اس کو ایک حالت پر چین نہیں چاہتا یہ ہے کہ جو میرا جی چاہے وہ ہوتا رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں باوجودیکہ ہر بات اس کے خیال کے موافق نہیں ہوتی پھر جو کچھ کرتا ہے خیال ہی کے

تابع ہو کر کرتا ہے اور تمام عالم اسی خیال پر چل رہا ہے۔ اتنی بڑی مؤثر چیز اور نظر تک نہیں آتی۔ جیسے گھڑی کی بال کمانی کہ بالکل باریک مگر تمام پرزوں کو نچار کھا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

نیست وش باشد خیال اندر جہاں تو جہانے بر خیالے بیں رواں

کہ خیال آسیا و باغ وراغ گہ خیال میغ و ماغ و تیغ ولاغ

سماع میں اختلاف

(ملفوظ ۳۹۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق خود علمائے ظاہر میں اختلاف ہے۔ چنانچہ محدثین اور فقہا میں اختلاف ہے محدثین اس مسئلہ میں کسی قدر اقرب الی الصوفیہ ہیں۔

آج کل کے صوفیوں کا وجد

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگوں پر کسی شیخ کا خط پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آج کل جو صوفی ہیں ان میں اکثر کو ڈھونگ کی وجہ سے وجد ہوتا ہے۔ تن تن پن پن سے وجد ہوتا ہے۔ ایسے لوگ نقال ہیں۔ نفسانیت سے پر ہیں۔ بکثرت ہوا پرست امرد پرست زن پرست ہیں اہل باطل ہیں۔ خدا سے غافل ہیں۔ دنیا والوں سے بھی زیادہ اپنے اغراض میں بیدار ہیں۔ رات دن ان ہی تدابیر میں لگے رہتے ہیں۔ جس سے شوکت ہیبت عظمت ظاہر ہو۔ جو حاصل ہے حب جاہ کا

آواز میں غضب کی خاصیت ہے

(ملفوظ ۴۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آواز بھی غضب کی چیز ہے۔ آفت کی چیز ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے بعض اصوات سے منع کیا ہے اور اس راز کو فقہا نے سمجھا ہے۔ یہ ایک قسم کی آگ ہے تو کیا آگ میں کودنے کی شریعت اجازت دے سکتی ہے۔ سماع آگ ہے جس کو اطمینان ہو کہ میں نہ جلوں گا اس کو بشرائط جائز ہے اور جس کو یہ اطمینان نہ ہو اس کو کسی طرح جائز نہیں یہ آواز بڑی آفت کی چیز ہے۔ اس میں غضب کی خاصیت ہے۔ سنا ہے کہ دیپک ایک راگنی ہے اس کے گانے سے آگ لگ جاتی ہے۔ چراغ میں تیل بتی درست کر کے رکھو اور گاؤ چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

محقق کی نظر اور سنت رسول کی تحقیق

(ملفوظ ۴۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق چونکہ بڑا عالم ہوتا ہے۔ اس کی نظر وسیع ہوتی ہے۔

اس لیے اس میں بجز ضروری مواقع کے تشدد نہیں رہتا۔ اکثر مواقع میں ڈھیلا ہو جاتا (بیائے معروف) ہے ڈھیلا نہیں ہوتا (بیائے مجہول) جس سے چوٹ لگ جائے۔ قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف الاحتساب الاحتساب کا ایک واقعہ سنا ہے۔ وہ واقعہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب کے ساتھ ہوا ہے وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین صاحب سلطان جی کو سماع سے منع فرماتے تھے ایک بار سلطان جی نے غلبہ حال میں قاضی صاحب کی حاضری کے وقت قوال کو اشارہ کیا سماع شروع ہوگیا۔ سلطان جی کھڑے ہوگئے قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا۔ سلطان جی سہ بارہ کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب پھر بٹھلانا چاہتے تھے مگر خود ہی ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہوئے جب وہ حالت فرد ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا پھر آ کر احتساب کروں گا۔ بعضوں نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا فرمایا یہ جب اول بار کھڑے ہوئے۔ ان کی روح نے آسمان دنیا تک عروج کیا۔ میں نے وہاں سے واپس لا کر بٹھلا دیا۔ دوسری بار تحت العرش تک پہنچے میں نے وہاں سے بھی لوٹا لایا۔ تیسری بار فوق العرش پر پہنچے میں نے جانا چاہا تو ملائکہ جلال نے روک دیا کہ یہاں صرف نظام الدین کے قدم جا سکتے ہیں۔ تم نہیں جا سکتے۔ وہاں انوار جلال دیکھ کر میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی کھڑا ہوا دیکھئے شریعت ایسی اہتمام کی چیز ہے اور بعض نے اس میں اتنا غلو کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فعل سے ثابت کر کے سنت کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ سو خوب سمجھ لو اس سے سنیت پر استدلال محض باطل ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کے کان میں کوئی شعر پڑ گیا ہو یا احیاناً بسبیل ندرت (کبھی اتفاقی طور پر) سن لیا ہو سو محض اس سے سنیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ میرا اس استدلال کی حقیقت میں ایک وعظ ہے الغالب للطالب اس میں یہ مضمون نہایت مبسوط ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل سنت نہیں بلکہ سنت وہی ہے جو حضور کی عادت غالبہ ہو۔ نیز غالی صوفیہ بھی اس بات کو نہیں کہہ سکتے کہ حضور اس مروج صورت کی اجازت فرماتے پس ہیئت مروجہ کو منقول پر قیاس کرنا ایسا ہے جیسے تہمد حضور باندھتے تھے۔ اس پر کوئی دھوتی کو قیاس کر لے اور یہ کہے کہ دونوں میں ذرا ہی سا تو فرق ہے۔ ایسے تغیر سے کیا ہوتا ہے؟ بس یہی تو فرق ہے۔ دھوتی میں کہ ایک پایا پیچھے اڑس لیا جاتا ہے۔ اس کو تو فقہا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کون فرق مؤثر ہے اور کون نہیں۔

علماء میں سلاطین کی سی سیاست ہونی چاہئے

(ملفوظ ۴۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کی شان تو سیاست اصلاحی میں سلاطین کی سی ہونا

چاہئے یعنی کوتاہی پر محاسبہ بمعاقبہ ہوان کے ڈھیلے ہونے سے عوام کی جرات بڑھ گئی۔ بلکہ مشائخ کی بھی یہی شان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ خدمت اصلاح ان کے بھی تو سپرد ہے مگر آج کل یہ کام کون کرے یہ تو خود اکثر مصلحین کی نیت اچھی نہیں۔ کسب دنیا جب دنیا غالب ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگانے کی وجہ

(ملفوظ ۴۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ بیعت کو اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آیا بیعت ہونا چاہتے ہو بدون تعلیم۔ یا تعلیم چاہتے ہو بدون بیعت کے تو یہی کہیں گے کہ بیعت ہونا چاہتے ہیں اور یہ خیال ایک غلطی پر مبنی ہے۔ جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بدوں بیعت ہوئے تعلیم کا اثر نہ ہوگا اور نہ کوئی نفع ہوگا۔ میں اسی جہل سے نکالنے کے لئے بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگاتا ہوں۔ تاکہ عقیدہ صحیح ہو جاوے اور جہل سے نجات ہو اور رہی مشائخ کے یہاں تو بدون بیعت کے تعلیم ہی نہیں دیتے۔ وہ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ اگر جال میں اب پھنس گیا تو پھنس گیا۔ ورنہ نہ معلوم کل کو اس کا خیال بدل جائے بحمد اللہ میرے یہاں یہ بات نہیں کل کو تو کیا خیال بدلتا وہ ابھی بدل لے ہمارا کیا ضرر اگر سو مرتبہ جی چاہے اور اپنا نفع سمجھے تو تعلیم پر عمل کرے ورنہ جہاں جی چاہے جائے۔ ایسے بدفہموں کے ساتھ یہی برتاؤ ضروری ہے۔

۳۔ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

حسن معاشرت کی اہمیت اور اصول کی پابندی

(ملفوظ ۴۰۵) ایک صاحب آسیب کا تعویذ لینے کے لئے سفر کر کے آئے درخواست پر حضرت والا نے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں۔ یہ عاملوں کا کام ہے دوسرے یہ کام تو خط سے بھی ہوسکتا تھا بلا وجہ آپ نے اتنا لمبا سفر کیا اس لئے اگر میں تعویذ دیتا بھی تو اب نہ دوں گا۔ تاکہ تم ناکامیاب ہو جاؤ پھر تمہاری روایت سے اور لوگوں کو بھی واقعہ معلوم ہو جائے پھر اس واقعہ کو جو جو سنیں گے سب کا روپیہ اور وقت بچ جائے گا۔ اور اگر میں ایسا نہ کروں تو یہاں پر تو ایک ہجوم ہو جائے۔ اور پھر سوائے اس کے اور کوئی کام نہ ہو سکے۔ اور آپ سے تعجب ہے کیونکہ آپ تو اس قدر ناواقف نہیں جو ایسی فضول حرکت کی آخر خیریت کا تو خط پہلے سے لکھا ہی کرتے تھے۔ اس ہی میں یہ بھی معلوم کر لیا ہوتا اور جو لوگ محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ ان ہی سے یہ شکایت ہے دوسروں کی کیا شکایت اور ان تعلیمات میں میں کسی کو اپنا تابع نہیں بناتا صرف یہ بات ہے کہ اصول صحیحہ کا میں خود بھی غلام

ہوں اور دوسروں کو بھی اصول صحیحہ ہی کا غلام بنانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے چاہتے یہ ہیں کہ وہی پرانے رواج کا برتاؤ ہمارے ساتھ بھی کیا جائے اور ہم بھی وہی برتاؤ کریں جس کی عادت ہے۔ اور طبیعت خوگر ہے مگر یہاں پر وہ باتیں نہیں چلتیں مدتوں کے بعد تو باب تعلیم معاشرت کھلا ہے۔ اب پھر چاہتے ہیں کہ بند ہو جائے حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست سے نکال ہی دیا تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہنچے اور یہ حالت رہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

(بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور (سب راحت سے ہوں حتی کہ کسی کو کسی سے کام بھی نہ ہو کہ دوسرے کی احتیاج بھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے)

اور اس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو سخت اذیت پہنچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی میرے سارے انتظامی معمولات کا حاصل صرف یہی ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے تکلیف نہ ہو اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں پر نہ آئے بلانے کون جاتا ہے۔ بقول غالب

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

ہزاروں مشائخ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں جائیں بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو تمام اصول صحیحہ کا اتباع کرنا ہوگا۔ اور جو ہم کہیں کرنا پڑے گا۔ جس طرف اور جس طرح چلائیں گے۔ چلنا پڑے گا لوگوں نے طریق کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد زندہ ہوا مجھ کو اس پر ناز نہیں مگر وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے طور پر ذکر کرتا ہوں اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں لٹھ ہوں اور یہ کوئی ناز کی بات نہیں۔ اس لئے کہ جس سے چاہیں خدا تعالیٰ اپنا کام لے لیتے ہیں۔ الحمد للہ میں نے ذوقیات اور کشفیات کو حسیات بنا دیا ہے۔ ان وجدانیات میں لوگ جن چیزوں پر ایمان بالغیب لاتے تھے اب وہ چیزیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہیں اور اس طرز سے اصلاح یہ ایسی چیز ہے کہ میرے ایک اہل علم عزیز نے حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے گا کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اپنے ماموں سے کراؤ۔ سو حضرت اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے باقی تمام دنیا کو کون خوش رکھ سکتا ہے اور خوش رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے جن کے خوش رکھنے کی انسان کو ضرورت ہے

اس کی فکر چاہئے اور میں تو صاف کہتا ہوں تا کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو کہ یہاں پر تو فقیری وقیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اور ہم کو اسی میں فخر ہے کہ طالب علموں میں ہمارا شمار کیا جائے اور واقع میں بھی ہم فقیر کدھر سے ہیں۔ جب کھانے پینے میں خوب دل کھلا ہوا ہے فقیری کی تو شان ہوتی ہے کہ ایک بزرگ شب کو سامنے حلوہ رکھ کر نفس سے کہتے تھے۔ دو رکعت نماز نفل پڑھ لے پھر یہ حلوہ کھلاؤں گا پھر دو رکعت کے بعد ایسا ہی وعدہ کرتے تھے۔ تمام شب اسی طرح ختم ہو جاتی تھی اور حلوہ رکھا ہی رہتا تھا۔ ہمارا نفس تو تیرہویں صدی کا ہے ایک دفعہ بھی اگر وعدہ خلافی ہو جائے پھر قبضہ میں نہیں آسکتا۔ ہماری حالت پر نظر فرما کر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔ غرض یہاں کی حالت تو بالکل واضح ہے جس کا دل چاہے تعلق رکھے۔ جس کا چاہے نہ رکھے محض لوگوں کے معتقد بنانے کہ لئے ہم سے تو بنا نہیں جاتا۔ جیسا آج کل بکثرت یہی حالت ہو رہی ہے کہ تقوی اور زہد سب لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اختیار کیا جاتا ہے۔ اور زیادہ اہتمام اسی کا کیا جاتا ہے کہ لوگ معتقد ہوں مگر اس کا اہتمام علاوہ مذموم ہونے کے خود موجب پریشانی بھی تو ہے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی اور بنائیں ہیں اور خواص کے اعتقاد کی اور نیز امراء کے اعتقاد اور غرباء کے اعتقاد کی اور اس حالت میں بتلایئے سب کو معتقد بنانے کا کہاں تک اہتمام کرو گے اور اگر کیا بھی تو ساری عمر اسی ضیق میں گزرے گی تو میں کہتا ہوں کہ کس جھگڑے میں پڑے اعتقاد کی بناؤں کے اختلاف پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک شخص دہلی میں امراء میں سے تھے ان کے اعتقاد کی بنیاد سنئے کیسی ضعیف تھی وہ یہ کہ ایک شخص نے مجھ کو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے اپنے قواعد کی بناء پر لینے سے انکار کر دیا۔ بس اس سے وہ معتقد ہو گئے پھر مدت کے بعد ایک دنیاوی معاملہ میں انہوں نے مجھ سے سفارش کرانی چاہی۔ میں نے کسی عذر سے انکار کر دیا۔ اس سے غیر معتقد ہو گئے اور ایسے امراء سے اکثر بیچارے غرباء پھر غنیمت ہیں۔ ان کے اعتقاد کی بنیاد اکثر محض تعلق مع اللہ ہی ہوتی ہے اور ایسے غرباء بلکہ دیہاتی بے لکھے پڑھے متقی بھی ہوتے ہیں اور خوش فہم بھی۔ چنانچہ وہ لوگ ایسی سمجھ کی بات کرتے ہیں کہ ان امراء کے کبھی خواب میں بھی نہ آئی ہو حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص آیا۔ حضرت اس وقت خادم سے پاؤں دبوا رہے تھے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم بھی ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جی تو خوش ہوتا ہے مگر بڑا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آرام پہنچنے کی وجہ سے تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے۔ اس فہم کا کیا ٹھکانہ ہے کہاں نظر پہنچی ہے۔ آج کل تو مشائخ کی بھی دقائق پر نظر نہیں۔

علمی کاموں کے لئے خلوت درکار ہے

(ملفوظ ۴۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں مدت سے چاہتا ہوں کہ اور سب کام بند کردوں اور صرف خدمت تربیت ہی کا کام رکھوں مگر میں اس وقت تک اس میں کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جو ضروری کام ہورہے ہیں ان کو کیسے بند کردوں اور یہ غیر ممکن ہے کہ یہ سب کام بھی کرتا رہوں اور طالبین تربیت سے مجلس بھی گرم رہے۔ مجمع میں مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ تنہائی اور یکسوئی میں کام کرسکتا ہوں۔ حتیٰ کہ کام کرنے کے وقت کسی کا آبیٹھنا میری گرانی کا سبب ہوتا ہے۔ ایک وکیل صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں تو مجمع میں بیٹھ کر کام کرلیتا ہوں میں نے کہا کہ وہ کام ہی کیا ہے یہاں تو دماغی کام ہے۔ وہاں نہ ترتیب مضامین ہے نہ تدقیق، نہ تہذیب، نہ رطب ویابس کی تلخیص یہاں تدقیق کی حاجت ترتیب کی حاجت تہذیب کی حاجت رطب ویابس کا فیصلہ غرضیکہ دماغی کام ہے جو مجمع میں بیٹھ کر نہیں ہوسکتا۔

بعض معصیت وقایہ کفر ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۰۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو نوکریاں ناجائز ہیں۔ ان کے کرنے میں مفسدہ ضرور ہے مگر جس کو حلال نوکری نہ ملے اسکے لئے نہ کرنے میں اس سے زیادہ اندیشہ ہے۔ اس لئے کہ افلاس سے بعض اوقات کفر تک کی نوبت آجاتی ہے۔ تو یہ معصیت کفر کی وقایہ ہوجاتی ہے۔ اس وقایہ کی ایک جزئی یاد آگئی کانپور کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے گنجیر وہاں پر ایک مسلمان رئیس تھا۔ اس کا نام تھا ادھار سنگھ میں نے سنا تھا۔ کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک مجمع کے ساتھ ان کی تبلیغ کے لئے وہاں گیا تھا۔ ادھار سنگھ سے بھی اس کا ذکر آیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم آریہ کس طرح ہوسکتے ہیں۔ ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا۔ بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا میں نے کہا کہ تم نے غور نہیں کیا۔ یہ شخص جب تک تعزیہ بنائے گا۔ کافر نہ ہوگا۔ تعزیہ بے شک معصیت اور بدعت ہے مگر اس کے لئے تو یہ معصیت اور بدعت وقایہ کفر ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندوؤں میں جھگڑا ہوگیا۔ کوئی درخت تھا وہاں کے سنی عمائد نے علماء سے استفتاء کیا کہ ہندوؤں کا اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے۔ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ علماء نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی لڑائی ہے۔ تم کو الگ رہنا چاہئے۔ پھر وہ لوگ مولانا کے پاس دریافت کرنے آئے۔ مولانا

محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ کفار بدعت سمجھ کر تھوڑا ہی مقابلہ کر رہے ہیں وہ تو اسلامی شعار سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ جاؤ انکا مقابلہ کرو غرضیکہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی تو ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ صرف ایک ہی پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہئے۔ شعار اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کیرانہ میں زمانہ تحریک خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اور بات تو بعد میں ہوگی پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی سلطنت تو ثابت کر دیجئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجئے گا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہوگا کہا کہ کفر میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے وہ شخصی ہے یا جمہوری کہا کہ جمہوری۔ میں نے کہا کہ اس میں جو پارلیمنٹ ہے وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے۔ یا خلاص مسلمانوں کی جماعت ہے کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے۔ میں نے کہا کہ مجموعی کیا ہوا۔ پھر نصرت کیسی کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو۔ حیرت زدہ رہ گئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی نکلا۔ سارا بنا بنایا قصر ہی منہدم ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پوچھ کر جواب دو۔ خاموش تھے بیچارے میں نے کہا کہ جاؤ جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک ملا کہتے ہو۔ اس کا جواب بھی انہی کے پاس ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی انکی نصرت واجب ہے اس لئے کہ کفار تو اس کی اسلامی سلطنت ہی سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں اسلئے اس وقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے۔ اس پر بے حد خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اور مجھ کو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔

حضرت شیخ الہند کا حضرت تھانوی کے بارے میں ایک قول

(ملفوظ ۴۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے اسی زمانہ تحریک میں میری شکایت حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ سے کی کہ وہ اس تحریک میں شریک نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم کو اس پر بھی فخر ہے کہ ایسی ہمت کا بھی ہمیں میں سے ہے کہ جس نے تمام ہندوستان بلکہ دنیا کی پرواہ نہ کی جو اس کی رائے میں حق ہے۔ اس پر استقلال سے قائم ہے۔ کسی دباؤ یا اثر کو ذرہ برابر حق کے مقابلہ میں قبول نہ کیا۔ پھر تحریک فرو ہونے کے بعد کثرت سے لوگوں کے خطوط طلب معافی میں آئے۔ میں نے لکھ دیا کہ معافی کے متعلق تو عذر نہیں بقول غالب

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آلگا غالب　　خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

باقی دل ملنے کے متعلق وہ بات ہے جس کو شیخ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

بسا لے زجورت جگر خوں کنم بیک ساعت ازدل بروں چو کنم

(سال بھر تک تیرے مظالم سہہ کر جگر خون کروں تو ایک گھڑی میں ساری کلفت کو دل سے کس طرح نکال دوں۔)

ندامت سے دل صاف ہوجاتا ہے

(ملفوظ ۴۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں کا معیار صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنی غلطی پر دل سے نادم ہے اور یہ بات اس شخص کے اعلان کر دینے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

عوام کے اعتقاد کے لئے کمالات کا اظہار فضول

(ملفوظ ۴۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا خواہ کسی رنگ میں ہو حد درجہ کی بے ادبی ہے۔ مثلاً علم ہی میں اس کا اظہار ہو کہ ہم بھی پڑھے ہوئے ہیں اور غور کیا جائے تو چیزیں کچھ ناز کی بھی نہیں۔ کیونکہ ان میں کوئی ذاتی کمال نہیں۔ دیکھئے حضور کے امی ہونے کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ اصطلاحی عالم ہونے پر فخر نہیں فرمایا گیا اور عوام کے اعتقاد کی غرض سے کمالات کا اظہار یہ تو بہت ہی بڑا مرض ہے اس سے تو اجتناب سخت ضروری ہے۔ عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔

شیخ کامل کی سب شقوں پر نظر ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ وہ ہے جس کی سب شقوق پر نظر ہو اگر یہ بات نہیں وہ شیخ نہیں۔ اس کی ہر جزئی پر نگاہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ہر پہلو پر نظر کر کے انتظام کرتا ہے سو اس کو سختی نہیں کہیں گے۔ انتظام کہیں گے البتہ اس انتظام کی تنفید میں وہ بے شک سخت ہوتے ہیں مگر بے اصول رعایت کر کے وہ حقائق کو کیسے بدل سکتے ہیں۔

اصلاح چاہنے سے اصلاح ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اسی کی اصلاح فرماتے ہیں جو

خود بھی اپنی اصلاح چاہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۔

حضرت گنگوہی کا نظم وضبط

(ملفوظ ۴۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اپنے اور بزرگوں سے زیادہ انتظام تھا۔ اس انتظام کا نام معترضین نے آج کل قانون رکھا ہے۔ اور قانون حکومت سے تشبیہ دے کر طعن کرتے ہیں۔

بلاضرورت سفر کرنے پر عتاب

(ملفوظ ۴۱۴) ایک نو وارد شخص نے تعویذ مانگا اور یہ ظاہر کیا کہ میں فلاں مقام سے سفر کر کے اس ہی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ جو کام ڈھائی آنہ میں ہوسکتا تھا۔ اس کے واسطے اتنا طویل سفر اور اس قدر صرف کرنے کی کون ضرورت تھی۔ آدمی سوچ سمجھ کر تو سفر کرے اور خرچ کرے اب اس کا علاج یہ ہے کہ وطن واپس جا کر تعویذ کے لئے لکھو میں بھیج دوں گا۔ تا کہ اس بے ڈھنگے پن کی حقیقت تو معلوم ہو اور ہمیشہ کے لئے یاد تو رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت اگر تعویذ دیدیا جائے تو لوگ ایسے کوڑ مغز ہیں یوں سمجھیں گے کہ یہ تعلیم کی باتیں تو ویسی ہی تھیں۔ تعویذ تو دے ہی دیا تو میرا جو مقصود ہے کہ فضولیات کا انسداد ہو وہ حاصل نہ ہوگا۔ اور میں جوان کے اوقات اور رقوم بچانے کے انتظام کر رہا ہوں۔ جس وقت یہ اسکو محسوس کریں گے۔ اس وقت قدر ہوگی۔ اس فضولی کی یہاں تک نوبت آچکی ہے کہ ایک صاحب ضلع گیا سے محض تعویذ اور پانی پڑھوانے کے واسطے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں یہاں تعویذ نہ دوں گا۔ وطن جا کر منگا لینا اور یہ سب بے فکری اور نعمت کی بے قدری ہے۔ فضول اور بلاضرورت مال کو برباد کرنے کا نام سخاوت رکھا ہے۔ یہ سخاوت نہیں۔ یہ اسراف ہے۔

اصول صحیحہ پر عمل کرنا راحت ہے

(ملفوظ ۴۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصول صحیحہ پر عمل کرنا طرفین کی راحت کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے میں نے نئے آنے والوں کے واسطے یہ قید لگادی ہے کہ زمانہ قیام میں مخاطب مکاتبت کچھ نہ ہو۔ خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کرو اور بیعت میں بھی عجلت نہ کروا سکے بعد جو رائے قائم ہوگی وہ بصیرت سے ہوگا۔ اس میں انسان پچتاتا نہیں کیونکہ دیکھنے بھالنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع اچھی طرح مل جاتا ہے۔ دوسرے استماع میں جو لطف ہوتا ہے وہ تکلم میں نہیں ہوتا۔ جیسے حافظ اچھا قرآن پڑھنے والا ہو تو سننے والے کو زیادہ لطف ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کو وہ لطف نہیں ہوتا۔

تکثیر سواد یا تکثیر بیاض

(ملفوظ ۴۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مزاحاً فرمایا کہ تکثیر سواد تھوڑا ہی مقصود ہے یعنی تکثیر مجمع تکثیر بیاض مقصود ہے۔ یعنی قلب کا روشن ہونا۔

کثرت مشاغل سے قواعد کی ضرورت پڑتی ہے

(ملفوظ ۴۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے قواعد وضوابط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کثرت سے مشاغل نہ ہوں تو پھر قواعد ضوابط کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اور بے ضابطگی سے تنگی بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص عصر کے بعد ملنا چاہتا ہے اور مجھ کو کوئی کتاب دیکھنا ہے یا کوئی فتوی لکھنا ہے تو اب تنگی ہوگی یا نہیں۔ یقینی بات ہے کہ تنگی ہوگی۔ سبب اس کا وہی مشاغل اور اگر کوئی کام نہ ہوتا تو اس شخص کو لے کر بیٹھ جاتا دس پانچ منٹ میں کوئی حرج نہ تھا۔

نجس اپنے معدن میں نجس نہیں

(ملفوظ ۴۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا فرماتے ہیں جو نجس چیز اپنے معدن میں ہو وہ نجس نہیں ہوتی۔ چنانچہ پیشاب مثانہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ وجہ یہ کہ وہاں ازالہ پر قادر نہ تھا۔ پس معدن میں ضرورت ہے اور خارج میں پاک کرنا ضروری ہوا۔

صاف اور سچ بات کرنا آسان ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۱۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس مواخذہ اور کھود کرید کی وجہ سے میں اس قدر بدنام ہوں کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اس کے سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سن کر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں سچ بولو گے۔ بات نہیں بناؤ گے۔ اس لئے ان کا جواب آسان ہے اور یہاں بات بناتے ہو وہ چلتی نہیں اس لئے جواب مشکل ہوتا ہے۔

امراض کی تشخیص صرف مصلح کرسکتا ہے

(ملفوظ ۴۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراض کی تشخیص اور تجویز مصلح ہی کرسکتا ہے۔ طالب نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے طبیب ہی مرض کو پہچان سکتا ہے اور علاج تجویز کرسکتا ہے۔ مریض نہیں کرسکتا مجھ کو ایک مرتبہ کم خوابی کی شکایت تھی۔ حکیم صاحب سے تدابیر پوچھا کرتا تھا مگر جب نفع نہ ہوا میں سمجھا کہ حکیم صاحب زیادہ خوض نہیں کرتے میں خود کتاب دیکھ کر تجویز کروں گا چنانچہ اسی غرض سے میں حکیم صاحب سے شرح اسباب لایا اور اس کو دیکھنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں جیسے اسباب لکھے تھے سب اپنے اندر پاتا تھا۔ اس لئے کچھ تجویز نہ کرسکا۔ تب خیال ہوا کہ کلیات کو

جزئیات پر صاحب فن ہی منطبق کر سکتا ہے۔ غیر اہل فن کا یہ کام نہیں۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جس کو فرماتے ہیں۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید　　لیک، حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(اگر چہ مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو بنا دیگا۔ مگر اس کی ناز و انداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا)

حافظؒ فرماتے ہیں

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

ہزار نکتہ بار یکتر زمو اینجاست　　نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

(یہ بات نہیں ہے کہ جس نے بناؤ سنگار کر لیا وہ ناز و انداز محبوبانہ سے بھی واقف ہو نہ یہ کہ جس کے پاس آئینہ ہو۔ سکندر کی طرح آئینہ بنانا بھی جانتا ہو۔ درویشوں کی سی شکل بنا لینے سے حقیقی درویشی حاصل ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اس راستہ میں بہت سی بال سے زیادہ باریک باتیں ہیں جن کے لئے نور باطن کی ضرورت ہے)

ذکر میں یکسوئی نہ ہونا مضر نہیں

(ملفوظ ۴۲۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے کہ ذکر میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ میں نے لکھ دیا کہ کچھ مضر نہیں اور مزاحاً فرمایا کہ اگر کپڑا اسل جائے اور ایک سوئی بھی پاس نہ رہے تو حرج کیا ہے۔ کپڑا پہن لیا جائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میاں یہ تو ساری عمر کی ادھیڑ بن ہے ایسے تغیرات سے بددل نہ ہونا چاہئے۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش دمی خراش　　تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس راہ میں نشیب فراز بہت ہیں۔ لہذا آخر دم تک ایک لمحہ کے لئے بھی بے فکری نہ چاہئے)

پہلے بزرگوں کے یہاں تو برکات پر کام چلتا تھا۔ آئین کی ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت کی وجہ سے آئین بنا کر میں نے اس کا مستقل محکمہ بنا دیا ہے پس وہاں برکت تھی یہاں حرکت ہے۔

مناسبت معلوم کرنے کا ایک طریقہ از حضرت حاجی صاحب

(ملفوظ ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار اعظم مناسبت پر ہے۔ میں عدم مناسبت کی وجہ سے طالب سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ چونکہ تم میں مجھ میں مناسبت نہیں اس لئے نفع نہ ہوگا کہیں اور تعلق پیدا کر لیا جائے اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ اگر کسی کا نام پوچھو گے تو میں

بتلا دوں گا خود نہیں بتلاتا کیونکہ بے طلب جس کا نام بتلایا جائے اس کی بے قدری کا اندیشہ ہے۔
اس مناسبت پر ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت حاجی صاحب سے ایک صاحب علم نے مرید ہونے کے متعلق مشورہ لیا کہ میں چشتی شیخ سے بیعت کروں یا نقشبندی سے آپ نے فرمایا کہ ایک بات بتلاؤ ں ایک کھیت ہے۔ اس میں جھاڑ جھنکاڑ بہت کھڑے ہیں اور اس میں تخم ریزی کا ارادہ ہے تو تمہاری رائے میں کیا صورت زیادہ مناسب ہے آیا پہلے اس کو صاف کر لیا جائے تب تخم ریزی کی جاوے یا ویسے ہی بدوں صاف کئے تخم ریزی کر دینی چاہئے اور آہستہ آہستہ صاف کرتے رہیں عرض کیا کہ حضرت اول تخم ریزی کر دینی چاہئے تا کہ صفائی کے انتظار تک محروم تو نہ رہے۔ فرمایا کہ تو پھر نقشبندیوں میں جاؤ۔ یہ حضرت کے اعلیٰ مبصر ہونے کی دلیل ہے۔ مثال سے مزاق کو کیسے پہچان لیا۔

۹۔ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

مدارس میں ترفع کا مرض

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر اہل مدارس میں ترفع کا بڑا مرض ہو گیا ہے مگر یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا خصوص مدارس دینیہ تو اگر سادہ ہی وضع میں رہیں یہ ہی ان کی خوبی ہے ان کی رفتار سے گفتار سے نشست و برخاست سے ان کے لباس سے اسلامی شان کی جھلک معلوم ہو رہی ہے۔ یہی خوبی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ ضلع کے انگریز کلکٹر نے کہلا کر بھیجا کہ ہم مدرسہ کا معائنہ کریں گے ہم نے کہا کر لو بھائی یہاں تو غریب لوگ رہتے ہیں اور یہیں ایک ضرورت سے ایک قصبہ قریب ہے۔ وہاں چلا گیا اور یہاں کے لوگوں کو سمجھا گیا کہ جو بات پوچھے بتلا دی جائے مگر ترفع کی کوئی بات نہ کی جائے مثلاً اگر وہ سوال کرے کہ یہ مدرسہ ہے تو کہنا کہ مدرسہ وغیرہ کچھ نہیں۔ ایک چھوٹا سا مکتب ہے۔ اگر سوال کرے آمدنی کس قدر ہے تو کہنا کہ توکل پر معاملہ ہے۔ کوئی آمدنی مستقل نہیں۔ کام بھی مختصر آمدنی بھی مختصر۔ غرض اسی طرح سب باتیں سمجھا گیا تھا اور واقعہ بھی یہی ہے یہاں پر تو غریبوں کا مجمع رہتا ہے۔ امیر ہونا کون فخر کی بات ہے۔ فخر کی بات تو یہ ہے کہ طالب صاحب صلاح ہو صاحب تقویٰ ہو صاحب استقلال ہو مگر کلکٹر کا آنا نہیں ہوا ایک اور مرتبہ بھی یہاں قصبہ میں کلکٹر آیا تھا۔ چند مکانات کے فوٹو لئے یہاں کا یعنی خانقاہ کا بھی فوٹو لینے کا ارادہ تھا مگر اس کو قصبہ میں اس قدر دیر لگ گئی کہ یہاں نہیں آسکا۔ پھر ہم کو موالاتی کہا جاتا ہے حالانکہ خود رات دن ان سے خلا ملا رکھیں مصافحہ اور گفتگو کریں اور اپنے کو ترک موالات کا حامی رکھیں۔ عجیب فلسفہ ہے۔ نرا سفہ ہے۔

آج کل کے لیڈر

(ملفوظ ۴۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جو رہبران قوم بنے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ کام کے لئے تو دوسرے اور نام کے لئے یہ زمانہ خلافت میں ان لوگوں نے احکام اسلام کی ذرہ برابر پروانہیں کی جو اپنی سمجھ میں آیا کیا جو منہ میں آیا کہا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو نیک نیت تھے ورنہ اکثر تو حکومت اور عہدوں کی فکر میں تھے۔ کثرت سے ایسے ہی لوگ زیادہ تھے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بلا وجہ کٹوا دیا یہ نفسانی اغراض بھی بری بلا ہیں۔ اللہ تعالی بچائے موپلوں کی قوم کو ان لیڈروں ہی نے برباد کرایا جوشیلی اور اشتعال آمیز تقریریں کر کے ان کو بھڑکا دیا۔ غیور قوم عرب لوگ ان کی باتوں میں آ کر گورنمنٹ کا مقابلہ کر بیٹھے۔ جب ان پر مصیبت آئی پھر اُن لیڈر یا رہبران قوم میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ ایسے خود غرض لوگوں کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک قصائی کا انتقال ہو گیا تھا اس کی بیوی روتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ ہائے اس کے بیل کون لے گا۔ تو ایک بولا میں لوں گا ہائے اس کی چھری کون لے گا کہا کہ میں لوں گا ہائے اس کا مال کون لے گا کہا کہ میں لوں گا۔ ہائے اس کے ذمہ اتنا قرض تھا وہ کون دے گا تو وہ کیا کہتا ہے کہ بولو بھائی کس کا نمبر ہے۔ یہ ہی حالت ان لیڈروں کی ہے کہ مال و جاہ کے تو خود مالک ہوئے اور مصیبت اٹھانے کو دوسرے غریب ہوئے۔ ایک نئی روشنی والے صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس تحریک میں کیوں شریک نہیں ہوتے میں نے کہا کہ یہ کام موقوف ہے۔ قوت پر اور قوت موقوف ہے بقاء اتفاق پر خواہ وحدت ارادیہ ہو یا وحدت قہریہ ہو اور یہ ہم میں مفقود اور جب تک یہ نہ ہو کام نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ میں ان اصول مخترعہ کا کاربند نہیں ہو سکتا۔ اصول شرعیہ کے ماتحت رہ کر کام کر سکتا ہوں اور اسی کو تم لوگ روڑے اٹکانا سمجھتے ہو حتی کہ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا وقت نہیں۔ کام کا وقت ہے حالانکہ ہر کام کے کچھ شرائط اور اصول ہوتے ہیں۔ دیکھو نماز جیسی بڑی چیز مگر حدود اور قیود سے وہ بھی خالی نہیں۔ ان ہی حدود کی تقسیم کے متعلق میں نے حیدرآباد دکن کے وعظ میں کہا تھا کہ حضور ﷺ میں دو شانیں تھیں۔ شان نبوت اور شان سلطنت اس کے بعد خلفاء راشدین بھی دونوں کے جامع تھے مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہو گئیں۔ شان نبوت کے مظہر علماء ہیں اور شان سلطنت کے مظہر سلاطین اسلام اب اگر یہ سلاطین علماء سے استغناء کرتے ہیں تو حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے۔ اب

صورت دونوں کو جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے حدود میں کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہ کریں۔ جب تک علماء اہل حق سے استفتاء نہ کرلیں اور علماء سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اس نفاذ کے بعد اس پر کاربند ہوں اگر یہ دونوں شانیں جو کہ حضور ہی کی ہیں۔ اس طرح جمع ہوجائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے اور ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل پر جالگے۔ ورنہ اللہ ہی حافظ ہے۔ غرض یہ سیاسی کام علماء کا نہیں علماء کا جو کام ہے وہ ان سے لینا چاہئے اور یہ کام لیڈر کریں البتہ علماء سے حجروں میں آکر مسائل پوچھیں اور ان کے موافق کام کریں اگر یہ صورت ہوجائے تو پھر مولوی صاحب سب سے آگے نظر آئیں گے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم قدرت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ فعل جائز نہ ہو پھر اگر احکام کو پامال کر کے کامیابی بھی ہوگئی تو وہ مسلمانوں اور اسلام کی کامیابی تھوڑا ہی ہوگی۔ وہ کامیابی تو بددینوں اور ملحدوں کی ہوگی۔ جن سے آئندہ بھی خطرہ ہے کہ ملکی مصالح کی بناء پر نہ معلوم اہل اسلام اور احکام اسلام کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ جو اس وقت شریعت مقدسہ کے احکام کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ ان سے آئندہ ہی کیا امید ہوسکتی ہے کہ احکام اسلام کا تحفظ کریں گے اور یہ عوام جو آج ان کے ساتھ ہیں اگر یہ دین سے بے خبر ہیں تو ان کا کیا اعتبار اور اگر باخبر ہیں تو علماء کے ساتھ ان کا اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک کہ یہ دین پر ہیں۔ اگر ذرا شبہ ہوجائے کہ یہ مذہب کے خلاف ہے فوراً اعتقاد جاتا رہے اور ساتھ چھوڑ دیں۔ غرض موجودہ حالت میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ عوام ان کی ساتھ رہیں۔

مسلمانوں کی حالت کا غم اور حیوۃ المسلمین کی تصنیف

(ملفوظ ۴۲۵) ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر کھانا تک اچھا نہیں لگتا۔ اس قدر غم ہے بس یہ فکر ہے کہ مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ بہت سے احباب دل سے محبت کرنے والے ہیں مگر بعض مقام پر میں خود گیا اور آپس کے قصوں جھگڑوں کے متعلق کچھ انتظام کیا کہ آپس میں اتحاد رہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا جب ان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے تو آنا جانا سب بند ہوجاتا ہے۔ یہ ان کا ذکر ہے جو عاشق کہلاتے ہیں مگر خود ان سے اتنی بھی کامیابی نہیں ہوئی اب بتلاؤ کہ میں کس بوتے پر مسلمانوں کو آگ میں دھکا دے دوں جب ان کی یہ حالت ہے سوائے اس کے کہ خدا سے بہبود اور فلاح کی دعاء کی جائے۔ اس فلاح کی تدابیر بتلانے کے لئے میں نے حیات المسلمین ایک رسالہ لکھا ہے اس کے لکھنے میں مجھ کو

بہت تعجب ہوا۔ پھر اس کے انتخاب اور سہل بنانے میں بھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس کی طرف بھی مسلمانوں کو التفات نہیں تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض فتنے وہ ہیں جو رفع ہو ہی نہیں سکتے۔

۹۔صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

شیخ سے فضول سوالات

(ملفوظ ۴۲۶) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے۔ بعض فضول سوالات لکھے ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ تمہیں یہ ہی نہیں معلوم کہ مصلح کے ذمہ کن چیزوں کا علاج ہے۔ اور کن کا نہیں۔ پہلے یہ طے کرو ورنہ پریشان ہو گے اور پریشان کرو گے۔

سوال بلاضرورت نہیں کرنا چاہئے

(ملفوظ ۴۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سوال کی انسان کو خود ضرورت نہ ہو کیوں فضول وقت خراب کرے۔ اپنا بھی اور دوسرے کا بھی۔ اور اگر بلاضرورت ہی شوق ہے تحقیقات کا تو مدارس میں جاکر ترتیب سے تعلیم حاصل کیجئے مگر آج کل یہ بھی ایک مرض عام ہو گیا ہے کہ لاؤ خالی بیٹھے کچھ نہ کچھ مشغلہ ہی سہی۔ سو ہر شخص کو اپنے عمل کے لئے پوچھنا چاہئے۔

عوام کا مساجد کے ائمہ کو تختہ مشق بنانا

(ملفوظ ۴۲۸) ایک استفتاء آیا اس کو ملاحظہ فرمایا کہ کسی امام کے متعلق چند سوالات ہیں۔ اس کے نقائص لکھے ہیں بیچارہ اماموں کو لوگ اپنا تختہ مشق بنائے رکھتے ہیں۔ فتوی کو آڑ بنا کر لڑا کرتے ہیں مگر میں مسلمانوں کے افتراق کا سبب کیوں بنوں۔ میں اس باب میں سخت احتیاط کرتا ہوں ان مستفتیوں کی دوسروں کے عیوب پر تو نظر پڑتی ہے مگر اپنی خبر نہیں کہ ہم ہیں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یاد پڑتا ہے لکھا ہے کہ اے عزیز اس شخص کی کیا حالت ہے کہ اپنے جسم پر تو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کی خبر نہیں اور دوسرے کے جسم پر اگر مکھی بیٹھ گئی اس پر نظر ہے۔ خود کبائر میں مبتلا دوسروں کے صغائر پر مواخذہ خود صغائر میں مبتلا دوسروں کے مباحات پر مواخذہ۔

بزرگی سے پہلے آدمیت مقصود ہے

(ملفوظ ۴۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقلی مسئلہ ہے کہ طلب سے پہلے مطلوب کی تعیین کرے اور بزرگی سے مقدم مطلوبیت میں آدمیت ہے۔ یہاں اسی آدمیت کی تعلیم پہلے ہوتی ہے اور بزرگی کی تعلیم بعد میں۔ کسی نے لکھا ہے کہ:

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ایں جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

میں نے اسی آدمیت کی ضرورت پر نظر کر کے اس کو اس طرح بدل دیا ہے۔

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور اس آدمیت کا حاصل یہ ہے کہ اپنے سے دوسرے کو اذیت نہ پہنچے۔ خصوص مصلح کو اس لئے کہ معلم کے قلب میں ذرا بھی کدورت آئی فوراً فیض بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے سلیقہ دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے کسی کامل کی صحبت کی تو بڑی یہ چیز ہوئی کہ کسی کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح کرائے خواہ کتنی ہی دیر لگے اب تو حساب لگا کر آتے ہیں کہ جاویں گے مرید ہو جاویں گے۔ شیخ وظیفہ بتلا دیں گے وظیفہ لے کر گھر آ جاویں گے۔ بس کام ختم ہو گیا یہ سب طریق کے بے خبری ہے۔ اسی بے خبری کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بے خبر بود نداز حال دروں استعیذ اللہ مما یفترون

جو علاج بے طریق ہوتا ہے اس کی بالکل یہ حالت ہوتی ہے۔

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند آں عمارت نیست ویران کردہ اند

اصول کی ہر کام میں ضرورت ہے۔ ہر کام قاعدہ اور قانون کا محتاج ہے مگر لوگ قانون سے گھبراتے ہیں۔ وہ کتنا ہی سہل ہو مگر لوگ اس کو سخت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قانون کی سختی وہ ہے کہ وہ قانون اپنی ذات میں سخت ہو لیکن اگر قانون اپنی ذات میں نرم ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی جاوے تو وہ سخت نہیں اگر اس کو بھی سخت سمجھا جاوے تو اس کا کیا علاج۔ اس کو کیسے نرم کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے نماز کیسی آسان چیز ہے مگر اس کی تاکید کس قدر سختی سے کی گئی ہے تو کیا اس سے نماز سخت چیز ہو گئی۔

طالب کے لئے تجویزوں کا فنا

(ملفوظ ۴۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کے لئے یہ بھی لوازم اور آداب طریق سے ہے کہ طالب کی تجویزوں کو فنا کر دیا جاوے اور اس کو مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اور وہی مناسب تجویز کر سکتا ہے۔ طالب کو اس میں چوں و چرا نہ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے عقیدہ کی بات ہے کہ مصلح سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے بھی تو قرائن وجدان ہی پر تشخیص اور تجویز کی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث پاک کے پاس ایک شخص بیعت ہونے گیا۔ آپ نے کشف

سے سمجھ کر بیعت کرنے سے انکار فرمادیا۔ ان کے ہمعصر حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ تھے۔ وہ ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اس کی بیعت کو قبول فرمالیا۔ سو یہ امور وجدانی اور ذوقی ہیں۔ ان قرائن میں کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے اور ایسی غلطی یہ اہل فن کے کمال کے منافی نہیں۔ غرض شیخ سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ لیکن طالب کو اس سے مزاحمت کا حق نہیں کیونکہ اول تو ایسی غلطی بہت کم ہوتی ہے۔ دوسرے اس کو جلد تنبہ ہوجاتا ہے۔

کشف بلا تلبیس بھی حجت نہیں

(ملفوظ ۴۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے کہ بعض کشف میں تلبیس بالکل نہیں ہوتی۔ مگر یہ تلبیس نہ ہونا مستلزم حجیت کو نہیں یعنی اگر کشف بلا تلبیس بھی ہو تب بھی حجت نہیں جیسا اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لے مگر تفرد کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہو تو خود اس کو بھی اس رویت پر عمل جائز نہیں۔ یعنی صبح کو روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ دیکھئے یہاں تلبیس نہیں مگر پھر بھی اس پر عمل جائز نہیں۔ اس کی ایک تائید آیت سے ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ تقریر تائید یہ ہے کہ اسمیں یہ فرمایا گیا ہے کہ: لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ حالانکہ شہداء کا نہ ہونا مستلزم نہیں کذب واقعی کو مثلاً خود مشاہدہ کرلیا مگر نصاب شہادت پورا نہیں۔ ہوا یہاں تلبیس بالکل نہیں مگر باوجود اس کے یہ مشاہدہ حجت نہیں حتی کہ خود صاحب مشاہدہ کو بھی زبان سے اس کا تکلم کرنا جائز نہیں۔ اور دوسروں پر بھی واجب ہے کہ سنتے ہی کہہ دیں۔ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ

خوش اخلاقی اور اصول کی سختی

(ملفوظ ۴۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص سرکاری سکول میں مدرس تھے۔ ان کو علم تو تھا ہی نہیں کتابیں مختلف مذاہب کے دیکھنے کا شوق تھا۔ شیعوں کی قادیانیوں کی، عیسائیوں کی انہوں نے مجھ کو لکھا کہ حضور ﷺ کی شان میں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ارشاد ہے مگر آپ نے تلوار چلائی۔ کیا یہ اخلاق کے خلاف نہیں۔ میں نے لکھا کہ اسلام کی حفاظت کے واسطے تلوار چلائی گئی تا کہ کفار کا غلبہ اسلام پر نہ ہو۔ ان کے غلبہ سے اسلام کو بچانے کے لئے تلوار چلی تو فساد اخلاق کے انسداد کے لئے تلوار چلانا عین خوش اخلاقی ہے۔ ایک شبہ اخلاق کے متعلق اس کے مقابل

جانب بھی ہوسکتا ہے یعنی او پر سختی کو خلاف اخلاق سمجھا گیا اور آئندہ شبہ کا حاصل ایک خاص نرمی پر خلاف اخلاق ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے۔ اس کی تقریر ایک خواب کے ضمن میں نقل کرتا ہوں میں نے ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کو خواب میں دیکھا اس نے ایک شبہ پیش کیا کہ حضور ﷺ مزاح فرماتے تھے جو شان نبوت سے بعید ہے۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق وقار و متانت شان نبوت کے لئے زیبا ہیں۔ مزاح اس وقار کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ ہر مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ صرف وہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور یہاں بڑی مصلحت تھی وہ یہ کہ حضور کو خداداد رعب عطاء فرمایا گیا تھا۔ اس ہیئت کی وجہ سے بعضے لوگ استفادہ علوم کا نہ کرسکتے۔ اس لئے حضور قصداً مزاح فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو انبساط ہو کر موقع استفادہ کا حاصل ہو اور جو غرض بعثت سے ہے اس کی تکمیل ہو جائے اس جواب پر وہ بے حد مطمئن ہو گئی۔ اس حسن اخلاق پر اور اپنا واقعہ یاد آیا جب میں حیدر آباد دکن گیا تھا وہاں تقریباً چودہ روز قیام رہا۔ اس میں دارالضرب بھی دیکھنے گیا۔ وہاں کا منیجر ایک انگریز دکھلانے والا تھا۔ جب سب دیکھ چکے تو وہ انگریز رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور ہمراہ آیا۔ اس وقت میں نے اس سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا۔ آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کے سے اخلاق ہیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا کہ مذہبی شخص نے میری تعریف کی اور ایک صاحب ارکان ریاست میں سے ہمراہ تھے۔ وہ دور آ کر کہنے لگا کہ آپ نے عجیب طرز سے تعریف کی کہ اس کا دل بھی خوش کر دیا اور اس کو گھٹا بھی دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا کہ یہ اخلاق تمہارے گھر کی چیز نہیں۔ کبھی تم کو اس پر ناز ہو بلکہ یہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ ان کے گھر میں کیا کیا دولتیں مخزون ہیں اس لئے دوسروں کے سامنے گداگری کرتے پھرتے ہیں افسوس ہوتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

یہاں بزرگی تقسیم نہیں ہوتی انسانیت سکھائی جاتی ہے

(ملفوظ ۴۳۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے تکلفی تو مطلوب ہے مگر بد تمیزی اور بدتہذیبی بری چیز ہے بے تکلفی سے تو محبت بڑھتی ہے اور بدتمیزی اور بدتہذیبی سے کدورت اور انقباض ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ جان کر کوئی اذیت نہیں پہنچاتا مگر قلت مبالات بے فکری اذیت کا سبب ہو جاتا ہے اسی کی شکایت ہے اور ان رسوم تکلف کے بانی امراء ہیں انہوں نے ایسے ایسے برے طریقے ایجاد کئے ہیں جنکا منشاء خالص کبر ہے مثلاً نوکر سامنے نہیں بیٹھ سکتا

جس درجہ میں خود ہوں اس میں نہیں رہ سکتا جس وقت گھنٹی ہو اس وقت آ وا چھی خاصی فرعونیت ہے غرض اعتدال نہیں اگر ادب ہے تو تکلف کے درجہ تک اور بے تکلفی ہے تو بدتمیزی کی حد تک آدمی کو چاہیئے کہ آدمیت سیکھے بزرگ بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا بڑا مشکل ہے میرے یہاں آدمیت کی تعلیم ہوتی ہے اگر کسی کو یہ پسند ہو یہاں پر آئے ورنہ جہاں بزرگی تقسیم ہوتی ہے وہاں جائے بلانے کون جاتا ہے اور جب خود آتے ہو تو جو یہاں کے اصول اور تعلیم ہے اس پر کاربند ہونا پڑیگا۔

معصیت سے توبہ

(ملفوظ ۴۳۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ کا مقولہ میں نے خود دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ جس معصیت سے توبہ کرلی ہو اور وہ پھر یاد آئے تو یہ کہو کہ یاد آکر لذت آتی ہے یا نفرت اگر لذت آتی ہے تو یہ اسکی علامت ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اگر نفرت معلوم ہو تو اس کی علامت ہے کہ توبہ قبول ہو چکی (مگر نظر ثانی کے وقت اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ مقولہ حضرت سلطان جی کا ہے یا کسی اور کا)

شیخ کا پرانی تدبیر بدلنا

(ملفوظ ۴۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کا نسخہ بدلنا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس نسخہ میں کوئی کوتاہی ہوگئی تھی اور وہ پہلی رائے ناقص تھی دوسری وجہ یہ کہ مریض کی حالت بدل گئی ان دونوں میں فرق ہے مگر اس کو بھی طبیب ہی سمجھ سکتا ہے مریض نہیں سمجھ سکتا اس کے لئے تو اسی ہی میں خیر ہے کہ اپنے کو اس کے سپرد کر کے جو وہ کہے اس پر کاربندر ہے۔ اسی طرح اگر شیخ کسی تدبیر کو بدلے تو طالب کو شبہ کرنیکا حق نہیں۔

انسان کا کام صرف طلب ہے۔

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالی کی بڑی رحمت ہے انسان کا کام صرف یہ ہے کہ لگا رہے جو کچھ ہو سکے کرتا رہے وہ طلب کو دیکھتے ہیں اگر ادھر سے طلب ہے تو ادھر علم بھی ہے قدرت بھی ہے رحمت بھی اس لئے سب کچھ عطا ہو رہیگا۔

ازالہ شبہات کا طریقہ عظمت ومحبت

(ملفوظ ۴۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزیں ہیں اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں پھر کبھی شبہات پیدا نہیں ہو سکتے ایک عظمت اور ایک محبت شبہات کا پیدا ہونا خود دلیل ہے عدم محبت اور عدم عظمت کی باقی بدون محبت وعظمت کے محض سوالوں سے یا تحقیقات سے کبھی شبہات کا ازالہ

نہیں ہوا کرتا سو قطع شبہات کا یہ طریقہ ہی نہیں اب صرف سوال ہوتا ہے کہ پھر اس محبت اور عظمت کا کیا طریقہ ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طریقہ اہل محبت کی صحبت ہے اور بعد تجربہ کے اس میں کوئی شبہ نکال ہی نہیں سکتا۔

اہل اللہ کی صحبت حاصل کرنے کا طریقہ

(ملفوظ ۴۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اتنا وقت نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ سکے تو کم از کم ان سے خط و کتابت ہی رکھے اور جب کبھی موقع مل جائے چاہے دو چار ہی روز کے لئے کیوں نہ ہو اس میں انکے پاس رہ جایا کرے اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے غرض کوئی کام ایسا نہیں جسکی کوئی راہ نہ ہو مگر کام کرنیوالا چاہیے راہیں سب نکل آتی ہے۔

مشائخ چشت کے حالات پڑھنے کا نقد فائدہ

(ملفوظ ۴۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پڑھ کر اور اپنے موجودہ بزرگوں کے حالات دیکھ کر کبر تو پاس نہیں پھٹکتا بڑا نفع ہوتا ہے۔

کون سے تعلقات مفید ہیں؟

(ملفوظ ۴۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب تعلقات کے رہتے ہوئے پھر کوئی چاہے کہ کامیاب ہو بہت مشکل ہے اور یہاں وہ تعلقات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں باقی ضروری کا تو امر ہے وہ مراد نہیں جیسے آجکل جاہل صوفیوں نے اسکو بھی کمال میں داخل کر رکھا ہے کہ بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔

بزرگوں کے تبرکات سے متعلق ایک فقہی غلطی

(ملفوظ ۴۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبرکات کے متعلق ایک نازک غلطی عام ہے نہ پیروں کو اسکا خیال نہ سجادوں کو وہ یہ کہ جو چیزیں بزرگوں کی ہوتی ہیں انکو تبرکات میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ ان میں ورثہ کا بھی حق ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاید وقف کر دیتے ہوں فرمایا اول تو کوئی وقف نہیں کرتا دوسرے اگر کرے بھی تو بوجہ عدم اجتماع شرائط کے وہ وقف جائز بھی نہیں ہوگا پیرزادوں میں علماء بھی ہوئے ہیں مگر کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور یہ جواب تو اس پر ہے کہ کوئی وقف کرتا بھی ہو مگر یہاں تو کوئی وقف بھی نہیں کرتا یوں ہی مر جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے بعض ملبوسات میرے پاس تھے جو جائز طریق سے مجھکو ملے تھے مگر میں نے دوسروں کو دیدیئے ایک تو اس

لئے کہ میرے بعد انکو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنادے دوسرے اسی محذور سے بچنے کے لئے جسکا ابھی ذکر ہوا ہے باقی حضرت نے توجہ سے جو دعائیں کی تھیں وہ تبرکات میرے پاس ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کا ایک واقعہ

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ کی عجیب شان ہوتی ہے ان میں بھی ہر رنگ کے ہوتے ہیں سب مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سکندر آباد تشریف لے گئے طبیعت علیل ہوگئی فرمایا کسی طبیب کو لاؤ وہاں پر ایک طبیب تھے بالکل جاہل انکو بلایا گیا تو بڑے ٹھاٹ سے بن ٹھن کر آئے عمامہ چوغہ زیب تن تھا انکو حضرت شاہ صاحب نے نبض دکھلائی شاہ صاحب جو جو حالت بیان کرتے اسکے مناسب دو تین اجزاء تجویز کر دیتے اور نسخہ میں لکھ دیتے وہ نسخہ ایک اچھی خاصی قرابادین ہوگئی حضرت شاہ صاحب نے نذر بھی دی لیکر چل دیئے حضرت شاہ صاحب کے بعض شاگرد طب کے عالم تھے انہوں نے عرض کیا کہ بے اصول نسخہ ہے پھر اتنی مقدار میں اسکو نہ پیا جاوے شاہ صاحب نے فرمایا نہیں ہم پئیں گے آخر وہ دوائیں ایک بڑے پتیلے میں جوش دی گئیں اور شاہ صاحب نے ایک ایک پیالی کر کے دن بھر میں اسکو ختم کیا حکیم صاحب کی خوب شہرت ہوئی خوب دوکان چلی دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جاہل کی اتنی رعایت فرمائی اتفاقی شہرت پر ایک جولاہہ کی حکایت یاد آئی ایک مہاجن کی لڑکی پر مہاجن (یعنی زبردست جن) آ گیا کسی عامل کے قابو میں نہ آیا وہاں ایک بیچارے جولاہے میاں جی تھے کسی نے اس مہاجن سے کہدیا کہ وہ جن اتارنا جانتے ہیں وہ بلانے آیا یہ غریب کچھ بھی نہ جانتا تھا اس لئے عذر کیا اس نے دفع الوقتی پر محمول کر کے اصرار کیا آخر اسکے اصرار پر میاں جی نے سوچا کہ چلنا چاہیئے یا تو معاملہ ادھر ہوا یا ادھر یا تو اچھی ہوگئی تو خوب مال ہاتھ آویگا یا مارے گئے تو اس مفلسی سے مرنا ہی اچھا بیچارے پر مفلسی بہت تھی اور اس مہاجن کی یہ حالت تھی کہ جو عامل جاتا اسکو اٹھا کر ٹیک دیتا غرض یہ میاں جی پہنچے گھر والوں نے کہدیا کہ ہم تو ڈر کے مارے ساتھ جا نہیں سکتے اس اکیلے مکان میں وہ لڑکی موجود ہے اندر جا کر جو تدبیر کرنا ہو کر دو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اندر داخل ہوئے اس جن نے دیکھ کر ایک ڈانٹ دی اور پوچھا کہ کیوں آیا ہے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور کی رعیت کا ایک غریب جولاہہ ہوں حضور عمل وغیرہ تو مجھے آتا نہیں ہاں بھوکا ضرور ہوں اگر آپ میرے اوپر رحم کریں اور پرورش فرمائیں تو تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو جائیں تو مجھکو پانچ سو روپیہ مل جائے میرا کام بن جائے آپ کا کوئی حرج نہ ہوگا جی چاہے پھر آجایئے جن کو یہ سنکر

رحم آ گیا اور یہ کہا کہ تو تو تھوڑی دیر کو کہتا ہے میں تیری خاطر سے ساری عمر کو جاتا ہوں غرض وہ جن چلا گیا اور میانجی کو پانچ سو روپیہ تو فی الحال مل گیا پھر جو شہرت ہوئی تو تمام علاقہ کے پیر بن بیٹھے اور ساری عمر اسی شان سے گزری۔

گنوار + ذہین + بیہودہ

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو گنوار کہلاتے ہیں ان میں بعضے بڑے ذہین ہوتے ہیں گو اس ذہانت کو بیہودگی میں صرف کرتے ہیں ایک گاؤں میں مولوی صاحب نے ایک شخص کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی اور یہ کہا کہ اگر تو چالیس روز نماز پڑھ لے تو تو تجھ کو یہ بھینس دونگا وہ چالیس روز تک نماز پڑھتا رہے جب دن پورے ہو گئے کہا کہ لاؤ بھینس مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میرا تو یہ مطلب تھا کہ جب چالیس روز نباہ کر نماز پڑھ لیگا عادی ہو جائیگا پھر نہ چھوڑیگا اور بھینس نہ دی تو کیا کہتا ہے جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضو ہی ٹرخائی ہے۔ ایک ایسے ہی شخص کو کسی مولوی صاحب نے روزہ رکھوایا تھا اتفاق سے اس کی بھینس مر گئی اسکے لڑکے نے گھر میں سے کھیت میں آ کر خبر دی تو کیا حرکت کی کہ رمضان شریف کا روزہ تھا بدھنا اٹھا کر پانی پی لیا اور پانی پکڑ کہتا ہے کہ لے رکھ لے روزہ نعوذ باللہ۔

آجکل کے پیر جیوں کی حالت

(ملفوظ ۴۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عجیب جہالت کا زمانہ ہے ایک مرتبہ پیر جی بنے کی شہرت ہو جائے پھر تو رجسٹری ہو جاتی ہے چاہے زنا کرے جھوٹ بولے دھوکے دے مگر پھر بھی پیر جی ہی رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کوئی ڈوکڑے (چھوٹے حوض) تھوڑا ہی ہیں کہ ناپاک ہو جائیں ہم تو سمندر ہیں جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے جیسے سمندر ہیں جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے جیسے سمندر میں گنگا جمنا آ کر بھی سمندر ہی ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر معصیت آ کر بھی نیکی ہو جاتی ہے یہ مذہب ہے ان جاہل بددین لوگوں کا۔

دنیا کی ترقی کا انجام تنزل ہے۔

(ملفوظ ۴۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا کی ترقی بھی انجام میں تنزل ہی ہے اسی طرح دنیا کی راحت میں بھی کلفت ہی ہے خواہ اسکی خواہ اسکے سبب دوسروں کی ایک نادار مگر خواندہ شخص ملازمت پر گئے اتفاق سے پانچسو روپیہ کے ملازم ہو گئے اپنے گھر اطلاعی خط بھیجا گھر والوں نے انکے گھر پر بچوں کی تعلیم پر میانجی تھے ان کو پڑھنے کو دیا میانجی پڑھ کر رونے لگے بیوی نے کہا خیر تو

ہے کیا لکھا ہے کہنے لگے تم روؤ تو بتلاؤں وہ بھی روئی اور یہ دیکھ کر بچے رونے لگے محلہ کے لوگ جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا ہے کہنے لگے تم بھی روؤ تو بتلاؤں واقعہ معلوم کرنے کے لئے وہ سب بھی روئے تب آپ نے کہا کہ وہ پانچ سو کے نوکر ہو گئے ہیں لوگوں نے کہا کمبخت اس میں رونے کی کیا بات کہنے لگے رونے کی بات تو ہے ہی سنو جب وہ اتنی بڑی تنخواہ پانے لگے تو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں گے تو سب سے اول مجھ کو نکالیں گے یہ تو میرے رونے کی بات ہے پھر بیوی بوڑھی ہے وہ نئی شادی کریں گے اس بیوی کو نکال دیں گے اسکے رونے کی یہ بات ہے پھر امیرانہ سواری بھی رکھیں گے تو اصطبل وغیرہ کی ضرورت ہو گی گھر کافی نہیں محلہ والوں کے گھر خرید کر گھوڑوں کے اصطبل بنا دیں گے محلہ خالی ہو گا محلّہ والوں کے رونے کی یہ بات ہو گی واقعی خوب صحیح حساب لگایا کہ جسکی ترقی ہوتی ہے اتنوں کا تنزل ہوتا ہے۔

بعض بزرگوں کے غلبہ عشق کے حالات

(ملفوظ ۴۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف پر جو اعتراضات ہیں لوگوں کے انکے معاملات کی حقیقت معلوم نہیں ہوتا اس لئے اعتراض کرتے ہیں جامعیت اور کاملیت کے بعد بھی باستثنار انحیین اکثر کو جب ایک طرف مشغولی زیادہ ہو جاتی ہے دوسری طرف سے ذہول ہونے لگتا ہے تو اس جانب کے حقوق میں بعض اوقات کوتاہی ہوتی ہے اس لئے یہ حضرات معذور تھے اعتراض کرنے والوں کے کیا خبر کہ کسی پر کیا گزر رہی ہے اور کس حالت میں ہے اصل میں یہ حضرات عاشق تھے تو عشق کے غلبہ میں کوئی فرد گذاشت ہو جانا بعید نہیں چنانچہ عشق کے غلبہ میں بعض بزرگوں کے جذبات کے بعض واقعات یاد آ گئے جو ظاہری انتظام کے خلاف تھے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب نے مرض الموت میں مولوی اسماعیل صاحب مقیم مکہ سے فرمایا میں نے اوروں سے تو کہا نہیں تم سمجھدار ہو تم سے کہتا ہوں میرا یوں جی چاہتا ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کیا جائے انہوں نے کہا کہ حضرت فقہا نے مکروہ کہا ہے حضرت نے فرمایا بہت اچھا جیسے مرضی ہو جب حضرت کا جنازہ چلا ایک عرب کو خود بخود جوش آیا اور حاضرین سے کہا اذکروا اللہ اور بلند آواز سے ذکر شروع کر دیا پھر کیا تھا تمام مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا تب مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا اے حضرت یہی چاہتے تھے میں نے حضرت کو تو منع کر دیا اب اسکو کون منع کرے۔ ایک بزرگ نے وصیت کی تھی۔ کہ ہمارے جنازہ کیساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے۔

منعا ما نیم آمد یم بلوے تو۔ شیاللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما، آفرین بردست و برباز وئے تو

حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے ایک مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصحرا می روی، سخت بے مہری کہ بے ما می روی

آفرین بردست و برباز وئے تو سخت بے مہری کہ بے ما می روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا می روی

(ہم مفلس ہیں تیرے در پر آئے ہیں۔ اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے۔ ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ ۱۲ اے محبوب تو بڑا ہی بیوفا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر و جا رہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جا رہا ہے۔۱۲۔)

حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سماں (لطف) دکھا وئے۔

۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ،

طبعی پریشانی مضر نہیں

(ملفوظ ۷۴۴) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ کا الہام ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندہ رزق کی وجہ سے کیوں پریشان ہے یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر تو یہ بھی دعا کرے کہ اے اللہ مجھ کو رزق نہ دے تب بھی دیں گے نہ کہ تو مانگے اور ہم نہ دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے واقعی اگر کوئی شخص تمام دن تسبیح لیکر یہ رٹا کرے کہ اے اللہ مجھ کو کھانے کو نہ دیجیو تب بھی ملیگا مگر رزق کی اس پریشانی سے کسی پر ضعف ایمان کا حکم نہیں لگا سکتے امور طبعیہ میں انسان معذور ہے اور ان امور طبعیہ کے مناشی بھی اکثر واقعات غیر اختیاریہ ہوتے ہیں بعض واعظین بڑی زیادتی کرتے ہیں سطحی نظر سے مسلمانوں پر غلط فتوی لگا دیتے ہیں چنانچہ وعظوں میں اکثر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جس قدر ایک دعوت کر دینے والے پر ہوتا ہے کہ کوئی دعوت کر دے تو کھانا نہیں پکواتے پورا یقین ہوتا ہے کہ کھانا آویگا اور خدا تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں مگر ان واعظ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جس وعدہ میں وقت اور سبب مبہم ہو وہاں طبعی پریشانی ہوتی ہے۔ مثلا اگر دعوت کرنے والا یوں کہدے کہ کسی دن کسی جگہ سے کھانا آویگا تو ایسی دعوت

پر کسی کو بھی بھروسہ نہ ہوگا پس اس طرح وعدہ الھیہ میں وقت اور سبب مبہم ہے تو اس میں پریشانی ہونا منافی توکل نہیں اعتقاد تو یقیناً یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے مگر وقت اور سبب نہ معلوم ہونیکی وجہ سے طبعی پریشانی ہوتی ہے تو اس میں دو درجے ہیں اعتقادی اور ایک طبعی جس طرح ہر مسلمان کے قلب میں حق تعالیٰ کی خشیت ضرور ہے مگر اس میں بھی وہی تقسیم ہے یعنی ایک خشیت اعتقادیہ ایک خشیت طبعیہ اسی طرح کوئی شخص مومن نماز پڑھتا ہے اور اس میں کسل ہوتا ہے تو یہ کسل اعتقادی نہیں کسل طبعی ہے اگر کسل اعتقادی ہوتا تو پڑھتا ہی کیوں تو امور طبعیہ سے اپنی بد حالی کا گمان کر کے پریشان نہ ہونا چاہیئے اور ان اصول کے استحضار کے بعد بھی اگر پریشانی ہو تو یہ جہل ہے یا کید نفس ہے اسکو علم صحیح میں قید کرنا چاہیئے اور حضرت اگر یہ موانع طبعیہ مانع نہ ہوں تو پھر عبادت میں اجر ہی کس بات کا ہو ناواقف ان موانع کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ موانع حکمت کے لئے پیدا ہوتے ہیں ازالہ کے واسطے پیدا نہیں کئے گئے ہاں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً انسان کے اندر طاعات سے ایک بڑا مانع شہوت ہے مگر اسکی حکمت کو مولانا فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است ۔ کہ ازو حمام تقویٰ روشن است

یعنی اس شہوت سے تقوے کا حمام گرم ہوتا ہے روشن ہوتا ہے اس طرح دنیا کی شہوت اور رغبت سے داعیہ معصیت کا پیدا ہوا ادھر عقل اور دین کی قوت سے اس کی مقاومت کی بس ملکر درویشی ہوگئی ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اس نے کہا تیرا میاں میرا میاں سب ملکر فوج ہوگئی مگر لوگوں نے درویشی کو کم فہمی کے سبب مصیبت بنا دیا تھا مقاصد یعنی اعمال کو غیر مقاصد اور غیر مقاصد یعنی کیفیات طبعیہ مثلاً زوال داعیہ شہوت وغضب کو مقاصد سمجھ لیا شریعت کی حقیقت اصلیہ یعنی رسوخ اعمال اگر حاصل ہو جائے بس یہ ہی درویشی ہے اسی کی تدابیر کو طریقت کہتے ہیں۔

سنت کی تعریف اور اسکی وضاحت

(ملفوظ ۴۴۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سنت کہتے ہیں عادت غالبہ کو تو حضور ﷺ کی جو عادت غالب ہے اسکو سنت کہا جاتا ہے ورنہ ہر منقول سنت نہیں اباحتہ ہوگی پھر غلبہ خواہ حقیقیہ ہو یعنی کثرت صدور اور خواہ حکمیہ ہو یعنی اگر موانع نہ ہوتے تو کثرت صدور ہوتا جیسے تراویح کہ حضور نے اس پر دوام نہیں فرمایا مگر خود آپ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر افتراض کا اندیشہ نہ ہوتا تو دوام فرماتے۔

مشائخ چشت کی سادگی اور حضرت کا طرز عمل

(ملفوظ ۴۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح کو بھی اپنے کو اصلاح سے مستغنی و مستثنیٰ نہ سمجھنا چاہیئے اپنی نگرانی بھی کیا کرے کہ غلطی کا احتمال اسکے افعال میں بھی ہے گو طالب کو حق نہیں اس پر اعتراض کرنیکا لہذا طالب اعتراض نہ کرے چنانچہ الحمدللہ مجھ کو اپنے طرز اصلاح پر ناز نہیں ممکن ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں ہوتی ہوں لیکن طالب کو یہی احتمال رکھنا چاہیئے کہ میرا غصہ موقع پر ہوتا ہے۔ گو یقین نہ ہو میری اس صفائی سے کہ نہ اپنی براءت کا دعویٰ نہ طالب کو اعتراض کی اجازت یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں الحمد اللہ متکبر ہوں اور نہ متواضع اور یہ بے تکلفی فیض ہے مشائخ چشتیہ کا ان حضرات میں نہایت سادگی ہے حتیٰ کہ انہوں نے کسی مصلحت سے بھی کبھی ظاہری تصنع گوارا نہیں کیا چنانچہ نقشبندیہ حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ کو تجمل (شان) سے رہنا چاہیئے تا کہ مستفیدین پر ہیبت رہے اور ہیبت کے سبب کامل اتباع کریں اور ہمارے حضرات چشتیہ فرماتے ہیں کہ اپنے کو فنا کر دو مٹادو اگر رعب اور ہیبت نہ ہوگا تو ہم کوئی ٹھیکیدار نہیں اگر محبت ہے تو سب کچھ ہے اتباع کامل بھی ہوگا ورنہ نہ سب بیکار۔

سماع کے بارے میں مذاہب

(ملفوظ ۴۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محدثین کا تو مذہب ہے کہ وہ بلا مزامیر کے سماع کو جائز سمجھتے ہیں اور جمہور صوفیہ کا بھی یہی مزہب ہے فقہا اکثر نفس سماع سے بھی منع کرتے ہیں اور صوفیہ میں بہت شاذ بعض آلات کی بھی اجازت دیتے ہیں مگر خاص شرائط پر سب کا اتفاق ہے۔

نور نہیں بلکہ نار ہے

(ملفوظ ۴۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باطن میں جو نور مدرک ہو مگر وہ غیر مشروع کی طرف لیجائے وہ نور نہیں نار ہے اور وہ نار عشق بھی نہ کہلائیگی بلکہ نار جہنم ہے اس ہی لئے ضرورت ہے کہ جو شیخ محدث بھی ہو فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو اسکی صحبت اور اتباع اختیار کرنا چاہئے ورنہ غلطی کا سخت اندیشہ ہے یہ بڑا ہی نازک راستہ ہے قدم قدم پر خطرات ہیں۔

تقویٰ سے علوم میں ترقی

(ملفوظ ۴۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جوب میں فرمایا کہ : و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب رزقہ میں علوم بھی داخل ہیں تقویٰ سے ان میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

غیر مقلدین اور بدگمانی

(ملفوظ ۴۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اجتہادیہ میں بزرگان سلف سے بھی بعض فرد گذاشتیں ہو سکتی ہیں لیکن انکا اصل مسلک اور قصد اتباع سنت ہی تھا جہلا معترضین خواہ مخواہ انکو متہم کرتے ہیں اور یہ مرض بدگمانی کا زیادہ تر گستاخ غیر مقلدین میں ہے انکا ہر وقت یہ ہی مشغلہ ہے۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

برکت کی حقیقت:

(ملفوظ ۴۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ برکت کے معنی یہ نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تدابیر کی بھی ضرورت نہیں رہتی مثلاً کسی وظیفہ سے بلا نکاح اولاد ہو جاوے برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تدبیر میں زیادہ اثر ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص نکاح کرے اولاد کے واسطے تو نکاح کے بعد اگر وظیفہ پڑھے تو اس سے نکاح میں زیادہ اثر ہو جاویگا۔

ترک اسباب میں احتیاط لازم ہے

(ملفوظ ۴۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ حالت جوش میں ترک اسباب کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے جس کے زوال کے بعد اندیشہ پریشانی کا ہے اسی واسطے بزرگوں نے منع کیا ہے اس میں جلدی نہ کرنی چاہیئے کیا معلوم کہ وہ حالت راسخہ ہے یا نہیں الہ آباد میں ایک شخص تھے وہ اپنی ملک سے کتابیں نکالنا چاہتے تھے ان حضرت کو میں نے منع کیا اس وقت ان پر ایک حالت تھی جو چند روز میں فرد ہوگئی اس وقت وہ میری رائے کے ممنون ہوئے۔ ایسی حالت کا کیا اعتبار خود مجھ پر ایک حالت آئی جس میں موت کو ترجیح دیتا تھا زندگی پر جسکا سبب ایک اور بزرگ کی تعلیم پر عمل تھا میں نے حضرت کو لکھا حضرت کا جواب آیا کہ جب تک یہ خادم تمہارا زندہ ہے کیوں کسی طرف توجہ کرتے ہو اطمینان سے کام میں لگے رہو۔

گہنگاروں پر رحم چاہیئے

(ملفوظ ۴۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد اللہ مجھ کو گنہگاروں پر بجائے تحقیر کے رحم آتا ہے جیسے بیمار پر رحم آتا ہے۔

بیٹے کے سامنے باپ کی عزت کرنا

(ملفوظ ۴۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ اگر باپ بیٹے دونوں ساتھ ملنے

آئیں تو باپ کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کرتا جس سے بیٹے کی نظر میں اسکی سبکی ہو میں ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتا ہوں۔

نفع کا مدار شیخ کی بشاشت پر ہے

(ملفوظ ۴۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب کو اسکا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ شیخ کو اس کے کسی قول یا فعل سے گرانی نہ ہو ورنہ محروم رہیگا کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار زیادہ تر مناسبت اور بشاشت پر ہے۔

یہاں دلجوئی نہیں دلشوئی ہے

(ملفوظ ۴۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آنیوالوں کی دلشوئی (قلب کو دھونا) کرتا ہوں اور دوسرے مشائخ دلجوئی کرتے ہیں جسکو دلشوئی مقصود ہو وہ میرے پاس آئے ورنہ اور کہیں جائے بہت پیر ہیں اور کسی کا یہ وہم کہ دوسری جگہ نفع نہ ہوگا محض باطل ہے یہ تو حضرت انبیاء علیہم السلام ہی کی شان ہے ان سے بھاگ کر کہاں جاوے البتہ اگر خدانخواستہ کوئی اور جگہ نہ ہوتی تو میں اپنا طرز بدل دیتا اب مجھ سے بہتر کام کرنے والے موجود ہیں وہاں جاسکتے ہیں۔

کامیابی تعلیم شیخ پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تو مطلق تعلق بھی اہل اللہ کے ساتھ مفید ہے مگر اصل چیز فائدہ کی انکی تعلیم کا اتباع ہے عادت اللہ بھی ہے کہ صحیح تعلیم ہی پر عمل کرنے سے کامیابی ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ کسی کے عقیدہ پر بدون مجاہدہ ثمرہ مرتب فرمادیں اس میں کس کا کیا دخل مگر لوگ خود ثمرہ ہی کے طالب نہیں اس لئے اسکے طرق سے گھبراتے ہیں اور وہ ثمرہ حسب عادت اللہ بغیر اس طریق کے حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے مجھ کو ان طرق کا اہتمام ہے یہ ہے وجہ اختلاف کی مجھ میں اور عام طالبین میں۔ اب یہ دیکھ کر میں ہی اپنا طرز بدلدونگا اور احتساب کی صورت ہی چھوڑ دونگا اگر کسی کو وہ ثمرہ ہی مقصود نہ ہو تو میں فضول کیوں اتنی کنج وکاؤ کروں میرے اس طرز کا دارومدار اس ثمرہ کے قصد پر ہے اگر اس ثمرہ سے قطع نظر کر لی جاوے پھر کچھ بھی نہیں الحمدللہ فطری طور پر میرا مزاج سخت نہیں میں جب چاہونگا اس طرز احتساب کو چھوڑ دونگا میں تو اپنے اس طرز کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میری بد اخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے یعنی شفقت سے چاہتا ہوں کہ طالب کو وہ ثمر حاصل ہو یہ شفقت ظاہر ہے کہ خوش خلقی ہے جب وہ اسکی بیقدری کرتا ہے اسوقت ناگواری ہوتی ہے اس ناگواری کا اظہار بدخلقی ہے، تو بدخلقی کا منشا خوش خلقی ہوئی اخیر بات یہ ہے کہ جسکو یہ طرز پسند نہ

ہو وہ آئے کیوں میں نے کس کو دعوت نہیں دی کوئی اشتہار نہیں دیا اس پر بھی اگر آتے ہیں تو جو ہمارا مسلک اور طرز ہے اسکا اتباع کرو یہاں آنیوالوں کو اسکا استحضار کر کے آنا چاہیئے ۔

یا مکن باپیلبا نان دوستی، یا بنا کن خانہ برانداز پیل ،

یا مکش برچہرہ نیل عاشقی، یا فرد شو جامئہ تقویٰ بہ نیل،

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی مت کرو یا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے یا تو عاشقی کا رنگ اپنے اندر مت پیدا کرو یا پھر تقویٰ (ظاہری) کو خیر باد کہو ۱۲۔)

یہاں تو جیسے معاصی پر روک ٹوک ہوتی ہے ویسے ہی بدتہذیبی پر بھی ہوتی ہے اس حالت میں ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو (جسکا دل چاہے آوے اور جسکا دل چاہے جاوے)

۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

حضرت کا طریق اصلاح اور تجدید تصوف

(ملفوظ ۴۶۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھکو تو تمہاری ان نالائق حرکتوں سے اذیت ہوتی ہے جسکو میں تو یہ سمجھکر برداشت کر سکتا ہوں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اصلاح کے لئے اذیتیں سہتے تھے ہم تو کیا چیز ہیں ہماری ہستی اور وجود ہی کیا ہے سو میں تو اپنے دل کو اس طرح سمجھا سکتا ہوں لیکن اس میں آپ لوگوں کا تو ضرر ہے اسکے متعلق آپ نے کیا تسلی سوچی ہے اگر آپ ایذا نہ دیتے اور یہاں بیٹھتے تو مفید مفید باتیں سنتے ان سے نفع ہوتا جو اصل مقصود ہے مجانست و مصاحبت سے رہا برکت کا خیال اور مجالست سے اسکا قصد سو اگر خواجہ معین الدین قطب الدین بختیار کاکی بابا فرید گنج شکر یہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اتنی برکت نہ ہوگی ۔ جتنی قرآن شریف سے برکت ہوگی اور میں بیچارہ تو کس شمار میں ہوں اس لئے کہ آدمی تو گوشت اور پوست اور قاذورات کا مجموعہ ہے قرآن شریف تو نور ہی نور بلکہ نور علی نور ہے سو ایک قرآن مجید آٹھ آنہ بارہ آنہ میں خرید لو برکت حاصل ہو جاوے گی سو برکت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے لوگوں کو اسکا اہتمام نہیں اور مجھ کو اسکا اہتمام ہے یہ حاصل ہے میرے اور عام لوگوں کے اختلاف کا مگر اس تجربہ کے بعد اب میں بھی اس طرز کو غالباً چھوڑ دوں کیونکہ جب کوئی نفع نہیں تو کیوں خود اذیتیں اٹھاؤں اور کیوں دوسروں کو تکلیف پہنچاؤں اور لوگوں کے عدم اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ اسکی اہمیت انکی نظر میں نہیں چنانچہ لوگ عالم بننا چاہتے ہیں بزرگ بننا چاہتے ہیں مگر انسان بننا کوئی نہیں چاہتا مٹنا اور فنا ہونا کوئی نہیں چاہتا ارے بندہ خدا کیوں اس طریق کو بھی بدنام کرتے ہو مدتوں کے

بعد طریق زندہ ہوا ہے کیا پھر یہ چاہتے ہو کہ یہ مٹ جائے اور گم ہو جائے اور عوام کی شکایت ہی کیا اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ اصلاح کی فکر نہیں جنکی بدولت علم کی جگہ جہل ہو گیا بزرگی کی جگہ فسق ہو گیا اور مدارس میں جا کر دیکھ لو کہ طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے نہ حدود ہیں نہ انسانیت اور آدمیت ہے کہتے ہیں کہ مولوی ہو کر سب درست ہو جائینگے ارے نادانو! اور بگڑ جائیں گے اسوقت تو دوسروں کے ماتحت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ مختار ہو کر کیا امید ہے اس وقت تو کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکے گا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپ نے مسئلہ کے خلاف کیا درست ہونے کا تو یہی وقت ہے مگر ان باتوں کی طرف مطلق لوگوں کو خیال نہیں اور طلباء بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر انکے بڑونکی یہی حالت ہے ایک شخص لکھے پڑھے ممتاز لوگوں میں سے یہاں پر معافی چاہنے کے لئے آئے میرے متعلق انہوں نے ایک تحریر میں تہذیب کے خلاف الفاظ قلمبند فرمائے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ معافی سے مقصود کیا ہے آیا عدم مواخذہ آخرت یا کچھ اور کہا کہ جی ہاں میں نے کہا اس درجے میں معاف ہے آپ سے نہ دنیا میں انتقام لیا جائے گا نہ آخرت میں بالکل بے فکر رہیئے عفو بامعنی عدم الانتقام حاصل ہو گیا رہا رنج وہ اس معافی سے زائل نہیں ہوا مجھ کو آپ سے رنج تھا اور ہے اور رہے گا مجھ کو انقباض تھا اور ہے اور رہے گا مجھکو شکایت تھی اور ہے اور رہے گی اس پر کہا کہ اسکا کوئی حرج نہیں دیکھئے یہ محبت ہے نہ معلوم پھر دعوی ہی کیوں کرتے ہیں محبت کا اور کس بنا پر معافی چاہنے آئے تھے یہ حالت تو انکی ہے جو اصلاح شدہ اور سنورے ہوئے کہلاتے ہیں معلوم نہیں ان کے بگڑے ہوئے کیا کچھ ہونگے اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہوگی افسوس ہوتا ہے اب اپنے بزرگوں کا رنگ ہی نظر نہیں آتا اللہ تعالی رحم فرمائیں۔

سلاطین کے اہل اللہ سے مشورہ لینا

(ملفوظ ۴۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے سلاطین حضرات اہل اللہ سے مشورہ لیتے تھے کیونکہ ان حضرات کے قلوب نورانی ہوتے ہیں اس لئے ان کو زیادہ تجربوں کی ضرورت نہیں اسی نورانیت سے سیاست اور ملکی امور میں ان کا مشورہ مفید ہوتا تھا اور اب تو بجائے مشورہ کے کلیہ طے کر لیا گیا ہے کہ یہ لوگ جو کہیں ان کے خلاف کرنا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ان سے تعلق ہوا اور نکمے ہوئے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی سے تعلق پیدا ہوا اور بیکار ہوئے۔ نعوذ باللہ انا للہ وانا الیہ راجعون. معلوم بھی ہے کہ بدون تعلق مع اللہ کسی چیز میں اور کسی کام میں بھی خیر و برکت نہ ہوگی لگالو ایڑھی چوٹی تک کا زور تجربہ کر کے دیکھ لیا اور دیکھ لو کہ اس کے ترک

سے تمام راستے فلاح اور بہبود کے چہار طرف سے بند نظر آتے ہیں خیر کا نام و نشان نہیں ایسوں ہی کی بدولت نحوست مسلمانوں کے گلوگیر ہو رہی ہے۔

دوسروں کی فکر وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو

(ملفوظ ۴۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کا مقصود حضرت حق ہوں اس کو فضول خرافات اور قصوں جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو ان ہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں دوسروں کی فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

حضرت حاجی صاحب کی اپنے بارے میں ایک مثال

(ملفوظ ۴۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھکو اپنا ہمرنگ سمجھتا ہے مگر میں سب رنگوں سے علیحدہ ہوں اور اس پر وہ ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر جس رنگ کے شیشہ میں بھر دو اس کا ہم رنگ نظر آتا ہے اور فروع اختلافیہ اجتہادیہ کے باب میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اپنی تحقیق ہے دنیا مقصود نہ ہو ترفع مقصود نہ ہو لڑو جھگڑو نہیں نیت اچھی ہو اخلاص ہو کیسا حکمیانہ فیصلہ ہے۔

حقیقی ادب کیا ہے؟

(ملفوظ ۴۶۵) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق کا مدار زیادہ تر ادب پر ہے۔ ریاضت نہ ہو مجاہدہ نہ ہو مگر کم از کم ادب تو ہو اور ادب تعظیم و تکریم دست بوسی جھک کر سلام کرنے اور پچھلے پیروں ہٹنے کا نام نہیں ہے ادب حقیقی یہ ہے کہ اپنے سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تکلیف نہ پہنچے۔

قرآن میں عورتوں کی صفات

(ملفوظ ۴۶۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیہودہ ہیں جو عورتوں کے لئے عرفی ترقی کو کمال سمجھتے ہیں حق تعالیٰ نے تو عورتوں کی صفات بیان کی ہیں فرماتے ہیں۔ ان اَلَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ اس میں غافلات کو مدح میں فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے اسکا تعلق نہیں اسکی خبر بھی نہ ہونا چاہیئے چنانچہ محصنات عفیفات کو غیر مردوں کا خطرہ بھی ذہن میں نہیں آتا اسی باب میں ان کا یہ مذہب ہوتا ہے۔

دلا را مے کہ داری دل درو بند، دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند،

(جو محبوب حاصل ہے اسی سے دل لگاؤ سارے عالم کی طرف سے آنکھیں بند کرلو ۱۲ ع)

پس اصلی زیور عورت کا عفت ہے خواہ سلیقہ میں کچھ کمی ہی ہو اسی کو فرماتے ہیں: فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللّٰہ فیہ خیرا کثیرا۔
اکثر پھوڑ عورتوں میں ایک ایسی خوبی ہوتی ہے جو بعض اوقات عاقلہ اور عالمہ میں بھی نہیں ہوتی اور وہ عفیف ہوتا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کفار سے مرعوبیت

(ملفوظ ۴۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ان جدید تعلیم یافتوں کو ہندوں کی اور انگریزوں کی تجویزیں تو پسند انکے تو دل سے معتقد اور مقلد اور حضور ﷺ کے احکام کی وقعت نہیں محض کور مغز بدفہم اور خود انکے یہ امام یعنی انگریز وغیرہ لاکھوں تجربوں ومشاہدات کی بناء پر احکام اسلام کے قائل ہوتے جاتے ہیں یورپ میں ایک بہت بڑا فلاسفر وضو کے حکم اور اسرار بیان کر کے کہتا ہے کہ قربان جایئے اس نبی کے جس نے اپنی امت کو ایسی چیز کی تعلیم کی۔

۴ اصفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

شریعت وطریقت کے اتحاد کا مطلب

(ملفوظ ۴۶۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شریعت طریقت کے اتحاد سے یہ مراد نہیں کہ دونوں من کل الوجوہ عین ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں تضاد و تنافی نہیں جیسے مثلاً ایک صلوۃ ہے ایک زکوۃ ہے ان کے مسائل بھی الگ الگ ہیں ان میں اتحاد بمعنی عینیت نہیں مگر تنافی اور تضاد بھی نہیں کہ کتاب الصلوۃ میں جس چیز کو حلال کہا کتاب الزکوۃ میں اس کو حرام کہا ہو۔

دوسروں کے معاملات میں دخل نہ دینا

(ملفوظ ۴۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو دوسروں کے معاملات میں پڑنے سے طبعی نفرت ہے اور تو کوئی کیا ہوگا بھائی اکبر علی مرحوم سے زیادہ تعلق دنیا کے اعتبار سے اور کس کے ساتھ ہوسکتا تھا اس لئے کہ حقیقی بھائی تھے مگر میں ان کے معاملات میں بھی کسی قسم کا دخیل نہیں ہوا انکی لڑکیوں کے رشتوں کے متعلق میرے پاس خطوط آتے تھے میں جواب میں لکھ دیتا تھا کہ مجھ کو ان قصوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ شعر لکھ دیتا تھا

ماہیچ ندار یم غم ہیچ نداریم، دستار نداریم غم پیچ نداریم،
(ہمارے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمکو کسی چیز کی فکر بھی نہیں نہ پگڑی ہے نہ اوسکو باندھنے کی فکر ۱۲)

عورت کو مرد سے مشورہ کرنا ضروری ہے

(ملفوظ ۴۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو بدون مشورہ مرد کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے یہ حدیث نسائی میں ہے کہ اگر عورت اپنا مال بھی صرف کرے وہ بھی بدون اجازت زوج کے نہ کرے۔

آج کل کی تعلیم کا اثر

(ملفوظ ۴۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کی تعلیم اور تہذیب کا یہ اثر ہے کہ امریکہ میں ایسے تعلیم یافتہ لوگ اہل تمول کے بچوں لڑکوں کو پکڑ کر چھپا دیتے ہیں اور گمنام اطلاع کر دیتے ہیں کہ اتنا ہزار روپیہ فلاں جگہ رکھ دو بچوں کو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ ضائع کر دیا جائے گا۔ حضرت کوئی ترقی جب تک کہ وحی کے ماتحت نہ ہو پر امن نہیں ہو سکتی۔

رزق میں تدبیر کامل طور پر موثر نہیں

(ملفوظ ۴۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بین ظاہر طور پر ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے کہ رزق میں کوئی تدبیر کافی موثر نہیں ایک ہی تدبیر دو شخص کرتے ہیں ایک کامیاب ہوتا ہے دوسرا ناکام ایک ہی سامان کی دو دو دکانیں پاس پاس ہیں ایک چلتی ہے دوسری نہیں چلتی پس نہ اسکے ہونے پر ناز چاہیئے اور نہ اسکے نہ ہونے پر مایوس ہونا چاہیئے فقہا نے اس راز کو خوب سمجھا ہے افلاس کی حالت میں افلاس کا حکم نہیں کیا کما ذکروہ فی باب الحجر بالدین اور غنا کی حالت میں غنی کو رزق قاضی نہ لینے کی اجازت نہیں دی اور تصریح فرمائی ہے کہ اگر قاضی کو مالی وسعت ہو اور بیت المال سے کچھ ملے تو لے لے انکار نہ کرے اس لئے کہ بعد میں اگر قاضی کا تقرر ہوگا اور اس میں وسعت نہ ہوئی تو پھر بند ہونے کے بعد کھلنا مشکل ہوتا ہے، نیز اس وسعت والے ہی کا وسعت پر کیا اختیار ہے اگر وسعت نہ رہی تو پھر مشکل پڑے گی۔

صوفی کا سب سے بڑا کمال

(ملفوظ ۴۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقویٰ کو مگر محققین سب سے بڑا کمال اسکو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر رکھے۔

تحریکات حاضرہ میں ظلمت

(ملفوظ ۴۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ان نئی چیزوں میں اکثر میں نور نہیں

بلکہ ظلمت محسوس ہوتی ہے اب یہ تحریکات حاضرہ ہی ہیں ان کے سوچنے سے قلب پر ظلمت اور کدورت معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ یہی ہے کہ اصول اسلام اور احکام اسلام پر اسکی بنیاد نہیں اس لئے اس میں ظلمت ہے۔

خلوص کے لئے اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنا ضروری ہیں۔

(ملفوظ ۴۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہو کہ جن میں باطنی کیفیت نہیں انکی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں خلوص جسکا نام ہے وہ بدون اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

آجکل کے تعلیم یافتہ

(ملفوظ ۴۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے تعلیم یافتہ محض نام کے ہوتے ہیں قابلیت خاک بھی پیدا نہیں ہوتی سمجھتے تک بھی نہیں ایک مقام پر مولانا انور شاہ صاحب کا بیان ہوا کم لیاقت لوگوں کی سمجھ میں تو آیا نہیں اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس بیان سے نفع ہی کیا ہوا جب سامعین سمجھے ہی نہیں میں نے سنکر اپنے ایک بیان میں کہا کہ شاہ صاحب کے بیان سے سننے والوں کو اپنے جہل کا تو علم ہو گیا اور لیاقت و ذہانت کا دعویٰ تو فنا ہو گیا یہ کیا نفع نہیں۔

صحابہ کرام کی فضیلت

(ملفوظ ۴۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کا یہ ایک عمل کہ ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اتنا بڑا ہے کہ تمام اقطاب ابدال اتقیاء عباد کے اعمال ایک طرف اور ان کا یہ عمل ایک طرف۔

بعض جگہ سختی کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۴۷۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں پہلے سے نرمی کا برتاؤ کر رہا تھا ایک نہ سنی اب سختی کی گئی تو آنکھیں کھل گئیں اب جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اس منظر کو دیکھ کر فیصلہ دیں میں کیا کروں سختی ہی سے لوگ مانتے ہیں نرمی سے مانتے ہی نہیں مگر اگر اب بھی اعتراض ہے تو میں کسی کو بلانے نہیں جاتا لوگ خود آتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں نہ آئیں اگر میرا طرز پسند نہیں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ بیوفا سہی،
جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

تجدید بیعت سے متعلق ایک سوال کا جواب

(ملفوظ ۴۷۹) تجدید بیعت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر شیخ سابق متبع سنت تھے تب تو ان کی بیعت مع اپنی برکت کے ویسی ہی باقی ہے پھر ضرورت نہیں تجدید بیعت کی اور اگر متبع سنت نہ تھے تو وہ بیعت ہی صحیح نہیں ہوئی اب جہاں چاہے اور جس سے چاہے بیعت کر لی جائے مگر اس کی ساتھ ہی شیخ سابق کے متعلق اسکا لحاظ رہے۔ واھجرھم ھجرا جمیلا یعنی ہجر تو ہو مگر جمیل یعنی شیخ سابق کی بیعت فسخ کرنے کے بعد بھی اسکی گستاخی نہ کرے اس تجدید میں میرا یہ بھی معمول ہے کہ میں گستاخی کو منع کر دیتا ہوں

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

دوسروں کے کہنے پر کسی سے شکایت نہ ہونا

(ملفوظ ۴۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو جو کسی سے شکایت پیدا ہوتی ہے وہ اپنی تحقیق سے ہوتی ہے کسی کے اثر سے نہیں ہوتی بعض لوگ احباب میں سے دوسروں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے اس معاملہ سے یہ فاسد غرض ہے مگر الحمد اللہ میں کبھی اس سے اثر نہیں لیتا حسن ظن اسقدر عطا ہوا ہے کہ روایت سے کبھی سوء ظن ہوتا ہی نہیں یہ بھی میرا ایک معمول ہے۔

آجکل کے مصنف

(ملفوظ ۴۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت میں ایک قائد غیر مسلم کی مدح لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھی بھیجی میں نے لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح کی گئی ہو آجکل ہر شخص مصنف بن بیٹھا ہے آزادی کا زمانہ ہے مگر میں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور یہ ایک ضروری چیز ہے کہ حقیقت ظاہر ہونا چاہیئے پھر خواہ کوئی اسطرف جائے خواہ اسطرف انا ھدینہ السبیل اما شاکرا وامّا کفورا دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں البتہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں کہنے کی بھی ضرورت نہیں اور اگر تبلیغ نہیں ہوئی تو کہنا واجب ہے اور تبلیغ وہاں کرنی چاہیئے اب یہ صاحب یہاں پر آتے ہیں اس میرے لکھ دینے پر لکھا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا لکھا گیا ہے۔

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

مہر کم کرنے کا مطلب

(ملفوظ ۴۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہر کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام

برادری جمع ہو کر اس کو کم کردے ورنہ مقدار متعارف لڑکی کا حق ہے ولی کم کے اسکا نقصان کرتا ہے جسکا اسکو حق نہیں عرض کیا کہ یہ سنا ہے کہ تیس روپیہ سے کم مہر نہ ہو فرمایا کہ غلط ہے دس درہم سے کم نہ ہو میں نے حساب لگایا تھا ایک درہم چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے تو دس درہم قریب پونے تین روپیہ کے ہوتے ہیں اس سے کم مہر نہ ہونا چاہئے۔

اپنے عیب نظر نہ آنا بہت بڑا عیب ہے۔

(ملفوظ ۴۸۳) ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اصلاح چاہتے تھے میں نے لکھا کہ تم ان عیوب کو بیان کرو میں اصلاح کا طریقہ بتادونگا لکھا کہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میرے اندر کیا عیب ہے میں نے لکھا کہ تبلیغ دین کا مطالعہ کرو آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ تبلیغ دین کو پڑھا چند عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے فرمایا کہ جب طلب ہوتی ہے راہ نکل ہی آتی ہے اور انہوں نے تو یہ ہی لکھا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص نے تو یہ لکھا تھا کہ میرے اندر کوئی عیب ہی نہیں ارے بندہ خدا یہ ہی کیا تھوڑا عیب ہے کہ اپنے اندر کوئی عیب ہی نہیں بتلاتا اگر حقیقت معلوم ہو جائے تو یہ کہنے لگے کہ میں سر تا پا عیوب ہی میں غرقاب ہوں حقیقت سے بے خبری ہے جس وجہ سے اپنے کو عیوب سے پاک ہونیکا خیال ہے میں نے جواب میں لکھا کہ جب کوئی عیب ہی نہیں تو بالکل بےفکر رہو اصلاح ہی کی ضرورت نہیں۔

اختیاری اور غیر اختیاری کا فرق

(ملفوظ ۴۸۴) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایک شخص مقصود میں مشغول ہے مگر غیر مقصود کی طرف مشغولی کا خیال آتا ہے تو کیا یہ مذموم ہے فرمایا کہ اگر وہ غیر اختیاری ہے تو کچھ مذموم نہیں محمود اور مذموم ہونے کا مدار اختیاری اور غیر اختیاری ہونے پر ہے اگر غیر اختیاری ہے تو مذموم نہیں اور اگر اختیاری ہے تو مذموم ہے

بیعت میں جلدی نہ کرنے کی نصیحت

(ملفوظ ۴۸۵) ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی دریافت فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو کچھ لکھے پڑھے بھی ہو یا نہیں عرض کیا کہ کتابیں دیکھتا ہوں فرمایا کہ کتاب دیکھنے کو میں نہیں کہہ رہا ہوں جو سوال ہے اسکا جواب دینا چاہیئے خیر اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لکھ پڑھ لیتے ہو اچھا اس کے متعلق خط و کتابت وطن سے کرنا خط و کتابت سے آپ کے خاص حالات معلوم ہونگے ان حالات پر خاص تعلیم ہو گئی اس پر عمل کر کے دیکھنا کہ پہلے حالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں اس کے بعد اگر بیعت کی

درخواست کیجائے تو مضائقہ نہیں جلدی کرنے میں کبھی دھوکہ ہو جاتا ہے۔

اہل تدین میں بدعت کا سبب دو چیزیں ہیں

(ملفوظ ۴۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل تدین میں بدعت شدت محبت اور قلت فہم سے پیدا ہوتی تھی پہلے جو بدعتی ہوئے تھے وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے مگر محبت کی زیادتی اور فہم کی کمی سے بدعت میں مبتلا ہو جاتے تھے جس سے انکی نیت کا اچھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

بازار میں تجارت کے لئے احکام فقہ سے واقف ہونا

(ملفوظ ۴۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل سیاست سیاست گاتے پھرتے ہیں کیا آجکل کی سیاست ہے اس کا بھی نور فہم ہی سے تعلق ہے اور یہ بدون وحی کے اتباع کے میسر نہیں ہو سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب تجویز فرمائی آجکل کے تمام مدبریں اور عقلا سر رگڑ کر مر جائیں وہ ذہن میں آ ہی نہیں سکتی یعنی یہ حکم دیا تھا کہ بازار میں صرف وہ لوگ تجارت کریں جو احکام فقہیہ سے واقف ہوں اس تجویز سے تمام لوگ مسائل سے واقف ہو سکتے ہیں انہوں نے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا تمدن بھی کوئی ان ہی حضرات سے سیکھ لے۔

بزرگوں کی غلطی پکڑنا پکڑنا

(ملفوظ ۴۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا غلطی تو اپنے بزرگوں کی بھی پکڑنا چاہیئے مگر ادب کیساتھ ہو اور یہ فہیم ہی آدمی کر سکتا ہے۔

آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے

(ملفوظ ۴۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں بہت قوت کے ساتھ کہ آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے مراد یہ ہے کہ نفس کسی وقت میں فرشتہ ہے اور کسی وقت میں شیطان۔

نہ دوستی نہ دشمنی

(ملفوظ ۴۹۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص یہاں پر آتا ہے اس سے اول کہدیا جاتا ہے کہ نہ کسی سے دوستی کرو نہ کسی سے دشمنی جو ایسا کرتے ہیں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور جو دوستی وغیرہ میں پھنس جاتے ہیں وہ محروم جاتے ہیں۔

شکستہ خط سے تنفر

(ملفوظ ۴۹۱) ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ نہایت ہی شکستہ لکھا ہے پڑھنے میں بھی تکلف ہوا

ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دو چیزوں سے خاص نفرت ہے ایک شکستہ خط اور ایک غیر مانوس لغات سے یعنی تقریر میں ایسے لغت بولنے سے اور وجہ ظاہر ہے کہ تقریر اور تحریر سمجھانیکے واسطے ہے جب یہ مقصود حاصل نہ ہوتو نتیجہ کیا۔

اہل علم کا شان بے تکلفی اور تواضع

(ملفوظ ۴۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کی شان ہی جدا ہوتی ہے پچھلی شہر میں میرا قیام تھا باہر سے ایک اور عالم آگئے وہ عالم ہمسے عقائد میں اختلاف رکھتے تھے جمعہ کا دن تھا وہ عالم ممبر کے پاس مصلے کے قریب بیٹھے تھے امام ان کے معتقد تھے میں ذرا فاصلہ سے بیٹھا تھا اب جماعت کا وقت آیا امام نے ان صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھایئے مگر لوگوں کا خیال اسکے مخالف تھا کہ میں نماز پڑھاؤں ایک تحصیلدار صاحب کو عوام کے اس خیال کا اطلاع تھی انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں میں نے باآواز بلند کہا کہ مجھ کو امام کی اجازت نہیں یہ میں نے اس لئے کہا کہ امام سنکر شاید اجازت دیدیں کیونکہ وہ عالم غیر مقلد تھے اور وہ ممبر کے قریب پہنچ چکے تھے امام تو کچھ بولے نہیں مگر ان تحصیلدار صاحب نے ایکدم بڑی بے تکلفی سے میری بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھ کو کھڑا کر دیا کہ آپ نماز پڑھائیں میں کھڑا ہو گیا اور یہ خیال کیا کہ اب نماز نہ پڑھانے میں اندیشہ فتنہ کا ہے میں نے خطبہ اور نماز پڑھائی وہ مولوی صاحب بیچارے اپنی جگہ پر جا بیٹھے کلام اسپر تھا کہ علم کی شان ہی اور ہوتی ہے یہ تحصیلدار صاحب عالم تھے اس لئے علمی مناسبت سے بے تکلف بغلوں میں ہاتھ دے کر مجھ کو کھڑا کر دیا اسی طرح شاہجہانپور میں ایک کورٹ انسپکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بظاہر انکی وضع خلاف ثقات تھی مگر انکی طرف میرے دل کو کشش ہوتی تھی میں متعجب تھا کہ کیوں کشش ہوتی ہے معلوم ہوا کہ عالم ہیں کتنا ہی بڑا آدمی ہو مگر عالم ہو اس میں بے تکلفی اور تواضع ضرور ہو گی۔

غیر مسلم لیڈر اور مسلمان لیڈر

(ملفوظ ۴۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب آئے تھے نیک نیت آدمی ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ فلاں غیر مسلم قائد میں ایسی کیا بات ہے کہ ہندو سب اسکی اقتدا کرتے ہیں میں نے کہا کہ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اس کے لوگ پہلے سے طالب ہیں یعنی دنیا تو حقیقت میں یہ اسکا اتباع یا اقتدا نہیں اپنی خواہش وغرض کا اتباع اور اقتدا ہے اور اسکا معیار یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے منع کر کے دیکھے تو معلوم ہو جائیگا کہ پھر کون اقتدا اور اتباع کرتا ہے سمجھ گئے

بہت خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بالکل ٹھیک ہے یہ ہی بات ہے سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آئی تھی پھر کہنے لگے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں کہ سب مسلمان اسکی اقتدا کریں میں نے کہا کہ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ کوئی ایسی ہستی نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جماعت میں ایک عالم فاضل موجود مگر لوگ بلا جماعت نماز پڑھ رہے ہیں اب اگر اس عالم فاضل امام سے سوال کیا جائے کہ یہ تمہارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو وہ یہی کہے گا کہ مجھ کو کیا معلوم یہ تو نماز نہ پڑھنے والوں سے سوال کیا جاوے کہ یہ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر مسلمانوں میں کوئی اہل نہیں تو وہ کمی کی بات تحقیق کر کے بتلائی جاوے تا کہ کوئی اسکو اپنے اندر پیدا کرے بشرطیکہ پیدا کرنے کی ہو اور اگر ایسے اہل ہیں تو پھر مسلمانوں سے پوچھئے کہ اسکی اقتدا کیوں نہیں کرتے اس پر خاموش ہو گئے

ایک صاحب کے مشورہ مانگنے پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۴۹۴) ایک بہت طویل خط آیا جس میں کسی معاملہ میں مشورہ چاہا تھا اور لکھا تھا کہ اپنے قلب سے مشورہ فرما کر لکھیں جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرا اور قلب کا یہی مشورہ ٹھہرا ہے کہ دعاء کی جاوے سو دل سے دعا کرتا ہوں کہ جو مصلحت ہو آپ کے قلب میں آ جاوے۔

کام اصول اور ضابطے سے ہونے چاہیئے

(ملفوظ ۴۹۵) ایک صاحب نے دستی استفتاء پیش کیا دریافت فرمایا کہ جواب کی کب ضرورت ہے عرض کیا کہ ابھی لکھ دیجئے فرمایا کہ اتنی جلدی تو یہ کام نہیں ہو سکتا بعض اوقات کتاب دیکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے بعض مرتبہ تلاش میں دیر لگ جاتی ہے تلاش سے تو میں نہیں گھبراتا کیونکہ ایک مسلمان کی خدمت ہے مگر تلاش کے لئے کچھ وقت کی بھی تو ضرورت ہے عرض کیا کہ بہت اچھا فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارے پاس کسطرح پہنچا جائے گا عرض کیا کہ میں خود آ کر لیجاؤنگا فرمایا کہ ممکن ہے کہ آج ہی تیار ہو جائے تو اسکو امانت رکھنے کا ایک مستقل کام ہے اور میں کثرت مشاغل سے بھول بھی جاتا ہوں عرض کیا کہ بذریعہ ڈاک روانہ فرما دیں فرمایا کہ ماشاءاللہ یہ بات کہی کام کی بہت اچھا اب یہ کیجئے کہ ایک لفافہ خرید کر اور اپنا پورا پتہ لکھ کر مجھکو دیا جائے جس وقت بھی فتوی تیار ہو جائیگا روانہ کر دونگا اصول سے کام کرنے میں راحت ہی راحت ہے میں کام سے نہیں گھبراتا نہ انکار ہے چاہتا یہ ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو میں آلہ آباد ایک مرتبہ گیا ہوا تھا تعویذوں کی فرمائش ایسے وقت ہوئی کہ وہ عین چلنے کا وقت تھا میں نے کہا اسکی صورت یہ ہے کہ کاغذ قلم دوات اسٹیشن پر ساتھ لیچلو میں ریل میں بیٹھ کر لکھونگا اور جب گاڑی چل دیگی کاغذ قلم دوات واپس کر کے میں بھی چل

دونگا چنانچہ میں بیٹھا ہوا لکھتا رہا جب ریل چلی قلم دوات حوالہ کر کے روانہ ہو گیا تو اصول سے بڑی راحت ملتی ہے آجکل یہ ہی بات نہیں رہی اصول اور ضابطوں سے لوگ گھبراتے ہیں اور میں بے اصولی اور بے قاعدہ باتوں سے گھبراتا ہوں کیونکہ وہ دوسروں کے کام کے ساتھ اپنی بھی کچھ مصلحتیں ہیں آرام بھی ہے کوئی کام بھی ہے کس طرح پابند ہو جاؤں دوسروں کا۔

اہل حاجت کی فوری ضرورت فوراً پوری کرنا

(ملفوظ ۴۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ خلوت کی حفاظت کے لئے کواڑ بند کر کے بیٹھتے ہیں اور میں لڑ بھڑ کر جلوت ہی میں خلوت کی حفاظت کر لیتا ہوں میں اس قسم کی حفاظت کو پسند نہیں کرتا اس لئے کہ بعض اہل حاجت کو فوری ضرورت ہوتی ہے تو اسوقت اسکو نظر آنا چاہیئے فوری حاجت کی مثال یاد آئی ایک مرتبہ غالباً نصف شب کا وقت تھا پڑوس میں ایک مکان سے آواز آئی کراہنے کی برداشت نہ کر سکا اٹھ کر باہر آیا اس مکان کے دروازہ پر پہنچ کر پوچھا معلوم ہوا کسی کے درد زہ ہو رہا ہے مکان پر واپس آ کر تعویز لکھ کر لے گیا سو ضرورت کے وقت تو اگر کوئی آدھی رات بھی آواز دے ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی جان بھی حاضر ہے مگر طریقہ سے لیکن اگر کوئی کام موخر ہو سکتا ہے یا پہلے سے کر سکتا تھا مگر نہیں کیا اسکی رعایت کرنے کو جی نہیں چاہتا باقی ضرورت کے وقت کبھی تساہل نہیں کرتا۔

دوسروں کے پیچھے بالکل نہ چلنا چاہیئے

(ملفوظ ۴۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ بالکل اسکا خیال نہیں کرتے کہ ہمارے کسی کام سے کسی بات سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو ایک شخص کو میں نے بالکل سیدھ میں ہو کر بیٹھ پیچھے چلنے سے منع کیا ممکن ہے کہ آگے چلنے والے کو جوتہ میں کوئی کنکر وغیرہ آ جائے اس کا نکالنے کے لئے یا اور کسی ضرورت سے رکنا پڑے اور پیچھے چلنے والا بے فکری سے چلتا رہے اور اس طرح تصادم ہو جائے اس پر ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب آئے تھے میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا وہ کسی ضرورت سے رکے تو میں ان پر جا پہنچا وہ گرے میں انکے اوپر گرا ان کے چوٹ آئی فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوتا ہے دو صاحب مراد آباد کے یہاں پر آئے تھے جو لوگ یہاں چارپائی بچھا کر طلبا ہوں یا ذاکرین لیٹتے ہوں یہ قاعدہ ہے کہ نماز فجر سے قبل اٹھا لیجاویں ایک شخص نے نہیں اٹھائی میں نے مواخذہ کیا تو ان دو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ بڑی سختی ہے پھر وہ یہاں سے وطن کی واپسی کے ارادہ سے گئے سہارنپور جامع مسجد میں نماز کے لئے گئے

وہاں اطراف میں برآمدے بنے ہیں مغرب کے بعد کسی ضرورت سے وہاں گئے کس قدر اندھیرا ہو گیا تھا اس برآمدہ میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا اس میں یہ ہی معترض صاحب الجھ کر گرے تو کہنے لگے کہ لوگ بڑے نالائق ہیں یہ کوئی وقت تھا پلنگ بچھانیکا دوسرے صاحب نے کہا کہ وہی تھانہ بھون کا واقعہ یاد کرو تب کہا کہ بالکل ٹھیک ہے اب حکمت سمجھ میں آئی جب اپنے اوپر گزری۔

اللہ تعالیٰ کا کاموں میں سہولت پیدا فرمانا

(ملفوظ ۴۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کا ارادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اکثر اس میں سہولت پیدا فرما دیتے ہیں گاڑی نہیں اٹکتی سب کام ہو جاتے ہیں یہ ان کا فضل ہے احسان ہے۔

فضولیات سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول کلام لغو کلام عبث کلام سب ایک ہی ہیں اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے اس استعداد کے ضعیف ہونے کو بعض احادیث میں موت قلب کہا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہو جاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؂

دل زپر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود در عدن

محبت اور عشق کے ساتھ صحبت کامل ضروری ہوتی ہے

(ملفوظ ۵۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری محبت اور عشق سے کام نہیں چلتا جیسے انجن کہ اس میں نری آگ ہونے سے کام نہیں چلتا انجن میں آگ تو رہے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اسکو پیچھے کو نہ لیجائے سیدھا آگے کو لے جائے اسی کے لئے صحبت کامل کی ضرورت ہے وہ اس فن کا ماہر ہوتا ہے مشتبہ مواقع میں حقیقت کو جانتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جس وقت فارس کے خزائن پیش کئے گئے تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا آپ کا ارشاد ہے :زین للناس حب الشھوات الخ. تو ان چیزوں کی محبت فطری ہے اے اللہ ہم اس کا ازالہ نہیں چاہتے اور ان کا یہ قول بڑے عارف ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ فطری ہے تو اس کے پیدا کرنے میں مصلحت ہے تو اس کا ازالہ خلاف حکمت ہوگا اس لئے گو وہ محبت رہے مگر اے اللہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ محبت آپ کی محبت میں معین ہو جاوے کتنے بڑے کام کی بات ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاق رذیلہ امور فطریہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً بخل ہے تو یہ اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر مصرف صحیح میں اس کا استعمال ہو تو محمود بھی ہے مثلاً کسی نے زکوٰۃ

دینے میں بخل کیا تو یہ مذموم ہے اور اگر معصیت کے لئے کسی نے روپیہ مانگا اور اس کو نہ دیا تو یہ بھی لغتہ بخل ہی ہے مگر محمود ہے کیونکہ غیر مصرف میں صرف نہیں کیا۔

۲۶ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

اہل مدرسہ کو توکل کرنا چاہیئے

(ملفوظ ۵۰۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توکل بھی تو تقوی ہی کی ایک فرد ہے اور مثل کلی کے اس جزئی کی مستقل فضیلت بھی آئی ہے چنانچہ جیسے یحب المتقین آیا ہے اسی طرح یحب المتوکلین بھی آیا ہے

یعنی جیسی محبت متقین کے ساتھ ہے ویسی ہی متوکلین کے ساتھ ہے تو اہل مدرسہ جیسے تقوی پر عمل کرتے ہیں ویسے ہی توکل پر عمل ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ غیرت دین کو مصلحت مدرسہ پر غالب رکھنا چاہئے مدرسہ سے بھی تو تحفظ دین ہی مقصود ہے خود فی نفسہ تو مدرسہ مقصود نہیں ہاں مقصود کا معین ہے۔

عقل اور ذہانت میں فرق ہے

(ملفوظ ۵۰۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا ذہن سے عقل کو کوئی واسطہ نہیں فرمایا کہ عقل اور چیز ہے ذہانت اور چیز ہے اور بعضوں کا ذہن چلتا ہے مگر حقیقت کو نہیں پہنچتا یہ کام عقل کا ہے۔

علماء کا اصلاح باطن کی طرف متوجہ نہ ہونا

(ملفوظ ۵۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اس کی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کے لئے کرایا جاتا ہے۔

دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل نہ کرنا

(ملفوظ ۵۰۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے ساتھ صبر تحمل کرنا کمالات میں سے ہے مگر دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل کرنا جب کہ اس سے ان کا دینی ضرر ہو عیوب میں سے ہے اس سے وہ جہل اور غلطی میں مبتلا رہیں گے اور اس غلطی میں مبتلا رہنے سے ان سے کدورت اور انقباض بھی پیدا ہوگا صورت دیکھتے ہی خیال ہوگا کہ پھر ستانے کو آئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ دوستوں سے کبھی تحمل نہ کرے ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دینا ہی دوستی اور موجب بقاء تعلق ہوگا اور یہ امور علم معاملات میں سے ہیں یہ اسرار نہیں البتہ امور مکاشفہ اسرار ہیں اس لئے اگر امور معاملہ کو چھپائے تو خیانت ہے اور امور مکاشفہ کو اگر ساری عمر بھی ظاہر نہ کرے تو کوئی مضرت نہیں ان پر کسی مقصود کا مدار نہیں۔

آیت
وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّ رَحْمَةً
کا ایک نکتہ

(ملفوظ ۵۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیبیوں کے باب میں جو ارشاد: وجعل بینکم مودة و رحمة ہے میں اس کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ دو وقت ہیں ایک تو جوانی کا اس میں تو جوش خروش کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے مودت کا اور جب ڈھل گئے تو اس وقت ہمدردی کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے رحمت کا اور یہ بھی لغۃً محبت ہی کی ایک فرد ہے مگر عرف و محاورہ میں اس کو محبت کہتے نہیں اس کا نام عرف میں ہمدردی رحم مہربانی ہے اور یہ نکتہ اسی محاورہ پر مبنی ہے۔

کثرت مکاتبت کا فائدہ

(ملفوظ ۵۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کثرت مکاتبت کا جو مشورہ دیا کرتا ہوں اس سے یہ مقصود نہیں کہ ولی بنا دیا جاتا ہے بلکہ وہ بڑا ذریعہ ہے مناسبت کا جو شرط اعظم ہے نفع کی۔

بیل اور قصائی کی تمثیل

(ملفوظ ۵۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میرے مواخذات کو دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں ان کی بدتمیزی کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا بیل و قصائی میں ایک تقابل بھی ہے بات یہ ہے طبیعتوں میں آزادی کی زہریلی ہوا گھسی ہوئی ہے چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ مگر نہ تو ہم کو کوئی کچھ کہے اور نہ کچھ کرنا پڑے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کو اولاد کی تو تمنا ہو مگر نہ رشتہ بھیجے نہ کہیں آنا جانا پڑے نہ نکاح ہو اور اولاد ہو جائے۔ ایں خیال ست و محال ست و جنوں۔

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

حضرت نانوتوی کا طریقہ اصلاح

(ملفوظ ۵۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ سنا ہے کہ جس کا پیر ٹرا نہ ہو اس مرید کی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہی بڑے نازک مزاج تھے عالی خاندان تھے دیوبند پڑھنے آئے مولانا نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں، عالی دماغ ہیں اب تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرما دی حضرت ان کو چاہتے بہت تھے مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ فرماتے تھے کوئی جولاہہ آتا دعوت کرنے فرماتے کہ ایک لڑکا بھی ساتھ ہوتا وہ

خوشی سے قبول کر لیتے کہیں چٹائی پر بیٹھ کر اور کہیں کمبل پر بیٹھ کر روٹی کھانی پڑتی اس میں ترک تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھا ایک گاؤں والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولانا کے واسطے لایا حضرت نے درزی کو بلا کر فرمایا کہ اس میں سے اس لڑکے کے واسطے کرتہ پاجامہ قطع کر کے سی دو ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے بندوق ماری ہو مگر پھر پہننا پڑا اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہوا گو لطافت اس وقت بھی رہی لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام ونشان نہ تھا غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے اور گو اس متشددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگوں میں کثرت نہ تھی مگر اس وقت اس کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعتوں میں سلامتی تھی اور اب نہیں فرق کی وجہ یہ ہے۔

نامعقول سوال پر حضرت حاجی صاحب کا جواب

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کوئی شخص فن کو بے سمجھے سوال کرتا تو فرماتے کہ بھائی یہ قیل وقال کے لئے مدرسہ نہیں۔

مولانا احمد حسن امروہی اور ختم قرآن کی تقریب

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب امروہی نے ایک مرتبہ اپنے لڑکے کے ختم قرآن کا نشرہ کیا سب کو بلایا مگر مجھ کو نہ بلایا میں اس لئے خوش ہوا کہ شاید رسم کے شبہ سے مجھ کو عذر کرنا پڑتا مگر جب ملاقات ہوئی تو نہ بلانے کا یہی عذر فرمایا کہ شاید تیری طبیعت کے خلاف ہوتا دیکھئے کتنی رعایت فرمائی۔

راحت کا اہتمام ضروری ہے تعظیم ضروری نہیں

(ملفوظ ۵۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تعظیم وتکریم کی تو زیادہ رعایت کرتا نہیں البتہ راحت کا خاص اہتمام کرتا ہوں آپ کو سن کر تعجب ہوگا میں نے آج تک دونوں گھروں میں اس کی فرمائش نہیں کی کہ فلاں چیز پکا لو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید انتظام میں کوئی الجھن ہو البتہ خود ان کے پوچھنے پر بتلا دیتا ہوں وہ بھی محض ان کی دلجوئی کی وجہ سے کہ یہ گمان نہ ہو کہ ہم سے اجنبیت برتتے ہیں پھر وہ بتلانا بھی اس صورت سے ہوتا ہے کہ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ تم بسہولت جو جو پکا سکتا ہو اس میں دو چار چیزوں کے نام لو وہ نام لیتی ہیں تو میں اس میں سے ایک کو منتخب کر دیتا ہوں اور اب تو اس کی پرواہ ہی نہیں کہ دوسروں کو کوئی تکلیف نہ ہو تعظیم وتکریم کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر راحت کا کوئی سامان نہیں کرتا۔

اناللہ کے معنی اور دعوت کی تین قسمیں

(ملفوظ ۵۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اناللہ کے معنی ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو ہم میں ہر تصرف کا حق ہے اور انا الیہ راجعون کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مرا ہے اور جس پر رو رہے ہیں وہ اور ہم سب وہاں ہی جائیں گے وہاں ہی ملیں گے پس ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہوا کہ جب تم ان دونوں مضمون کا مراقبہ کرو گے تو تمہاری کلفت جاتی رہے گی راحت ہوگی اور تعزیت کے بھی یہی معنی ہیں کہ رنج والے کو تسلی دی جائے سو یہ آج کل عرف میں رواج ہے کہ جا کر کہتے ہیں کہ ہائے ایسی عمر نہ تھی ہائے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے وغیرہ وغیرہ یہ تعزیت نہیں یہ تو اور رنج کو بڑھانا ہے اس سے تو تعزیت کو نہ ہی جاتے تو اچھا تھا معاشرت کے باب میں شریعت کی جتنی تعلیمات ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی نے مجھ سے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو فرمایا کہ حاجی یوسف صاحب نے ٹھیک کہا شریعت کی تعلیم کا یہ ہی حاصل ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو وہاں بھی راحت سے رہو اب دیکھ لیجئے دعوت ہی ہے یہ محبت اور خلوص کی بناء پر ہوتی ہے مگر اصول چھوڑ دینے کی بدولت کس قدر اس میں تکلیف ہوتی ہے شیخ اصغر علی صاحب لکھنوی کہا کرتے تھے کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں اعلیٰ ادنی اوسط اعلیٰ تو یہ کہ دام دے دو جو چیز چاہے خرید کر پکا کر پکوا کر کھا لے۔ اوسط یہ کہ خشک جنس دے دو اس میں بھی ایک درجہ آزادی ہے اور ادنی یہ کہ پکا کر کھلاؤ اور پکا کر کھلانے کو جو ادنی کہا واقعی حقیقت ہے اس میں عادۃً وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول گھی زائد یا کم مرچ زائد یا کم۔ نمک زائد یا کم۔ پھر بلایا بڑے اہتمام سے احترام سے اور رخصت کے وقت بتلا دیا کہ یہ راستہ ہے سیدھا نہ سواری ہے نہ کوئی ساتھ ہے چلے جاؤ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا اسکو بھی تکلیف تم کو بھی تکلیف وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول اس باب میں حاجی صاحب کی بھی یہی رائے تھی البتہ یہ تکلفات نہ ہوں تو وہ اس میں داخل نہیں۔

راستے میں چیز کھالینا

(ملفوظ ۵۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دروازہ پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت

قبول نہ ہوگی عدالت میں جانے سے بچ جاؤں گا کوئی گناہ تو ہے نہیں۔

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

مجلس میں صحیح طریقہ سے بیٹھنا

(ملفوظ ۵۱۴) ایک صاحب کو مجلس میں بے طریقہ بیٹھنے پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مقصوداً بیٹھنے اور غرض کے لئے بیٹھنے میں فرق ہوتا ہے صاحب غرض تو ایسا بیٹھتا ہے جیسا اٹھاؤ چولہہ اور مقصوداً بیٹھنے کی ہیئت میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے اور غرض والوں کی صورت بنا کر بیٹھنے سے قلب پر بار ہوتا ہے اگر کسی غرض سے بیٹھے ہو تو اس غرض کو فوراً ظاہر کر دو تا کہ گرانی دفع ہو۔

تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلنا اور کبھی نہ کھلنا

(ملفوظ ۵۱۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلتی ہے اور کبھی نہیں میں نے لکھ دیا کہ پھر دینی ضرر کیا ہے۔

بات صاف کہنا اور آج کل کے محاورے

(ملفوظ ۵۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو مجھے آج کل کی تہذیب سے سخت نفرت ہے جیسے عام محاورہ ہو گیا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ استفہام مقصود نہیں ہوتا یہاں ایک صاحب مقیم تھے وہ کسی کو اسٹیشن پر پہنچانے کے لئے جانا چاہتے تھے مجھ سے اجازت لینے آئے سیدھی بات یہ تھی کہ میں اسٹیشن جانے کی اجازت چاہتا ہوں مگر اس کے بجائے یوں فرماتے ہیں کہ کیا میں اسٹیشن جا سکتا ہوں میں نے کہا کہ کیوں نہیں جا سکتے خدا نے پاؤں دیئے چلنے کو۔ آنکھ دی دیکھنے کو قوت ارادیہ دی ارادہ کرنے کو ارادہ کیجئے اور تشریف لیجایئے چلنا شروع کیجئے پہنچ جاؤ گے کیا خرافات ہے اور کیا مہمل بات ہے غالباً یہ عیسائیوں سے لیا ہے اور ان میں یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ نیا محاورہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ. ان عیسائیوں سے مسلمانوں نے یہ محاورہ سیکھ لیا ہے دوسروں کی نقالی کرنا تو اس وقت مسلمانوں کے لئے بعث فخر ہو گیا ہے ہونا تو یوں چاہئے تھا کہ دوسرے لوگ ان کی وضع اختیار کرتے مگر انہوں نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور دوسروں کی وضع اور طرز اختیار کیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

انگریزوں کا غرض پر مبنی ظاہری اخلاق

(ملفوظ ۵۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر انگریز ظاہراً بہت ہی خلیق ہوتے ہیں گو یہ اخلاق

ان کا اکثر غرض پر مبنی ہوتا ہے مگر اس کی وجہ سے دوسرا آدمی فوراً مسخر ہو جاتا ہے جس کا اثر بعض اوقات دین پر بھی پڑتا ہے اسی لئے ایک تجربہ کا فتوی ہے کہ بلا ضرورت سخت ان سے نہ ملنا چاہئے یہ بہت ہی جلد مسخر کر لیتے ہیں ان میں یہ خاص بات ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالی کا بڑا فضل ہے کہ انگریز میں دو چیزیں رکھ دیں ورنہ اب تک نصف ہندوستان عیسائی ہو جاتا۔ ایک کبر اور ایک بخل بڑے کام کی بات فرمائی مگر جس میں یہ بات نہ ہو۔ وہ اس میں داخل نہیں۔ بعض احکام قوم کے ہوتے ہیں آحاد (خاص) وافراد کے نہیں ہوتے۔

طریق تصوف کی تکمیل اور اس کا احیاء

(ملفوظ ۵۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ صرف نقلیں اور وظائف کے پڑھ لینے کو انتہائی کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی کمال کی چیز نہیں ہاں ثواب کی چیزیں ہیں جو کمال پر موقوف نہیں کمال پیدا ہرتا اصلاح کے بعد اور اصلاح کا ہونا عادۃً موقوف ہے صحبت کامل پر مگر زری صحبت بھی کارآمد نہیں جب تک کہ اعمال مامور بہ کا اہتمام نہ ہو یہی اعمال اصل سلوک ہیں بدون ان کے اختیار کئے ہوئے کوئی شخص منزل مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اگر چہ وہ آسمان پر پرواز کرنے لگے یا دریا پر بدون کشتی اور جہاز کے چلنے لگے حقیقت یہ ہے مگر آج کل جاہل صوفیوں نے لوگوں کی راہ ماری ہے اور گمراہ کیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بالکل زندہ ہو گیا۔ مدتوں کے بعد یہ دن نصیب ہوا اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ بطور نعمت کے عرض کر رہا ہوں وہ جس سے چاہے اپنا کام لے سکتے ہیں طریق سے لوگوں کو اجنبیت اور وحشت ہو چکی تھی وہ اس کو دین سے خارج سمجھ چکے تھے اب بحمد اللہ طریق کی تکمیل ہو گئی۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم

(ملفوظ ۵۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم باہم استاد شاگرد ہیں مگر عصیارے بہت ہیں باقی ہیں ذہین اور سلطان القلم بہت تیز چلتے ہیں موٹر سے بھی زیادہ پھر نہیں دیکھتے کہ سڑک پر بچہ ہے یا جانور بس اڑے چلے جاتے ہیں اپنی ہی کہتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے مگر یہ طرز شان تحقیق نہیں۔

حافظ شیرازی شاعر اور مفسر

(ملفوظ ۵۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حافظ شیرازی رند مشہور ہیں میں بھی پہلے یہی سمجھتا تھا کہ

آزاد ہوں گے مگر میں نے ایک کتاب دیکھی حیات حافظ اس میں ان کی سوانح ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفسر ہیں کشاف کے محشی ہیں طلبہ تفسیر پڑھنے ان کے پاس آتے تھے عالمانہ وضع میں رہتے تھے دیوان میں بہت سے مسائل ہیں اصولیہ کلامیہ۔ ایک مولوی صاحب ان کے معتقد نہیں تھے میں نے بھی معتقد بنانے کا اہتمام نہیں کیا کیونکہ کسی امتی کا معتقد ہونا فرض و واجب نہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اسی طرح رہنے دو اہتمام تو ضروری چیز کا کرنا چاہئے البتہ گستاخی کرنا برا ہے۔

بزرگوں کی سادہ باتوں میں اثر ہونا

(ملفوظ ۵۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی معمولی باتوں میں بھی برکت ہوتی ہے حتی کہ کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر بھی کریں تو اس میں بھی ایک خاص برکت ہوتی ہے علاوہ برکت کے اس میں کشش بھی ہوتی ہے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پڑھ کر آئے وعظ کہا بہت زور لگایا سامعین پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اسکے بعد حضرت ممبر پر بیٹھے اور کچھ بیان بھی نہیں کیا صرف یہی فرمایا کہ رات ہم نے سحری کے لئے دودھ رکھا تھا لیکن بلی پی گئی حق جل علا شانہ کا ارادہ غالب رہتا ہے توحید کا بیان کرنا مقصود تھا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس لوٹ پوٹ ہوگئی تڑپ گئی اب بتلایئے کون سا ایسا عالی مضمون تھا ان حضرات کے اقوال افعال سب میں نور ہوتا ہے۔

بزرگوں کے ساتھ تعلق رنگ لاتا ہے اور بزرگوں کے موہم کلمات

(ملفوظ ۵۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرت کا تعلق بدون رنگ لائے خالی نہیں جاتا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے منشی تجمل حسین یہ دنیادار تھے اور ان کے ایک بھائی تھے منشی عبدالباسط یہ نقشبندی شیخ تھے وہ اپنے بھائی سے کہتے مجھے بھی بیعت کرلو وہ جواب دیتے کہ حضرت حاجی صاحب کا تعلق کافی ہے باقی میں ہی کچھ نہ کروں یہ میری کوتاہی ہے منشی تجمل حسین کی موت کا وقت آیا سکرات کی حالت میں کلمہ کی تلقین کی جاتی تھی مگر ان کو ہوش نہ تھا منشی عبدالباسط عین اس وقت کہنے لگے کہ کہاں ہے وہ حضرت حاجی صاحب کا تعلق اب کیسی سختی ہو رہی ہے سخت تکلیف کا وقت تھا مگر آنکھ کھول دی اور آیت پڑھی۔ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ حضرت حاجی صاحب کے بعض خدام نے کہا دیکھا حضرت کا تعلق۔ دوسروں کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا غلطی ہے نہ معلوم خدا کے ساتھ اسکا کیا معاملہ ہے کسی پر بدگمانی ہرگز جائز نہیں بعض بزرگوں نے لاالہ الااللہ موسی کلیم اللہ کہا اور دم نکل گیا لاالہ الا اللہ عیسی روح اللہ. کہا دم نکل گیا بعضے خشک لوگ سمجھ گئے کہ یہودی عیسائی ہو کر

مراگر معلوم بھی ہے کہ کلمہ اسلامیہ ہی پر خاتمہ ہوا راز اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام شیون کمالیہ کے جامع ہیں تو موسیٰ سے مراد ایک خاص شان کے اعتبار سے حضور ہی ہیں اسی طرح عیسیٰ سے مراد حضور ہی ہیں حضرت نجم الدین کبریٰ بہت بڑے شخص ہیں ان کو تمنا تھی کہ مجھ کو اپنا مقام معلوم ہو ایک بزرگ تھے اس ہی زمانہ میں تو شیخ نجم الدین کبریٰ کا ایک مرید ان سے ملنے گیا شیخ نجم الدین نے ان کو سلام کہلا بھیجا انہوں نے سلام کے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا اس مرید کو برا معلوم ہوا اور بہت ہی غصہ آیا مگر شیخ سے سنے ہوئے تھا کہ بہت بڑے شخص ہیں کچھ بولا نہیں پیر کے پاس حاضر ہوا انہوں نے سب حال دریافت کیا عرض کیا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ کچھ کہا تو نہیں عرض کیا کہ سلام کہہ دیا ہے فرمایا کہ نرا سلام ہی ہے یا کچھ اور بھی کہا عرض کیا کہ ایسی بات کہی جس کا عرض کرنا خلاف ادب ہے فرمایا بیان کرو تم تھوڑا ہی کہہ رہے ہو عرض کیا کہ یہ فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا مجھ کو تو اس وقت بڑا غصہ آیا مگر یہ سن کر شیخ نجم الدین پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ فرمایا کہ آج اپنا مقام معلوم ہوگیا میں موسوی المشرب ہوں مجھ کو شبہ تھا سو ان بزرگ نے بتلا دیا اور مرید سے کہا کہ تم خواہ مخواہ ان پر خفا ہوتے ہو سو اس طریق میں جیسے بعض حقائق غامض ہیں اسی طرح بعض عنوانات بھی نیز عنوانات غیر غامضہ میں بھی بعض بلسان العقل ہوتے ہیں اور بعض بلسان العشق بعضے لوگ اس میں خلط کر دیتے ہیں میرا ایک وعظ ہے روح الارواح اس میں ایک مقام پر حضرت حاجی صاحب کا ذکر آ گیا اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت حاجی صاحب کی تعظیم و تکریم سب رخصت ہوگئی حضرت کے لئے نہ الفاظ تعظیم رہے نہ جمع کا صیغہ رہا صرف ایسے الفاظ تھے کہ یہ شخص ایسا تھا اپنے فن کا امام تھا مجتہد تھا مجدد تھا تھانہ بھون کا شیخ زادہ تھا معمولی صورت سے رہتا تھا مگر اس غیر تعظیمی عنوان کا یہ اثر تھا کہ مجمع میں چیخ و پکار پڑ رہی تھی کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوں تو یہ کہنا بلسان العشق تھا گویا یہ شخص ناطق نہیں عشق ناطق ہے جو قانون سے آزاد ہے اس کی نظیر ملاحظہ فرمائیے۔ کچہری میں ایک معمولی آٹھ دس روپیہ کا ملازم بڑے بڑے معززین کو اس طرح آواز دیتا ہے کہ فلاں گواہ حاضر ہے تو کیا وہ اس کی زبان ہے یا حاکم کی زبان ہے صاف ظاہر ہے کہ حاکم کی زبان ہے تو اگر کبھی یہ حضرات بھی اس زبان عشق سے کچھ کہہ دیا کریں تو کیا جرم ہے ساری کچہری ایسے تصوف سے بھری پڑی ہے۔

بزرگوں کا عمل علم پر غالب تھا

(ملفوظ ۵۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند میں کیسے کیسے حضرات تھے چند ہی روز میں کیا

سے کیا ہو گیا اب ان حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اور جواب موجود ہیں اور جگہ سے پھر بہتر ہیں مگر عملی قوت گھٹ گئی باقی علمی قوت اب بھی ہے اور ان حضرات کی عملی قوت غالب تھی علمی قوت پر۔

حضرت حاجی صاحب کی حضرت تھانوی سے محبت

(ملفوظ ۵۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے درسی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب نہیں دیکھی یہ دوسری بات ہے کہ کسی مضمون کی ضرورت ہوئی اسکی تلاش میں کوئی اور مضمون بھی نظر سے گذر ا گیا اس لئے کہ کوئی نشانی تو اس مقام پر ہوتی نہیں کہ کھول کر اس کو ہی دیکھ لیا جائے ہاں بالاستیعاب کوئی کتاب بھی نہیں دیکھی کچھ دیکھی اور چھوڑ دیا۔ حالانکہ مجھ کو تصوف کا بیحد شوق ہے مگر کوئی کتاب اس کی بھی پوری نہیں دیکھی اور چھوڑ دیا مگر یہ سب ظاہراً اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حقیقۃً حق تعالیٰ کا فضل ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل سے یہ چاہا کرتے تھے کہ یہ بات کو سمجھ لے سو جو ان حضرات نے چاہا وہ ہو گیا شیخ کو اپنے معتقد سے جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی فیض ہوگا عادت اللہ اس طرح ہے حضرات کے تعلق کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ندوہ والوں نے حضرت سے میری شکایت کی کہ وہ ہم سے مخالفت کرتے ہیں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس میں تو مادہ ہی نہیں مخالفت کرنے کا یہ دیکھئے حضرت نے کس طرح پہچان لیا حالانکہ میں نے کبھی کوئی بات حضرت کے سامنے نہیں بگھاری یہ حضرت کا نور قلب اور فراست تھی اہل ندوہ نے حضرت سے درخواست کی کہ وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں اس کو لکھ دیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائے حضرت نے مجھ کو تحریر فرمایا کہ وہاں کی مصلحت اور معاملات کو میں نہیں سمجھ سکتا تم خوب سمجھ سکتے ہو جو مصلحت ہو اس پر عمل کیا جائے وہ خط ندوہ والوں نے میرے پاس بھیج دیا میں نے دیکھ کر کہا کہ تم نے تو میرے خیال پر رجسٹری کرا دی اب میری مصلحت یہی ہے کہ میں شریک نہ ہوں یہ حضرت کی فہم و فراست تھی کہ مجھ کو مجبور نہیں کیا۔ کیا ٹھکانا ہے اس بصیرت کا لکھتے ہیں کہ جو وہاں کی مصلحت ہو وہ کرنا یہ شان ہوتی ہے ان حضرات کی تحقیق کی کہ غائب چیز میں قطعاً دخل نہیں فرمایا ایک زمانہ میں حضرت سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ شکایت کی گئی حضرت نے مولانا کو میرے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ تم بالکل بے فکر رہو مجھ پر شکایت کا کوئی اثر نہیں مجھ کو تمہارے ساتھ حب فی اللہ ہے سو جیسے اللہ کو بقاء ہے حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے عجیب شان کی تحقیق ہے اگر تمام دنیا کے مدبر اور فلاسفر بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بات بیان نہیں کر سکتے اور حضرات کے یہاں یہ روزانہ کی باتیں تھیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے فن کا امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے۔

تعزیر مالی کی صورت

(ملفوظ ۵۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر مالی جرمانہ کرے تو اس کی جائز صورت یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھے اور پھر اس کو واپس کردے تصرف کے لئے اس کا رکھنا جائز نہیں کیسی حکمت کی بات ہے۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

اہل سلسلہ کا ایک مرض

(ملفوظ ۵۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل سلسلہ میں آج کل ایک یہ مرض بھی پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں کو پھانستے پھرتے ہیں معتقدین کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا تعلق تو ظاہر کرتا ہے سو کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہیئے جس سے وہ بدک جائے اور حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ کبھی بدعتیوں کے ہاتھ میں نہ جا پھنسے اور یہاں سے تعلق منقطع کر دے یہ تو سب کچھ ہے مگر جیسے اسے بے راہی سے بچانا مقصود ہے اسی طرح راہ پر لگانا بھی تو مقصود ہے سو اس کی کیا صورت تجویز کی ہے یا ویسے ہی فوج بھرتی کرنا ہے کیا خرافات ہے کس عبث اور فضول چیز کی طرف خیال کیا۔

بچوں پر حکومت چلانے والے میاں جی

(ملفوظ ۵۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو بچوں کو پڑھانے والے میاں جی ہوتے ہیں کافی علم تو ان کو ہوتا نہیں پھر کرتے ہیں حکومت اس سے اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اکثر ان میں عقل کی کمی ہوتی ہے اس طبقہ میں کثرت سے حماقتیں کرتے ہیں ایسے ہی اسکولوں کے ماسٹر وغیرہ یہ بھی اس ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ جیسے کبر کے لئے حماقت لازم ہے ایسی حماقت کے لئے کبر لازم ہے متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے اور ان میاں جیوں کی رعونت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ان کو حکومت کا موقع ملتا ہے اور جن پر حکومت کرتے ہیں وہ ہوتے ہیں سب نا سمجھ اور مغلوب کوئی ان کے عیوب بیان کر نہیں سکتا اس لئے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں سمجھتے ہی کہ ہر بات ہماری عقلمندی اور سمجھداری کی ہوتی ہے اس کی وجہ سے دماغ سڑ جاتا ہے البتہ اگر معلم پورے عالم ہوں تو وہ بے شک عاقل ہوتے ہیں ان کی یہ حالت نہیں ہوتی مگر یہ درمیانی میاں جی تو یونہی ہوتے ہیں اپنی عقل بچوں ہی کو دے بیٹھتے ہیں۔

الفت کا تقاضا بے تکلفی ہے

(ملفوظ ۵۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر کسی کے ساتھ تعلق زیادہ ہوتا جاتا ہے اس کی

ظاہری خاطر داری میں کمی ہوتی جاتی ہے مگر آج کل لوگ اس کے عکس کے منتظر رہتے ہیں جو سخت غلطی ہے میرے یہاں یہی ہے کہ جب بے تکلفی ہوگئی تو اب کیسی مدارات اور کیسی خاطر الفت کا مقتضاء تو یہی ہے کہ تکلف نہ رہے۔

اسلام کسی کا محتاج نہیں

(ملفوظ ۵۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کو کسی کی پروانہیں اگر دنیا کے تمام بادشاہوں کا بادشاہ بھی اسلام کو چھوڑ دے تو تب اسلام کا کیا ضرر اسلام تو سب سے خطاب کر کے یہ کہتا ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیا لئو ہر کہ خواہد گو برو، دارو گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

۳۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

نماز اشراق کے لئے ایک جگہ بیٹھے رہنے کی حکمت

(ملفوظ ۵۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور کی تعلیمات میں جو نور ہے سبحان اللہ اس کا کیا کہنا ہے فرماتے ہیں کہ اگر نماز فجر پڑھ کر ضحیٰ یعنی اشراق کی نماز تک اسی جگہ بیٹھا رہے پھر اشراق پڑھ لے تو پورے ایک حج کا در عمرہ کا ثواب ملے گا (جمع الفوائد) سو مشاہدہ ہے کہ جو نور اور بشاشت و انبساط جگہ نہ بدلنے پر ہوتا ہے وہ جگہ پر بدلنے پر نہیں ہوتا صوفیہ نے اسی مشاہدہ سے کہا ہے کہ جس قدر کر ایک نشست میں ہو سکے زیادہ بہتر ہے اس میں خاص برکت ہوتی ہے ایک دوسری تعلیم لیجئے۔ تاخیر سحر اور تعجیل افطار کو اسی واسطے مشروع کیا ہے کہ روزہ کی ابتداء اور انتہا معلوم ہو جائے صوم وغیرہ صوم میں خلط نہ ہو اسی لئے صوم وصال کی ممانعت آئی ہے اور میں چاہے ایک ہی کھجور کھالے اسی سے فرق تو معلوم ہو جائے گا سو حضور نے حدود کی رعایت فرمائی ہے ورنہ کبھی ضرور ایسا ہو جاتا اور یہ کچھ بعید نہ تھا کہ سحر و افطار نہ ہونے سے لوگ سمجھتے کہ عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

آج کل کے نیچری اور نیچری عقل

(ملفوظ ۵۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اسی نیچریت نے لوگوں کو زیادہ بداعتقاد بنا دیا ہر بات کو عقل پر جانچتے ہیں بیچاری عقل بھی مخلوق ہی ہے یہ کہاں تک تیر لگائے گی اور کیا خالق کے احکام کا احاطہ کر سکتی ہے اس کا مبلغ پرواز ایک حد تک ہے۔ اس سے آگے وہ معطل ہے احکام کے راز

اسرار کو عقل سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے مثلاً جبر وقدر ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہاں تک کسی کی عقل کی رسائی نہیں ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خوض و بحث سے روک دیا ہے کسی ایسے ہی مسئلہ کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا تھا کیا خوب فرمایا کہ۔ ع

اکنوں کراد ماغ کہ پرسد ز باغبان، بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ حاکم ہونے کی ساتھ حکیم بھی ہیں جو کچھ کرتے ہیں اسی میں بندہ کے لئے مصلحت ہوتی ہے۔

اسباب کے ساتھ زہد ہونا کمال ہے بزرگ بننا ہو تو کہیں اور جاؤ انسان بننا ہو تو یہاں آؤ

(ملفوظ ۵۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں کسی اصل پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ صوفیہ کرام علی الاطلاق ترک اسباب کی کبھی اجازت نہیں فرماتے محققین کا یہ قول ہے کہ ایسا زہد خلاف ادب ہے جس میں مطلقاً ترک اسباب ہو کمال یہی ہے کہ اسباب کے ساتھ زہد کو جمع کیا جائے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھنا توکل نہیں اسی طرح کسی جنگل بیابان میں جا کر بیٹھنا توکل نہیں گھر ہی میں بیٹھو مگر دروازہ کھول کر بیٹھو لیکن دروازہ کی طرف دیکھو مت دروازہ سے آنے والے کی طرف مت دیکھو اسی کو کسی غیر عارف نے تنگ آ کر اس طرح کہہ دیا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ، باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

لیکن یہ مشکل اسی کے واسطے ہے جو دریا میں تیرنا نہ جانتا ہو اور اس فن سے ماہر نہ ہو باقی جو جانتے ہیں اور فن سے ماہر اور واقف ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن کو صاف بچا لے جاتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ محقق ہمیشہ جامع بین الاضداد ہوتا ہے اسباب سے صرف استعمال کا تعلق رکھتے ہیں اور توجہ کا تعلق نہیں رکھتے۔ کمال توکل یہی ہے کہ اسباب ظاہری ہوں اور پھر ان کی طرف توجہ نہ ہو ان کی طرف نظر نہ ہو اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ مریض دوا بھی پیئے اور پھر نظر دوا پر نہ ہو بلکہ خدا پر ہو کہ اگر وہ چاہیں گے تو شفاء فرما دیں گے مؤثر ان ہی کے حکم کو سمجھے یہی ہے کمال توکل اور اگر بالکل اسباب نہ ہوں اور پھر توکل ہو تو یہ کوئی کمال کا درجہ نہیں جیسے اگر گھر روٹی نہ پکی ہو اور نہ کھائے تو کوئی نہیں گھر روٹی پکی ہو اور چنگیر بھری ہوئی سامنے رکھی ہو اور پھر کم کھائے یہ کمال ہے یہ ہے قلت الطعام کا مصداق مگر یہ سب موقوف ہے صحبت کامل پر کسی کی جوتیاں سیدھی کرو ڈنڈے کھاؤ اس کے سامنے ناک رگڑو اس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے بدون اس کے رسائی مشکل ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ملک التجار بننا آسان

بزرگ بننا آسان قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل کسی نے خوب لکھا ہے۔

زاہد شدی وشیخ شدی دانشمند، ایں جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی،

مگر مسلمان نہ شدی سخت کلمہ ہے میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے۔

زاہد شدی وشیخ شدی دانشمند، ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو ولی بننا ہو قطب اور غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو میرے پاس آؤ میں تو انسان بناتا ہوں مگر یہ بنانا ایسا ہوگا جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ مربا بنانا جانتا ہوں تو ظاہر ہے کہ مربا جس طرح بنتا ہے اسی طرح بنے گا چنانچہ اول تو اس پھل کو چاقو سے داغ دھبے سے صاف کیا جائے گا چھلکا چھیلا جائے گا پھر اس کو ایک دیگچی میں رکھ کر پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا کر نیچے آگ جلائی جائے گی تا کہ اچھی طرح ابل جائے مابعد اس کو کسی چاقو وغیرہ سے کوچا جائے گا تا کہ میٹھے کا قوام اچھی طرح اندر تک اثر کر سکے پھر چاشنی کے اندر ڈالا جائے گا جس کو قوام کہتے ہیں اتنے قصوں کے بعد مربا بنے گا اور کھانے کے قابل ہوگا اور وہ آثار پیدا ہوں گے جن کو تم چاہتے ہو یا جس کی بناء پر طبیب نے بتلایا ہے ایسا بنانے والے کو مربی کہتے ہیں تو ایسے ہی مربی کو تلاش کرو جو کاٹ کر چھانٹ کر چکر جوش دے کر مربا بنادے مگر ایسے ہی مربی سے آج کل لوگ کوسوں دور بھاگتے ہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قزوین میں رواج تھا بدن گدوانے کا ایک شخص بدن گودنے والے کے پاس گیا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنادو اس نے سوئی لے کر ایک طرف کو چبھ دیا اس نے ہائے مر گیا ارے کیا بناتا ہے کہ دم اس نے کہا کہ اس دم نے تو میرا دم ہی نکالا ہوتا اس کو چھوڑ دے کیا بے دم کے شیر نہیں ہوتے اس نے اس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان کہا کیا بوچے شیر نہیں ہوتے پھر یہ کانوں سے سنے گا تھوڑا ہی اس نے اس طرف کو چھوڑ کر تیسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ پیٹ کہا کہ کیا یہ کچھ کھائے گا اس نے چوتھی طرف کو چا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناوے گا کہا کہ سر کہا کہ بے سر کا بھی تو بن سکتا ہے اس نے سوئی کو ہاتھ سے پھینک کر کہا جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔ ؏

شیر بے گوش وسر و شکم کہ دید این چنیں شیرے خدا ہم نافرید

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا صیقل چو آئینہ شوی،

چوں نداری طاقت سوزن زدن، پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

تو صاحبوں کام تو کام ہی کی طرح سے ہوتا ہے اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے اب بنا تو سب کچھ چاہتے ہیں مگر یوں بھی چاہتے ہیں کہ نہ تو کچھ کرنا پڑے اور نہ کوئی کچھ کہے تو گھر سے چلے ہی کس بوتے پر تھے اور اگر دھوکے سے آ گئے تو اب لوٹ جاؤ بلانے کون جاتا ہے۔

دنیا کی چیزیں شیخ چلی کا خیال ہیں

(ملفوظ ۵۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بدون مجاہد اور جوتے کھائے ہوئے کچھ بننا شیخ چلی والی حکایت سے اور اس کے خیالی حساب سے کم نہیں اسی طرح تم بھی شیخ چلی کا سا گھر بنائے جاؤ اور خوش ہوئے جاؤ یہ شیخ چلی شاید کوئی مسخرے ہوں گے کسی شخص کو اپنا ایک تیل کا گھڑا گھر لیجانا تھا۔ مزدور کی ضرورت تھی اتفاق سے شیخ چلی نظر پڑ گئے ان سے دریافت کیا کہ تم مزدوری کرتے ہو یہ تیار ہو گئے اس نے کہا چلو یہ گھڑا تیل کا ہمارے گھر تک پہنچا دو ہم تم کو دو پیسہ دیں گے شیخ چلی نے منظور کر لیا اور سر پر گھڑا رکھ کر چلے اب راستہ میں اپنے دل میں یہ منصوبہ گانٹھا کہ آج مزدوری کے دو پیسے ملیں گے ان سے تجارت کرنا چاہئے اور وہ اس طرح کہ ان پیسوں کے دو انڈے خریدیں گے ان کو کسی کو راضی کر کے مرغی کے نیچے بٹھاؤں گا ان سے دو بچے نکلیں گے ایک مرغ ایک مرغی گویا یہ بھی ان کے قبضہ کی بات تھی کہ نر اور مادہ ہی نکلیں گے غرض گھر کی مرغی گھر کا مرغا ہوگا ان سے بہت سے انڈے ہوں گے پھر ان سے بہت سے بچے ہوں۔ گے ان کو بیچ کر بکریاں خریدیں گے پھر بہت سی بکریاں ہو جائیں گی ان کو بیچ کر گائے خریدیں گے پھر بھینس اور بھینسیں سے گھوڑوں کی تجارت کریں گے جب بہت سا روپیہ جمع ہو جائے گا تو ایک بڑا محل تیار کرائیں گے اور کسی امیر گھرانے کی لڑکی سے نکاح کریں گے اس سے بچہ پیدا ہوگا جب بڑا ہو جائے گا تو وہ ہم کو بلانے آئے گا کہ ابا جان اماں جان بلا رہی ہیں چلو ہم اس کو ڈانٹ دیں گے اور کہیں گے کہ ہشت ہم نہیں جائیں گے ہمیں کام سے مہلت نہیں اس ہشت کہنے پر غفلت میں سر جو ہلا اس پر سے گھڑا گر گیا اور تیل زمین پر پہنچ گیا مالک خفا ہوا کہ نالائق یہ کیا حرکت کی میرا اتنا تیل ضائع کیا تو کہتے ہیں کہ میاں چلو بیٹھو تم اپنے ذرا سے تیل کے نقصان کو لئے پھرتے ہو یہاں بنا بنایا گھر ہی برباد ہو گیا میرے نقصان پر نظر نہ کی ساری تجارت ہزاروں روپیہ تمام کنبہ ہی ختم ہو گیا۔ یہ شیخ چلی کا سا خیال قیامت کے دن ظاہر ہوگا کہ نہ تجارت ہے نہ ہاتھی نہ گھوڑے نہ مرغی نہ مرغا نہ انڈے نہ بکریاں نہ گائے نہ بھینسیں نہ کیک نہ بسکٹ نہ مکھن نہ فوج نہ پلٹن نہ جاہ نہ عزت نہ حشم نہ خدم نہ محل نہ کوٹھی نہ بنگلے نہ بیوی نہ بچے نہ کنبہ نہ روپیہ نہ ملک غرض نہ کوئی ساز نہ

سامان کچھ بھی نہیں اس کا مصداق اس وقت کی یہ حالت ہوگی خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا یہاں پر بڑے بڑے دعوے ہیں کسی کو اپنی شجاعت پر کسی کو حکومت پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے تقدس پر کسی کو زہد اور تقوے پر ناز ہے وہاں حقیقت معلوم ہوگی کہ کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ ان خیالی منصوبوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگئے اور کیوں آخرت کو بھلا دیا ارے کیا رکھا ہے ان فانی او جدا ہونے والی چیزوں میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَ مَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ۔

رسول کے قوم کے ہم زبان ہونے سے عموم رسالت میں کمی نہیں آتی

(ملفوظ ۵۳۴) ارشاد فرمایا کہ آلہ آباد میں ایک دفعہ جانا ہوا۔ اور سید اکبر حسین صاحب جج اس زمانہ میں کسی منتہی طالب علم سے عربی پڑھتے تھے انہوں نے طالب علم مذکور سے سوال کیا کہ: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کی زبان اس کی قوم کی زبان ہوتی ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اس بناء پر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلیا للہ علیہ وسلم کی قوم یعنی جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے صرف اہل عرب ہوں حالانکہ خود قرآن میں آپ کا رسول الی کافۃ الناس ہونا۔ مصرح ہے اور عقیدہ بھی یہی ہے اور یہ صریح تعارض ہے طالب علم مذکور نے جواب دیا مگر ان کی تشفی نہ ہوئی اس طالب علم نے آکر مجھے ذکر کیا میں نے اوس کی زبانی کہلا بھیجا کہ قرآن میں بلسان قومہ آیا ہے۔ بلسان امتہ نہیں آیا جو یہ شبہ ہو۔ اور قوم کہتے ہیں برادری اور خاندان کو پس وہ امت کا مرادف نہیں ہے اور قوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا شک عرب قریش ہی تھے مگر اس امت کا خاص عرب ہونا کیسے لازم آیا۔ پس رسالت عام ہے قوم اور غیر قوم کو۔ اس جواب کو انہوں نے بہت ہی پسند کیا

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی کا ترجمہ

(ملفوظ ۵۳۵) ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے درخواست کی کہ ووجدک ضالاً فھدیٰ کا لفظی ترجمہ کردو پھر کچھ سوال کروں گا وہ سمجھے تھے کہ یہ ضال کا ترجمہ گمراہ کریں گے۔ اور میں اعتراض کروں گا میں نے ترجمہ یہ کیا کہ پایا آپ کو آپ کے رب نے ناواقف پس واقف بنا دیا۔ اس ترجمے سے ان کے سب اعتراض پادر ہوا ہوگئے اور حقیقت میں لفظ ضال محاورہ عرب میں عام ہے۔ مگر اردو میں اکثر استعمال اس کا معنی اول میں ہے اس لئے ہماری زبان کے اعتبار سے ترجمہ گمراہ منشا اشکال ہوتا ہے۔

بُروں کی صحبت سے اجتناب ہو تو ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟

(ملفوظ ۵۳۶) ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ شریعت میں نیک صحبت کا امر۔ اور بدصحبت سے نہی آئی ہے۔ پس اگر کوئی برا آدمی نیک آدمی کے پاس بیٹھے تو یہ برا آدمی تو بیشک نیک صحبت میں ہوگا۔ اس نے تو اس امر پر عمل کیا مگر وہ نیک اس برے آدمی کے پاس سے اگر نہیں بھاگتا تو نیک نہیں رہ سکتا کیونکہ مخالف ہوا صحبت بد سے نہی کا اور اگر بھاگتا ہے تو وہ بد آدمی پھیر نیک صحبت سے کیسے فائدہ حاصل کرے۔ حاصل یہ کہ اس طرح تو نیک صحبت کسی طرح میسر نہیں آسکتی۔ میں نے جواب دیا کہ تجربہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ طالب ہمیشہ متاثر ہوتا ہے اور مطلوب موثر یہاں پر نیک آدمی چونکہ مطلوب ہے اس لئے وہ صحبت بد سے متاثر نہ ہوگا اور برا آدمی جو طالب بن کر اس نیک آدمی کے پاس آتا ہے بوجہ طالب ہونے کے وہ متاثر ہوگا۔ بس اس اجتماع سے وہ برا منتفع ہوا اور یہ نیک متضرر نہ ہوا اور اس نہی شرعی کا مقصود یہ ہے کہ تم بد کے طالب یعنی تابع بن کر اس کے پاس مت بیٹھو۔ اب اشکال نہ رہا۔

ولا یفلح الساحر پر شبہ

(ملفوظ ۵۳۷) ارشاد فرمایا وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ میں شبہ ہوتا ہے کہ ساحر تو اکثر کامیاب ہوتا ہے پھر باوجود اس کے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ولا یفلح الساحر۔ میرے نزدیک یہاں پر ایک قید محذوف ہے جو قصہ موسیٰ علیہ السلام وساحرین سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ولا یفلح الساحر فی معارضۃ المعجزۃ (یعنی ساحر معجزہ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا)

سورۃ یسین پڑھنے سے دس قرآن پڑھنے کا ثواب

(ملفوظ ۵۳۸) ارشاد فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یسین پڑھنے سے دس قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بعض اور سورتوں کے پڑھنے کا ثواب مثلاً ثلث قرآن یا ربع قرآن کا آیا ہے۔ اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ یسین پڑھنے کا ثواب دس قرآن پڑھنے کا ہوا تو دس قرآنوں میں بھی تو یسین ہے۔ تو ان میں بھی یہی حساب ہوگا۔ پھر ان میں بھی چونکہ یسین ہے اس لئے یہ سلسلہ الی غیر النہایہ چلے گا۔ اور یہ تسلسل محال ہو جائے گا۔ پس یہ تضاعف اجر (اجر کا بڑھنا مستلزم ہے) تسلسل محال کو اور مستلزم محال کو محال ہے۔ اس کا جواب مشہور یہ ہے کہ تضاعف اجر میں وہ دس قرآن مراد ہیں جن میں سورۃ یسین نہ ہو مگر میرے نزدیک یہ اس لئے بعید ہے کہ یسین جزو قرآن ہے اور انتفائے جزو سے انتفائے کل لازم ہے تو جب ان

میں یسین نہ ہوئی تو وہ پورا قرآن کیسے ہوگا بلکہ اسکی قریب تو جیہ یہ مناسب ہے کہ تضاعف اجر قراۃ حقیقیہ پر ہے پس جو یسین پڑھی گئی ہو اس کی قراۃ تو حقیقی ہے۔ اور جن دس قرآن کا ثواب اس میں ملا ہے ان کی قرات حکمی ہے اور اس حکمی پر تضاعف موعود نہیں۔ پس تسلسل لازم نہیں آیا۔

حدیث سیدا شباب اھل الجنۃ پر ایک شبہ کا حل

(ملفوظ ۵۳۹) ارشاد فرمایا کہ حدیث میں مضمون ہے: سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین و سیدا کھول اھل الجنۃ ابوبکر و عمر:
اس میں خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر تو مردوامامین کی بھی کہولت کو پہنچی ہے کیونکہ حضرت حسن کا انتقال تقریباً پینتالیس برس کی عمر میں ہوا اور حضرت حسین قریباً چھپن ستاون برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ پھر ان کو شباب کیسے فرمایا اور اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ یہاں شباب شیخوخت (بڑھاپے) کے مقابلہ میں ہے چونکہ امامین کی عمر سن شیخوخت تک نہیں پہنچی اس لئے ان کو شباب فرمایا تو اس کی توجیہ تو ہو جائے گی مگر یہ وجہ شیخین میں بھی مشترک ہے پھر ان کو کہول کہنے کی کیا حکمت ہے۔ سو توجیہ اسکی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے ان کے مجموعہ وفاتین کی وقت یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت حسین شباب تھے پس لفظ شباب اپنے معنے پر رہے گا۔

شش عید کے دنوں قضائے روزہ

(ملفوظ ۵۴۰) ارشاد فرمایا کہ بعض فقہائے متاخرین نے جو شوال کے چھ روزوں کے بارے میں یہ جزئیہ لکھا ہے کہ اگر ان ایام میں قضائے رمضان یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لے تو اس کے ضمن میں شش عید کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ سو یہ خلاف تحقیق ہے اور اس مسئلہ کی اصل صاحب مذہب سے کہیں منقول نہیں۔ محض متاخرین نے اس کا قیاس تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد پر کیا ہے یعنی اگر وضو کر کے فرض پڑھ لے یا دخول مسجد کے بعد فرض پڑھ لے تو تحیۃ المسجد بھی ادا ہو گیا مگر یہ قیاس عند التامل الصادق (پوری طرح غور کرنے کے بعد) ٹھیک نہیں کیونکہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کی مشروعیۃ میں حکمت وعلت یہ ہے کہ کوئی وضو یا کوئی دخول مسجد صلوۃ سے خالی نہ ہو۔ سو یہ حکمت ادائے فرض سے بھی حاصل ہے۔ بخلاف صیام ایام مذکورہ کے کیونکہ یہاں خود فضیلت ان ایام کے صوم کی الگ مقصود ہے اور فرضیت اور وجوب قضائے رمضان ونذر وکفارہ جدا مقصود ہے

پس یہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ حدیث میں جو وارد ہے کہ رمضان کے بعد ان چھ روزوں کے رکھنے سے (ایسا ہو گیا) گویا تمام سال روزے رکھے تو حدیث ہی میں اس کی وجہ بھی ارشاد ہوئی ہے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا لہذا رمضان تو برابر دس ماہ کے ہو گیا اور یہ چھ دن برابر ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے ہو گئے۔ سو جب چھ روزہ رمضان مثلاً قضا ہو گئے اور ان کو شوال میں ادا کیا تو رمضان کے روزے تو اب پورے ہوئے دس مہینے کا ثواب اب ملا تو یہ ہی چھ روزے دو ماہ بقیہ کے قائم مقام کیسے ہو جائیں گے۔

نابالغ کا ایصال ثواب معتبر ہے

(ملفوظ ۵۴۱) مولوی محمد صاحب متوطن بنگال نے پوچھا کہ نابالغ کچھ پڑھ کر کسی کو بخش سکتا ہے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بخش سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے شبہ کیا کہ نابالغ کا تبرع جائز نہیں۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم مخصوص مال کے ساتھ ہے خواہ مال حقیقی ہو یا مال حکمی ہو اور ثواب مال نہیں جو اس کا تصرف غیر معتبر ٹھہرایا جاوے دوسرے اس سے قطع نظر تصرف تین قسم کے ہیں۔ ایک نافع محض دوسرے ضار (مضر) محض تیسرے وجہ ضار من وجہ نافع (یعنی ایک طرح نافع اور یک طرح مضر) سو نافع محض تو بدون ولی کی اجازت کے بھی معتبر ہیں اور ضار محض ولی کی اجازت سے بھی معتبر نہیں اور جو من وجہ ضار اور من وجہ نافع ہیں۔ وہ ولی کی اجازت سے معتبر ہو سکتے ہیں اور ایصال ثواب نافع محض ہے کیونکہ نابالغ کا اس میں ذرا بھی ضرر نہیں۔ بلکہ خود اس کو ثواب ملے گا۔ اس لئے اس کے درست ہونے میں شبہ نہیں۔

تقلید شخصی کی ضروری ہونے کی وجہ

(ملفوظ ۵۴۲) ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالی ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب وسنت میں وارد نہیں۔ اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے۔ ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کیطور پر برتا جاتا ہے۔ اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی۔ اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی۔ صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی۔ جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان

ہو گیا۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوا (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل احتیاط کی بات کرتے تھے۔ بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوا کا ہو گیا۔ طبیعت ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کی موافقت کو تلاش کرنے لگی۔ اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوا کا رہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوا کا علاج ہے۔

کافر بتانے اور کافر بنانے میں فرق ہے

(ملفوظ ۵۴۳) ارشاد فرمایا کہ بعض آزاد منش لوگ علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بناتے نہیں۔ بتاتے ہیں۔ کافر بنتے تو وہ خود ہیں۔ علماء بتلا دیتے ہیں۔

ایمان میں خوف عقلی کافی ہے

(ملفوظ ۵۴۴) ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شبہ لکھا تھا کہ میں حاکم مجازی کے سامنے بہت ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف نہیں معلوم ہوتا اس سے شبہ ضعف ایمان کا ہوتا ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھا تھا کہ یہ خوف طبعی ہے جس کا مدار مشاہدہ ہے تو حاکم مجازی کا زیادہ خوف بوجہ مشاہدے کے ہے اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ مشاہدہ نہیں۔ اس لئے زیادہ خوف نہیں معلوم ہوتا مگر انسان اس کا مکلف نہیں۔ وہ خوف عقلی ہے جو سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ ہی کا ہے اس لئے شبہ ضعف ایمان کا نہ کرنا چاہئے۔

قبر پر پھول چڑھانا

(ملفوظ ۵۴۵) ارشاد فرمایا کہ ایک صوفی غیر متشرع الہ آباد کے میرے پاس گنگوہ میں آئے اور پھولوں کا ایک ہار مجھے دے کر کہا کہ آج ایک باغ میں سے پھول لایا تھا کچھ تو حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کے ہاں چڑھائے اور کچھ اس میں کا بچا ہوا تمہارے پاس لے آیا۔ میں نے ان سے ان کے مذاق کے موافق کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت لطیف المزاج اسی روپیہ تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اس کے پاس بالکل معمولی اور خراب چار آنہ تولہ کا عطر لے جا کر اس کے کپڑوں میں لگا دیں تو کیا اس کو ناگوار نہ ہوگا۔ سو یہ حضرت اولیاء اللہ جنت کے روائح (خوشبوؤں) سے مشرف ہو چکے ہیں اور ان روائح اور دنیا کے پانچ پھولوں میں یہی نسبت ہے تو ان کے قبور پر ان پھولوں کا چڑھانا ان کو کیسے گوارا ہوگا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی اور توبہ کر لی اور کہنے لگے آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

داڑھی سے متعلق دندان شکن جواب

(ملفوظ ۵۴۶) ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانی شہید سے کسی دہریہ نے کہا کہ داڑھی ایک زائد اور فضول چیز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ پیدا ہونے کے وقت نہ تھی اس لئے اس کو ہرگز نہ رکھنا چاہئے۔ اس پر مولانا نے جواب دیا تو پھر دانت بھی توڑ ڈالو مولانا عبدالحی صاحب بھی موجود تھے فرماتے ہیں کہ واہ مولانا کیا دندان شکن جواب دیا۔

متبرک چیز کے نقشہ کا جواز و شبیہ کا عدم جواز

(ملفوظ ۵۵۳) مغرب کے فرضوں کے بعد فرمایا کہ آج مدت کے بعد یک بڑا شبہ نماز میں حل ہوا۔ شبہ یہ تھا کہ نقشہ نعل شریف جو بزرگوں نے واسطے تحصیل برکت کے لکھا ہے اور زادالسعید کے آخر میں میں نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اس نقشہ کے مطابق اگر کوئی چمڑے کا نعل بنا کر اس کا وہی ادب و معاملہ کرنے لگے جو کہ نقش سے کیا جاتا ہے تو آیا یہ معاملہ ٹھیک ہوگا یا نہیں۔ ہر چند کہ جی اس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ چمڑے کے نمونہ نعل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے۔ جو کہ نقش کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ فرق کی بھی دونوں کے درمیان سمجھ نہیں آتی تھی۔ چونکہ شبہ میرے خیال میں بہت قوی تھا۔ اس لئے میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ امید نہیں تھی کہ جواب شافی میسر ہوسکے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج نماز میں وہ شبہ حل ہوگیا اس کے حل ہونے سے اور باقی باتیں حل ہوگئیں۔ حل اس کا یہ ہے کہ نقش کا ادب اس وجہ سے ہے کہ وہ دال ہے اصل پر سو نقش کی تو وضع ہی نمونہ دکھلانے کے لئے ہے تو اس میں استقلال کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اس کو مناسبت بھی اصل سے کم ہے اور چمڑے کے نمونہ بنوانے میں چونکہ وہ ایک مستقل چیز ہو جائے گی۔ اس لئے غلو کا بھی اس میں اندیشہ زیادہ ہے۔ لہذا اس کے ساتھ وہ معاملہ درست نہ ہوگا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ اور مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کے نقشوں سے اگر کوئی معاملہ تعظیم و تکریم اور حصول برکت کا کرے تو جائز ہوگا اور اگر کوئی بیت اللہ یا روضہ اطہر کے نمونہ کے مطابق مکان بنوالے تو اس مکان سے وہ معاملہ ناجائز ہوگا کیونکہ اس مکان میں محض نمونہ دکھلانا ہی نہیں ہے بلکہ خود اس میں ایک گونہ استقلال بھی ہے تو اس میں شدہ شدہ غلو کا بھی اندیشہ زائد ہے کہ چند روز میں اس کا حج و طواف نہ ہونے لگے۔

ریاء قرائن سے معلوم ہوسکتی ہے

(ملفوظ ۵۴۷) بعض لوگوں کو رسوم شادی میں جو بنا پر تفاخر صاحب تقریب کرتا ہے کسی کے شریک

نہ ہونے پر یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ریا و نمود متعلق قلب کے ہے اور قلب کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ ریا جس طرح اظہار سے معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح قرائن سے بھی معلوم ہو سکتی ہے حدیث میں آیا ہے۔ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن طعام المتبارين یہ ظاہر ہے کہ فخر کرنے والے زبان سے نہیں کہتے کہ ہم فخر کے لئے کر رہے ہیں۔ پس اگر قرائن اس میں معتبر نہ ہوتے تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرائن سے بھی فخر معلوم ہو سکتا ہے

معراج جسمانی پر ایک صاحب کے شبہات کے جواب

(ملفوظ ۵۴۸) ارشاد فرمایا کہ رام پور میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی۔ میں نے کہا کہ جسمانی کہنے لگے کہ ثبوت میں نے کہا: سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الایة اور وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی اور حدیثیں کہنے لگے کیا یہ ممکن ہے کہ جسم انسانی ایسے طبقہ سے عبور کرے جہاں ہوا نہ ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں ممکن ہے کہنے لگے کہ ثبوت۔ میں نے کہا کہ امکان نام ہے عدم الوجوب وعدم الامتناع کا جب وجوب وامتناع نہ ہوگا۔ تو امکان ثابت ہو جائے اور چونکہ امکان اصل ہے لہذا جو مدعی امتناع یا وجوب کا ہو دلیل اس کے ذمہ ہے۔ ہم اصل سے متمسک ہیں۔ ہمارے ذمہ دلیل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج تک کوئی اور بھی گیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ نظیر کا مطالبہ ہے ثبوت کا نہیں۔ اور نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ نہیں ہے علاوہ اس کے وہ بھی ایک واقعہ ہوگا اس کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس نظیر ثانی کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ الی غیر النہایہ تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر کسی نظیر کو کہ وہ ایک واقعہ ہے بلا نظیر آپ مان لیں گے تو اسی واقعہ کو بلا نظیر کیوں نہ مان لیجیوے کیونکہ ایک کے بلا نظیر ماننے میں اور ایک کے بلا نظیر نہ ماننے میں ترجیح بلا مرجح ہے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب یہ تو بالکل محال ہوتا ہے۔ میں نے کہا مستبعد ہے محال نہیں اور مستبعد کا وقوع بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور استبعاد اور چیز ہے استحالہ اور چیز ہے مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے اپنی ہی ہانکتے رہے۔ یہ حکایت اس پر بیان کی تھی کہ آج کل اکثر لوگ جس درجہ کا سوال کرتے ہیں۔ اس درجہ کا فہم نہیں رکھتے۔ اس لئے جواب نہیں سمجھ سکتے اور خطا نکالتے ہیں۔ اہل علم کی کہ جواب نہیں دے سکیں۔

واقعہ قرطاس اور حضرت عمرؓ

(ملفوظ ۵۴۹) ایک مہمان نے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا کہ بروقت وصال حضور رسول مقبول

ﷺ نے دوات قلم مانگا اور عمرؓ نے کہا کہ کیا ضرور بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ اعتراض صرف حضرت عمرؓ پر نہیں بلکہ اس میں تو خود حضور ﷺ پر بھی کتمان حق کا اعتراض لازم آتا ہے آپ پر تبلیغ احکام فرض تھی اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرمایا اگر اس وقت دوات قلم نہیں آئی تھی تو دوسرے وقت منگوا کر تحریر فرما دیتے۔ کیونکہ آپ کئی روز اس واقعہ کے بعد زندہ رہے ہیں چنانچہ یہ واقعہ پنجشنبہ کا ہے اور وفات دوشنبہ کو ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمانا نہ تھا بلکہ کسی امر قدیم کی جدید و تاکید مقصود تھی چونکہ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اس لئے آپ نے گوارا نہ فرمایا کہ حضور ﷺ تکلیف فرمائیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کسی کو زبانی نسخہ بتلادے پھر براہ شفقت کہے کہ قلم دوات لاؤ لکھ دوں اور مریض یہ دیکھکر کہ اس وقت ان کو تکلیف ہوگی کہے کہ کیا حاجت ہے اس وقت تکلیف مت دو اور جواب الزامی یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ میں حضرت علیؓ نے صلح نامہ لکھا ہے۔ **ھذا اما قاضی علیہ محمد رسول اللہ** کفار نے مزاحمت کی کہ ابن عبداللہ لکھو کیونکہ اس میں تو جھگڑا ہے اگر ہم رسالت تسلیم کرلیں تو نزاع ہی کس بات کی حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اس کو مٹادو انہوں نے انکار فرمایا پس ایسی مخالفت تو اس میں بھی ہوئی جس طرح حضرت عمرؓ نے مخالفت کی تھی کہ جواب الزامی مجھے پسند نہیں مگر بطور لطیفہ کے اس وقت بیان کر دیا۔

حضرت غوث پاک کا جنتی ہونا

(ملفوظ ۵۵۰) فرمایا میرے پاس ایک مولوی صاحب اور ایک عامی آئے باہمی نزاع یہ تھی کہ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غوث پاک قطعی جنتی نہیں اور جاہل یہ کہتا تھا کہ اگر وہ جنتی نہیں تو پھر کون ہوگا۔ جاہل سے میں نے کہا کہ ہاں بھائی وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا مولوی صاحب مجھ سے لڑنے لگے کہ کیا دلیل ہے یقیناً جنتی ہونے کی۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے پھر میں نے جاہل سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یقیناً جنتی ہیں یا نہیں۔ اس نے کہا بلاشک وہ جنتی ہیں میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ حضور ﷺ کے ارشاد سے پھر میں نے کہا کہ حضرت غوث اعظم کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ اولیائے امت کی شہادت مقبولیت سے۔ میں نے کہا رسول ﷺ کے ارشاد میں اور اولیاء اللہ کے ارشاد میں کچھ فرق ہے یا نہیں اس نے کہا کہ بہت ہے میں نے کہا اتنا ہی اثر دونوں ارشادوں کے اثر میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ضرور ہے میں نے کہا کہ اتنا ہی فرق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنتی ہونے میں

اور حضرت غوث پاک کے جنتی ہونے میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ہاں ہے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ حضرت جو آپ کا عقیدہ ہے وہی اس کا بھی ہے صرف فرق عنوان کا ہے یہ اس کو یقینی کہتا ہے آپ غلبہ ظن۔ باقی اصل معنوں میں دونوں متفق ہیں جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جنتی ہونے کی مرتبہ یقینی سے حضرت غوث پاک کے جنتی ہونے کا مرتبہ متنزل مانتا ہے اسی کا نام عدم قطعیت ہے مولوی صاحب بہت خوش ہوئے مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام الناس کو متوحش بنانا اور بلا دلیل ان پر بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

حیات نبوی ﷺ پر ایک نکتہ

(ملفوظ ۵۵۱) فرمایا ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور جو لوگ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں اس میں حدیث صریح موجود ہے اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔

بندہ کا ارادہ کچھ نہیں

(ملفوظ ۵۵۲) فرمایا ارادہ بندہ کا کچھ بھی نہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے بسا اوقات انسان اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہتا ہے ہزاروں ارادے مصمم کئے مگر کچھ نہ ہوا اسی واسطے ابن عطاء اسکندری فرماتے ہیں کہ ارید ان الا رید یعنی میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ارادہ نہ کروں گا اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ یہ عدم ارادہ بھی ارادہ ہی ہے انہوں نے خود کیا اچھا جواب دیا ہے کہ جس ارادہ کی نفی کی جارہی ہے وہ تو اس لئے قابل ترک ہے کہ وہ خلاف تفویض و رضا ہے اور عدم ارادہ کا خود عین تفویض و موافق رضا ہے اس لئے یہ نفی و قابل ترک نہیں۔

اولاد کی موت پر رونا

(ملفوظ ۵۵۳) فرمایا ایک شبہ ظاہری یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے انتقال پر روئے۔ اور بعض اولیاء اللہ کی حکایت ہے کہ وقت مصیبت کے انہوں نے الحمد اللہ کہا اور ظاہراً الحمد للہ کہنے والے کا مرتبہ رونے والے سے زائد معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء کے مرتبے کو کوئی نہیں پا سکتا جواب اس شبہ کا یہ کہ حق فرزند یہ ہے کہ ایسے وقت اس پر روئے حق خالق یہ ہے کہ امر الٰہی پر صبر کرے۔ ہمارے حضور ﷺ نے دونوں کو جمع فرمایا حق

فرزند بھی حق خالق بھی اور دونوں کو ادا فرمایا اور وہ بعض اولیاء اللہ مرتبے میں کم ہیں کہ ایک حق ان سے ادا ہوا اور دوسرا نہ ہوا اسی طرح حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض انبیاء بعض اولیاء اللہ پر رشک کریں گے ظاہراً اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ افضل کو مفضول پر غبط کیوں ہوگا بات یہ ہے کہ غبط کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے فقدان سے سو یہ تو نہ ہوگا اور کبھی یہ سبب ایک کئی قسم کی عافیت کے مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہو اور ذمہ داریوں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپیہ والے مجھے سے اچھے کہ آرام سے تو ہیں اس قدر بار حساب کا توان پر نہیں حضرات انبیاء علیہ السلام کا رشک کرنا اسی طرح پر ہے کیونکہ انبیاء علیہ السلام کا بڑا مرتبہ ہے امت کی فکر میں مشغول ہوں گے اور بعض اولیاء اللہ ایسی مشغولی سے آزاد ہوں گے پس اس غبط کا یہ محل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کا مطلب

(ملفوظ ۵۵۲) فرمایا کہ کسی نے دریافت کیا ہے کہ: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں فرمایا معاً قلب میں جواب میں یہ بات آئی کہ جب کوئی شخص نہایت خائف ہوتا ہے تو وہ ڈر کر کہا کرتا ہے کہ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہو معاف کر دیجئے حالانکہ اس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہوتا اور دوسرا اس کی تسلی کے لئے کہہ دیتا ہے کہ اچھا ہم نے تمہارا سب معاف کیا اسی طرح چونکہ اس خیال سے آپ کو غم رہا کرتا تھا کہ مجھ سے کوئی لغزش نہ ہو گئی ہو حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی۔

کھانے کے بعض مسنون آداب کی تحقیق

(ملفوظ ۵۵۴) فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان ولا سکرجۃ ولا خبزلہ رقاق یعنی رسول ﷺ نے چوکی اور تشتری پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکی۔ مشہور یہ ہے کہ جس کام کو آپ نے نہیں کیا وہ نہ کرنا چاہئے اور اس قاعدہ کی اس سے تائید کی کہ عیدین میں مثلاً اقامت اور اذان آپ کے وقت میں نہیں ہوئی لہذا اجماعتاً نہ کرنا چاہئے لیکن قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو ہے عدم الفعل (کسی کام کو نہ کرنا) اور ایک ہے ترک الفعل (کسی کام کو چھوڑنا) ان دونوں میں بڑا فرق ہے پس عدم الفعل تو عدم قصد سے بھی ہوتا ہے اور ترک میں اس کے اعدام (مٹانے) کا قصد ہوتا ہے پھر یہ قصد جس مرتبہ کا ہوگا اسی قدر عدم الفعل سے تو اس کا کرنا ناجائز نہیں ہوتا بشرطیکہ اور کوئی قباحت شرعی لازم نہ آئے اور ترک الفعل البتہ ناپسندیدگی پر دال ہے اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ اس

وقت ایسے تکلفات نہ تھے پس مدلول اس کا عدم الفعل ہے نہ کہ ترک الفعل اب اگر کوئی تشتری میں کھائے یا چپاتی کھائے جائز ہے مگر ازراہ افتخار نہ ہو میز پر کھانے میں چونکہ افتخار و تشبہ کا قبح ہے وہ اس مستقل دلیل سے ممنوع ہوگا

سلطنت شخصی یا جمہوری؟

(ملفوظ ۵۵۵) فرمایا بعض لوگ آیت: وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سلطنت شخصی ہونا خلاف قرآن کے ہے شاورہم سے کثرت رائے مفہوم ہوتی ہے جو حاصل ہے سلطنت جمہوری کا مگر اس استدلال کی غلطی خود اس آیت کے اگلے جزو سے ظاہر ہے۔ وَ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو مشورہ مطلوب ہے مگر بعد مشورہ مدار محض آپ کے عزم اور رائے پر ہے اس اسے تو بالعکس سلطنت کا شخصی ہونا ثابت ہوا البتہ یہ ضروری ہے کہ شخصی واحد پر مشورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن مدار کثرت رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس مستشیر (مشورہ لینے والے کو) اطلاق آیت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ بمقابلہ جماعت کے ایک کے مشورہ کو قبول کر کے اس کے موافق عزم کر لے۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

(ملفوظ ۵۵۶) فرمایا یہ اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ محض غلط ہے اس وجہ سے کہ اسلام میں اول جزیہ کا حکم ہے جب جزیہ قبول کر لیا اب تلوار مسلمان نہیں اٹھا سکتا۔ اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو قابل غور ہے کہ اسلام نے مخالفین کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ڈھال دے رکھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ پڑھ لے فوراً چھوڑ دو تو اس طرح پر ہر کافر وقت پر مسلمان کی تلوار کو بند کر سکتا ہے مثلاً کسی کافر نے کسی مسلمان پر خوب ظلم کیا ہو۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے ہوں اس کے اہل و عیال کو قتل کر ڈالا ہو غرض ہر طرح کا ظلم کیا ہو۔ اور باوجود ان مظالم کے پھر کون ایسا ہے کہ موقع ملے اور قدرت ہو اور بدلہ نہ لے۔ مگر اسلام میں ایسا حکم ہے کہ اگر اس شخص کا یا اس کے کسی یار و مددگار کا اس پر قابو پڑ جائے اور وہ اس کا کام تمام کرنا چاہئے اور زبان سے کلمہ شریف پڑھ لے اور قرائن سے معلوم بھی ہو کہ دل سے نہیں پڑھا تب بھی حکم ہے کہ تلوار مت اٹھاؤ یہ کتنی بڑی ڈھال مخالف کے ہاتھ میں ہے پس جس مذہب کا یہ قانون ہو اس میں کیسے ممکن ہے کہ اسکی ترقی تلوار سے ہو سکے اب فرمائیے کہ اسلام بزور شمشیر کیونکر پھیلا۔

کفار کے لئے دائمی سزا کی وجہ

(ملفوظ ۵۵۶) فرمایا بظاہر اس پر کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا گناہ کون سا کیا کہ سزائے دائمی تجویز کی گئی کیونکہ زندگی محدود گناہ محدود۔ پھر سزائے غیر محدود کا کیوں حکم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کفر وشرک کی حقیقت ہے بغاوت۔ دنیا میں بھی قاعدہ ہے کہ سلاطین باغی کو جلاوطن عبور دریائے شور وغیرہ سزا دیتے ہیں کیونکہ سلاطین بجز اس کے کہ عمر بھر کے لئے دے سکیں زیادہ پر قدرت نہیں رکھتے اس وجہ سے زائد سے مجبور ہیں مگر اتنا ظاہر ہو گیا کہ بغاوت کی سزا غیر محدود ہونا چاہئے اور یہ امر بمقتضائے عقل ہے چنانچہ جو سلاطین پابند ملت بھی نہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں یہ جواب تو الزامی ہے اس کی حقیقت میں غور کرنا چاہئے حق تعالی مالک حقیقی ہیں اور ان کے صفات غیر متناہی ہیں اور ہر صفت کا ایک حق ہے اب جو شخص ایسے مالک جامع کمالات غیر متناہیہ کے حقوق کو ضائع کرے گا اس کی سزا بھی غیر متناہی ہونا چاہئے پس یہ سزا عین موافق عقل کے ہوئی۔

الحمد للہ حصہ سوم الافاضات الیومیہ کا تمام ہوا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے سینکڑوں تصانیف کا نچوڑ

تحفۃ العلماء

ترتیب مولانا مفتی محمد زید صاحب (انڈیا)

جلد اول کے مضامین

مدارس کی افادیت، منتظمین و مدرسین کیلئے طریق کار، مفید ہدایات، ضروری تنبیہات، علماء کا معاشی مسئلہ اور اس کا حل، طلباء کیلئے ضروری دستور العمل، نیز علماء، طلباء، کی اصلاح کا طریق کار مدارس کے تمام شعبے، مہتمم و مدارس کے اوصاف و شرائط اور ان کی فقہی حیثیت، ہنگامہ، سٹرائیک، احکام چندہ، جلسہ، دستار بندی اور مدارس وارباب مدارس پر اعتراضات و جوابات اور علماء و عوام کے لئے مفید نصیحتیں، استاد و شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے اور مفید تجاویز۔

جلد دوم کے مضامین

فقہ حنفی کے اصول وقواعد فقہ حنفی کے نہایت قیمتی اصول وقواعد جن کا مطالعہ مسئلہ مسائل کے سلسلہ میں غلطی محفوظ رکھنے کی کامل ضمانت ہے

آداب افتاء واستفتاء مسائل پوچھنے اور بتلانے والوں کیلئے سوالوں کے جواب سے متعلق ضروری ہدایات و معلومات، مفتی و سائل کی ذمہ داریاں، اخلاقی مسائل میں جواب کا انداز اور بے شمار مفید نمونے

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ ائمہ اربعہ کی تقلید کی حقیقت کیا ہے؟ اجتہاد و قیاس اور اجتہادی اختلافات کی کیا بنیادیں ہیں؟ امام ابوحنیفہ کی تقلید شخصی ہی کیوں ضروری ہے؟ اہل حدیث اور غیر مقلدین کیا ناحق پر ہیں؟ اور اس جیسے بے شمار مسائل کا حل۔

اصول مناظرہ مناظرہ کی اہمیت وافادیت، حدود وشرائط، اصول و آداب احکام واقسام، محل و مواقع اور فرقہ باطلہ کے رد کے مختلف طریقے اور مفید نمونے اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

جدید ترتیب و تزئین: محمد اسحٰق ملتانی

ادارہ تالیفات اشرفیہ

اشرفیہ منزل۔ نزد گلی آرٹس، چوک فوارہ۔ پرانی غلہ منڈی ملتان

540513 - 41501

خدا سے ملانے والی راہنما کتاب

اصلاحِ دل

یعنی

مکتوبات وملفوظات اشرفیہ

حضرت مولانا الحاج محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی کہ کس طرح راہِ معرفت پر ان کے سفر کا آغاز ہوا دل کی دنیا بدلتی چلی گئی اور بالآخر شیخ کامل حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی نظر کیمیا اثر نے انہیں محبت و قرب خداوندی کی منزل مقصود تک پہنچادیا اور پھر بڑے بڑے علماء نے ان سے اپنی اصلاح کرائی آج ان کی یہ آپ بیتی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور اس آپ بیتی کو پڑھ کر کتنے لوگ خدا رسیدہ ہو چکے ہیں

آخر میں حضرت والا کی اہلیہ محترمہ کے اصلاحی خطوط بھی شامل ہیں کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے کس طرح مکمل طور پر اپنے حالات لکھے اور اصلاح کرائی، یہ خطوط خواتین کیلئے اصلاحی نسخے ہیں

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

فون: 540513

عام فہم اردو تفسیر

فی کشف اسرار القرآن

(کامل ۹ جلد)

سلیس اور عام فہم زبان میں اردو کی سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریح، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کیساتھ

محقق العصر
حضرۃ مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دورِ حاضر کی مستند تفاسیر کا جامع خلاصہ

(کامل سات جلد)

اول مکمل تفسیر عثمانی

تفسیر مظہری ☆ تفسیر عزیزی ☆ تفسیر ابن کثیر

معارف مفتی اعظم رحمہ اللہ ☆ معارف کاندھلوی رحمہ اللہ

آخر میں رسالہ "تاریخ تفسیر ومفسرین"

تفسیری افادات ونکات

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ

حضرت علامہ الزماں شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

مرتب

حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی

مسترشد خاص

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی

نوراللہ مرقدہ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد موسیٰ کرماڈی مدظلہ العالی

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی